اِدارہ ترقی تعلیم اسلامی حیدرآباد دکن

(۱۴)

معاشرہ انسانی کے اسلامی اصول

مرتبہ

مولوی شاہ ابو الخیر صاحب کنج نشین مولوی فاضل (زیدہم)

مدیر مجلہ نظامیہ

۱۳۶۱ھ

انتظامی پریس نظام شاہی روڈ حیدرآباد دکن

(نوٹ) تلاش مسائل کی آسانی کے لیے اشاریہ بھی دیا گیا ہے براہ کرم صفحہ (۱۰۱) ملاحظہ ہو ! !

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض حال

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم و آلہ و اصحابہ اللذین قاموا و اقاموا علی الصراط المستقیم

نسوانی حقوق کا مسئلہ پچھلے دنوں مسلمانوں کے نزدیک اس قدر مہتم بالشان نہ تھا جس قدر آج کل ہو گیا ہے اور آئے دن اخبار و رسائل میں نسوانی حقوق کے سلسلے میں پردہ سے بھی بحث کی جاتی رہتی ہے اور اس کے ضمن میں یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ اسلام نے ویسی ہی متجاوز آزادی، بے پردگی، جنس ذکور سے اختلاط اور میل جول کا حکم دیا ہے جیسا کہ غیر قوم میں مستحسن ہے اس شوق میں مختلف طریقوں سے مغربی خواتین کے نقش قدم پر چلنے کی ترغیب و تحریص بھی دلائی جا رہی ہے جس کے مضر اثرات سے ہماری قوم بھی رفتہ رفتہ متاثر ہوتی جا رہی ہے اس لیے اس تحریک کو روکنے سے پہلے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے نسوانی حقوق کی کس حد تک حفاظت کی اور کس حد تک انھیں آزادی دی، اور جو آزادی اس وقت چاہی جا رہی ہے وہ کس حد تک مستحسن ہے ان مسائل کی وضاحت کے بعد یقین ہے کہ وہ طبقہ جو یورپ جیسی آزادی کا حامی ہے وہ اپنی نادانستہ تحریک سے نہ صرف باز آجائیگا بلکہ اسلامی احکام کی روشنی میں مسلم خواتین کی صحیح آزادی کا حامی رہے گا۔

تاریخ شاہد ہے کہ اسلام نے نسوانی حقوق کی حفاظت میں جو کوشش کی ہے وہ دنیا کے کسی اور مذہب نے نہیں کی البتہ اسلام نے اختلاط جنس کو ناجائز قرار دیا ہے جس کے مضر یا مفید نتائج دنیا کے سامنے ظاہر ہیں یہی وجہ ہے کہ آج اسلامی گھرانوں میں زوجین کے باہمی تعلقات تعمیر اعتماد و اطمینان کے جن چٹانوں پر قائم ہیں ایسا اعتماد اور اطمینان جو ہر قسم کی الائشوں اور بدگمانیوں سے پاک و صاف ہے زیادہ تر وہ اس اسلامی تعلیمات کے نتائج ہیں۔ اسلام نے جسطرح مردوں کے حقوق کی حفاظت کی ہے اسی طرح عورتوں کے حقوق کی بھی حفاظت کی ہے اور جس طرح مرد احکام الٰہی کے براہ راست خطاب کے مستحق کہلائے اسی طرح عورتیں بھی اس شرف سے ممتاز ہوئیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اِنِّی لَآ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی بَعْضُکُمْ مِّنْ بَعْضٍ۔ یعنی میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع نہ کروں گا خواہ وہ مرد ہوں یا

عورت تم میں سے بعض بعض سے پیدا ہوئے ہیں ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے کہ من عمل صالحاً من ذکر او انثیٰ وھو مومن فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ ولنجزینھم اجرھم باحسن ما کانو یعملون۔
جو نیک کام کرے گا مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان والے ہوں تو میں انھیں پاکیزہ زندگی کے ساتھ زندہ رکھوں گا اور ان کے کاموں کی مزدوری عطا کروں گا۔ ان آیات سے ظاہر ہے کہ اسلام نے ہر اچھے عمل کے کرنے والے کے لیے ممتاز نشانات رکھے ہیں جس کسی کے عمل اچھے رہیں گے اس کو محمود ثمر ملیں گے حصول ثمرات خیر میں مرد اور عورت دونوں مساوی درجہ رکھتے ہیں اور دونوں کی کوششیں برابر رہتی ہیں اس آزمائش میں جس کسی کی کوشش بڑھ جاتی ہے وہی محمود ثمر کے حصول کا مستحق کہلاتا ہے :-

اسلام نے عورت و مرد کے تعلقات بچہ و باپ اور باپ و دادا یا اس کے برعکس غرض اس طرح متعلقین کے معاشی اور سماجی تعلقات کو جن مستحکم بنیادوں پر قائم کیا ہے اس کی نظیر آج دنیا کے کسی مذہب میں نہیں مل سکتی آج دنیا میں سب سے اہم مسئلہ پیٹ کے سوال کا ہے اور اس سوال میں میاں، بیوی، بھائی، بہن، ماں، باپ اسی طرح دیگر اشخاص جو ایک کو دوسرے سے نسبت ہے وہ سب پریشان ہیں بیوی مالدار ہے تو اس کے پاس شوہر کی کوئی عزت و عظمت نہیں اگر بچے مالدار ہیں تو ان کے نزدیک والدین کی کوئی عظمت نہیں اور نہ دیگر اقربا قریب کی کوئی وقعت ہے آج ہر شخص روزی کی تلاش اور اپنا پیٹ آپ پالنے کی فکر میں ہے ایسے شخص کے نزدیک دوسرے وہ حضرات جو حقیقت میں معذور یا کسی کسب کے اہل نہیں اُن کے پرورشی کی کوئی فکر نہیں اس کے مقابلے میں اسلام نے جو تعلیم دنیا کے سامنے پیش کی ہے اس کو دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ اگر آج ہم اپنی اسلامی تعلیمات پر سختی سے پابند رہیں تو ہمارے پیدا شدہ سارے مشکلات نہایت آسانی سے رفع ہو جا سکتے ہیں اور دوبارہ ہماری قوم میں نشاۃ ثانیہ کی کیفیت ظہور پذیر ہو جا سکتی ہے ان مسائل سے متعلق۔ ابی بکر احمد بن عمرو بن مخضر الخصاف الشیبانی المتوفی ۲۶۱ ہجری نے نفقات میں ایک کتاب تالیف فرمائی تھی جس میں عورت، مرد، بچہ، اور دیگر اقرباء وغیرہ کے نفقے سے بحث کیگئی ہے جس کی شرح علامہ حسام الدین عمر ابن عبد العزیز صدر الشہید برہان

الائمہ البخاری المتوفی ۵۴۳۶ ہجری نے لکھی ہے۔ اور یہ کتاب عربی میں ہے اس کتاب کو
حیدرآباد دکن کی مشہور و معروف علمی مجلس احیاء المعارف نے شایع کیا ہے اس کتاب کو
میں نے لفظ بہ لفظ پڑھا ہے پڑھنے کے بعد دل میں یہ شوق پیدا ہوا کہ مجلہ نظامیہ میں اس
کتاب کے مضامین اردو میں شایع کراؤں تاکہ اس کے ذریعہ ملت اسلامیہ کو کچھ فائدہ پہنچے
اس غرض سے اس کتاب کے مضامین مجلہ نظامیہ بابت سنہ ۶ امرداد [illegible]
میں شایع ہونا شروع ہوئے جیسے جیسے اس کتاب کے مضامین شایع ہوتے گئے اسی طرح
شوق میں اضافہ ہوتا گیا متعلقہ مضامین جو اس کتاب میں شامل تھے اس کے علاوہ
دیگر مسائل جن کا ذکر اجمالاً اس کتاب میں آیا تھا ان کے تفصیلات کو بتلانے کی غرض سے
دوسرے معتبر کتابوں کا بھی مطالعہ کیا گیا اور ان کتابوں کی مدد سے اس امر کی سعی
کی گئی کہ زیر بحث مضمون کے سلسلے میں وہ تمام مسائل بھی لکھے جائیں جو معاشرہ انسانی سے
متعلق ہیں چنانچہ پہلی تحریک میں ایک تازہ جوش پیدا ہوا اور باوجود بے مائیگی کے
ایک اچھا خاصا مواد شایع ہوگیا جس کی وجہ سے باب واری ترتیب قائم نہیں رہ سکی
جہاں کہیں کسی مسئلے سے متعلق مواد ملا اس کو لے لیا گیا حتیٰ کہ بعض مسائل میں قانونی نظائر
بھی دیے گئے ہیں اور یہ نظائر برٹش انڈیا اور حیدرآباد دکن کے عدالتوں کے تصفیہ شدہ
ہیں جن کے حوالے جا بجا دیے گئے ہیں تاکہ یہ کتاب عامہ مسلمین کے علاوہ غیر مسلمین اور
قانوں داں طبقے کے لیے یکساں مفید اور کار آمد ثابت ہو۔ اس کتاب کی تیاری کے
واسطے شرح کتاب النفقات کے علاوہ جن جن کتابوں سے مدد لیگئی اُن کی ایک
فہرست بھی آخر میں دیگئی ہے اور حتی الامکان ان کے حوالے بھی دیے گئے ہیں تاکہ
متلاشیاں مسائل کو تلاش اور جستجو میں سہولت ملے۔ اس فہرست کو پیش کرنے سے
میرا مقصود اپنا ابلاغ نظر جتانا نہیں بلکہ یہ اظہار مطلوب ہے کہ یہ کتاب کس قسم کے
مادے سے صورت پذیر ہوئی ہے:۔

اس کتاب میں نہ صرف طباعت کی حیثیت سے بہت سی غلطیاں رہ گئی ہیں
بلکہ صفحات کی ترتیب میں بھی ایک قسم کا فرق پیدا ہوگیا ہے اس کی وجہ یہی ہے جیساکہ

ہم نے اس کے اوپر ذکر کیا ہے کہ کتاب کے مضامین مختلف اوقات میں شائع ہوتے رہے آیندہ جب کبھی اس کتاب کی دوبارہ طباعت شروع ہوگی تب ان تمام امور کا کافی لحاظ رکھا جائے گا۔ جس کی یہ کتاب مستحق ہے امید ہے کہ اہل نظر اصحاب ہماری کوتاہیوں پر نظر رکھے بغیر زیر بحث کتاب کے مسائل سے مستفید ہو کر ہمیں آیندہ کے لیے اپنے مفید مشوروں سے ایما فرمایئں گے معاشرہ انسانی سے متعلق جس قدر اصول اسلام نے بتلائے ہیں وہ سب تحقیق کے بعد درج کئے گئے ہیں!

مضامین کی ایک مختصر فہرست بھی دی گئی ہے اور ساتھ ہی کتاب کے آخر میں "اشاریہ" بھی دیا گیا ہے اور اشاریہ کے ذریعے تلاش مسائل میں ممکنہ سہولتیں پیدا ہونے کی سعی بھی کی گئی ہے

باوجود ان تمام نقائص کے مجھے امید ہے کہ اس کتاب سے وہ تمام اصحاب جو معاشرہ انسانی کے اسلامی اصول جیسے مسائل سے دلچسپی رکھتے اور ان کو معلوم کرنا ضروری جانتے ہیں ان کے لیے یہ کتاب ایک رہنما اور رہبر ثابت ہوگی اور ان کے علمی کاموں میں کافی حد تک عملی مدد پہنچا سکے گی۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم ؁

خادم العلم
ابوالخیر کنج نشیں (نظامیہ)

حسینی علم حیدرآباد دکن
١٧ محرم الحرام ١٣٦٢ھ
١٢ اسفندار ١٣٥٢ ف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید اسلامی اصول کے مطابق ہر شخص میں شرعی اہلیت نوع انسانی کی تخلیق کے ساتھ پیدا ہوتی ہے اور ذاتی طور سے اس کا اظہار دنیاوی ہستی کے واقعات کے ساتھ بتدریج ہوتا ہے اس لیے شرعی احکام کے مخاطب وہی اصحاب ہوتے ہیں جن میں حقوق اور ذمے داریوں کے انجام دینے کی کامل اہلیت ہوتی ہے چونکہ بچوں میں بچپنی صفت پیدائشی ہوتی ہے مگر ماہیت میں داخل نہ ہونے سے عارضی ہوتی ہے، اس لیے ان کی پیدائش کے ساتھ ہی ان کی مفعولی اہلیت کامل ہو جاتی ہے مگر فاعلی اہلیت رفتہ رفتہ ترقی کرنے لگتی ہے یہاں تک کہ ان کے قوائے جسمانی اور دماغی کی تکمیل کے ساتھ وہ بھی مکمل ہو جاتی ہے۔ جب تک ان کے قوائے جسمانی اور دماغی مکمل نہیں ہوتے اس وقت تک یہ نابالغ کہلاتے ہیں اور ان پر وہ تمام ذمے داریاں جو حقوق اللہ اور حقوق العباد سے متعلق ہیں عاید نہیں ہوتیں۔

بچہ جب تک ماں کے پیٹ میں رہتا ہے تو اس کی فطری اور فاعلی اہلیت غیر مکمل اور معدوم محض ہونے سے اس کی زندگی اس کی ماں کی زندگی کا ایک جز ہوتی ہے۔ اور ماں کی آزادی سے وہ آزاد ہو جاتا ہے اور جب ماں فروخت ہوتی ہے تو وہ بھی بیع میں داخل ہوتا ہے اور اس کا نسب، حق توریث، حق ہبہ یا وصیت بھی تسلیم کیا جاتا ہے مگر اس پر کسی قسم کی ذمے داری عاید نہیں ہوتی اور نہ اس کے ولی کے خرید کردہ اشیاء کی قیمت قابل ادا قرار پاتی ہے۔ اور جب بچہ پیدا ہو جاتا ہے تو اس پر ایک حد تک ذمے داریاں عاید کی جا سکتی ہیں اور اس پر وہی ذمے داریاں عاید ہوتی ہیں جن کے ادا کرنے کی اس میں قابلیت ہوتی ہے اور اس کے وہی افعال اور معاملات تسلیم کیے جاتے ہیں جو اس کے حق میں مفید ہوتے ہیں اور جو امور اس کے فائدے کے خلاف ہوتے ہیں وہ رد کرا دیے جاتے ہیں اگر بچے کے عملی افعال سے حق العباد کی خلاف ورزی ہوتی ہو تو وہ اس کا بدلہ معاوضے کی ادائی سے ہوتا ہو تو ولی اس کی جائداد سے ادا کریگا

اور بعض وقت بچے پر ایسی ذمے داریاں بھی عائد ہوتی ہیں جو از قسم صلہ رحم رشتہ داروں اور بیوی کے نان ونفقے سے تعلق ہیں اس کی طرف سے ولی کا ادا کرنا اس کے ادا کرنے کی طرح سمجھا جائے گا کیونکہ یہاں مال مقصود ہے نفس فعل مقصود نہیں ہے اس لیے ولی کا بحیثیت نیابت ادا کردینا جائز ہوگا مگر ولی کو ایسے معاوضات جو سزا (دیت وغیرہ) سے مشابہ ہوں یا ایسے جرمانے جن کی نوعیت شخصی حقوق کی ہو ادا کرنے کا حق نہوگا اور نہ بچہ اس کی ادائی کا ذمے دار گردانا جائے گا۔[1]

بچے پر عبادت بھی واجب نہیں خواہ وہ عبادت بدنی ہو یا مالی جیسے نماز روزہ حج اور زکواۃ وغیرہ اس کی معافی کی وجہ یہ بتلائی گئی ہے کہ بچے میں جسمانی ناقابلیت کے علاوہ عقل وفہم کا فقدان ہے اس لیے جس کے قوائے جسمانی اور عقلی میں کمی ہو اس میں ادائی کی اہلیت[2] قاصرہ سمجھی جائے گی زکواۃ سے مستثنیٰ رہنے کی وجہ یہ ہے کہ اسکی ذمے داری ذاتی ہوتی ہے اور مقصود ادا کرنا ہوتا ہے تاکہ مطیع اور عاصی میں تمیز ہو جائے اس لیے وہ اس ذمے داری سے مستثنیٰ رہے گا۔[3]

بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو اسکو سب سے پہلے اس کی حفاظت نگرانی اور بروقت

---

[1] ۔ قولہ فقبل الولادۃ کے سلسلے میں یہ تصریح کی گئی ہے کہ ان الجنین قبل الانفصال عن الام جزء منھا من جہۃ انہ ینتقل بانتقالھا ویقر بقرارھا ومستقل بنفسہ من جہۃ التفرد بالحیوۃ والیھتؤ للانفصال فیکون لہ ذمۃ من وجہ حتی یصلح لوجوب الحقوق لہ کالارث والوصیۃ والنسب لا لوجوبھا علیہ حتی لو اشتری الولی لہ شیاءً لا یجب علیہ الثمن واما بعد الانفصال عن الام فیصیر ذمۃ مطلقۃ لصیرورتہ نفساً مستقلۃ من کل وجہ فیصیر اھلاً للوجوب لہ وعلیہ حتی کان ینبغی ان یجب علیہ کل حق یجب علی البالغ الا انہ لما لم لکن اہلاً للاداء نصف بینۃ والمقصود من الوجوب ھو الاداء خنص واجباتہ وتمیز ما یجب علیہ عما لا یجب وھو ظاھر من الکتاب (توضیح وتلویح صفحہ ۷۲۹ تا صفحہ ۷۳۴)۔

[2] ۔ شریعت نے شرعی اہلیت کی تعریف اس طرح کی ہے کہ وہ ایک ایسی صفت ہے جس کے ذریعے سے شخص مذکور حقوق اور ذمے داریوں کا اہل ہو جاتا ہے اسی لحاظ سے کامل اہلیت کے شخص کے متعلق بتلایا گیا ہے کہ وہ انسان ہے جو زندہ، عاقل، بالغ آزاد اور مسلمان ہو اور نہ مرض الموت میں مبتلا ہو اور نہ دیوالیہ ہو ملاحظہ ہو توضیح وتلویح مطبوعہ مصری صفحہ ۷۳۶ ، ۷۳۲۔ [3]۔ توضیح وتلویح صفحہ ۷۳۰ ، ۷۳۱۔

خوراک کی ضرورت ہوا کرتی ہے اور جب اس کے قوائے جسمانی اور دماغی میں نشوونما ہوتی ہے تو اس کے لیے اچھی تعلیم و تربیت کی شدید ضرورت رہتی ہے زندگی کے ان شعبوں میں اسلام نے جو تاکیدی احکام دیئے ہیں اس کے مطابق بچوں کی پرورش اور ان کی اچھی تربیت و تعلیم ضروری ہے تاکہ ان کی جسمانی نشوونما اور دماغی و روحانی ترقی میں کمال پیدا ہو اور ان کا یہ کمال دین اور مذہب کے لیے آیندہ کارآمد ہو سکے ورنہ بقول سراج الائمہ امام ابوحنیفہؒ نا اہل کا سرداری کا طالب ہونا اس کی ہمیشہ کی ذلت کا سامان ہے

رضاعت رضاعت اس کو کہتے ہیں کہ شیر خوار بچہ ایک خاص وقت میں اپنی ماں یا کسی اور عورت سے دودھ پی لے اس کی تائید قرآن سے بھی ہوتی ہے جیسا کہ فرمایا ہے۔

والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین لمن اراد ان یتم الرضاعۃ وعلی المولود لہ رزقھن وکسوتھن بالمعروف لا تکلف نفس الا وسعھا لا تضار والدۃ بولدھا ولا مولود لہ بولدہ وعلی الوارث مثل ذالک۔ (پارہ (۲) سورہ بقر)

اور ماؤں کو چاہیئے کہ اپنی اولاد کو کامل دو برس تک دودھ پلائیں، باپ پر دودھ پلانے والیوں کا کھانا کپڑا دستور کے موافق لازم ہے کسی کو تکلیف نہ دی جائے مگر اس قدر کہ اس کی گنجائش ہو نہ تو ماں ہی کو اس کے بچے کی وجہ سے ضرر دیا جائے اور نہ باپ ہی کو اس کی اولاد کی وجہ سے اور اسی قدر اس کے وارث پر بھی ہے

والوالدات یرضعن اولادھن کے معنے میں فقہاء کا اختلاف ہے بعض فقہا کی رائے ہے کہ اس میں صرف خبر دیگئی ہے کہ مائیں بالعموم اپنے بچوں کو دودھ پلایا کرتی ہیں اسی ملئے ان پر دودھ پلانا لازم نہیں ہوتا مگر والمطلقت یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروء[1] میں یتربصن خبر بمعنے امر ہے اس لحاظ سے ماؤں پر دیانۃً لازم ہیکہ وہ اپنے بچوں کو دودھ پلائیں

مدت رضاعت ان بچے کو کس عمر سے کس مدت تک یا کس عمر کے پہنچنے تک دودھ

---

[1] جن عورتوں کو طلاق دیگئی ہے وہ اپنے نفس کو تین حیض تک روکے رکھیں۔

پلائے یا بچہ کسی اور عورت کا دودھ پی لے تو حرمت ثابت ہو مذکورالصدر قرآنی آیت میں دو سال کی مدت قرار دیگئی ہے جس سے امام شافعیؒ اور علقمہ اور شعبی اور زہیری رضی اللہ عنہم کو بھی اتفاق ہے مگر حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہم کی رائے کے موافق ڈھائی برس تک بچے کو دودھ پلایا جاسکتا ہے اور اگر بچہ اس مدت میں کسی اور عورت کا دودھ پی لے تو اس سے حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی جیسا کہ حملہ و فصالہ ثلثون شھرا سے واضح ہوتا ہے اسی لیے علمائے کرام نے مدت رضاعت کے تین مدارج قائم کئے ہیں (۱) ادنی مدت ڈیڑھ سال (۲) اوسط مدت دو سال (۳) انتہائی مدت ڈھائی سال ہے اگر بچہ دو سال کے اندر ہی دودھ سے مستغنی ہو جائے تو ماں دودھ ترک کرا سکتی ہے اور اگر وہ دو سال سے زائد مدت تک پلائے تو پلا سکتی ہے اس پر سب علماء کا اتفاق ہے۔[1]

حرمت دودھ پلانے کی انتہائی مدت ڈھائی سال ہے اگر کوئی بچہ اس عمر سے پہلے تک یا اس کے درمیان کسی اور عورت سے دودھ پی لے تو اس کو وہ تمام رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو قرابت نسب سے حرام (یعنے ان سے کسی قسم کا نکاح نہیں کر سکتا) ہیں امام شافعیؒ کی رائے کے مطابق بچہ پانچ بار دودھ پیوے تو حرمت ثابت ہے مگر حضرت امام ابوحنیفہؒ کی رائے کے موافق بچے کے ایک بار کے پینے سے بھی حرمت ثابت ہو جائیگی ان کی دلیل وامھاتکم التی ارضعنکم ہے جس میں مطلقاً دودھ پلانے کا حکم ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

دودھ پینے سے وہ تمام رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب سے ہی اس میں گنتی یا تھوڑے اور بہت کی کوئی شرط نہیں ہے اسی لیے فقہا نے تبلایا ہے کہ اگر بچے کے منھ اور ناک کے ذریعے سے کسی عورت کا دودھ پیٹ میں پہنچ جائے و نیز پہنچنے کے بعد قئے بھی ہو جائے تب بھی رضاعت ثابت ہے۔[2] البتہ دودھ کو پانی یا دوا میں ملا کر

---

[1] - شرح کتاب النفقات للخصاف صفحہ از ۲ تا ۳۔ [2] - در مختار بر حاشیہ رد المحتار جلد ۲ باب الرضاع - فتاوی خلاصہ صفحہ ۱۱۷ - محیط سرخسی جلد اول صفحہ ۲۰۰

دیا جائے تو ان صورتوں میں اگر دودھ غالب ہوگا تو حرمت ہوگی ورنہ اس سے حرمت ثابت نہ ہوگی[۱] حرمت کی ایک اور صورت یہ بتلائی گئی ہے کہ جس عورت کا حیض بند ہوجاتا ہے ایسی عورت کے دودھ سے بھی جب کہ مدت رضاعت کے اندر ہو پلایا جائے تو شرعاً حرمت ثابت ہوگی[۲] دنیز رضاعت کی مدت ختم ہونے کے بعد اگر کوئی بچہ کسی کا دودھ پی لے تو حرمت ثابت نہ ہوگی[۳]

حضانت سات سال سے کم عمر بچوں کی حضانت اور تا حد بلوغ لڑکیوں کی حضانت (پرورشی۔ حفاظت) کا حق ماں کو حاصل ہے ماں بچے کو حد استغنی تک اپنی نگرانی میں رکھنے کی مجاز ہوگی خواہ باپ موجود ہو یا نہ ہو کیونکہ بچہ اس مدت سے پہلے باپ کے مقابلے میں ماں کی شفقت کا محتاج رہتا ہے۔ اگر بچوں کا باپ ان کی ماں کو طلاق بھی دیدے تب بھی ماں کا یہ حق قایم رہے گا اور دوسرا شوہر کر لینے کی حالت میں جب کہ یہ شوہر بچے کے اقارب (محرموں سے ہو) سے ہو قایم رہے گا۔ لیکن اجنبی ہونے کی صورت میں یہ حق باپ کو حاصل ہوجاتا ہے[۴]

مدت حضانت حضرت امام حضافؒ صاحب کتاب نے حد استغنی کی چار صورتیں قائم کی ہیں پہلی صورت یہ بتلائی ہے کہ لڑکا اکیلا بلا کسی مدد کے کھانا کھائے (۲) اور بلا کسی مدد کے پانی پیا کرے (۳) بلا کسی مدد کے کپڑے وغیرہ پہنا کرے

---

[۱] ۔ کنز الدقایق کتاب الرضاع ۔ [۲] ۔ درمختار بر حاشیہ ردمختار جلد ۲ باب الرضاع صفحہ ۴۱۳ ۔ [۳] ۔ واذا مضت مدۃ الرضاع لم یتعلق بہ . . . فتاوی عالمگیری جلد ا کتاب الرضاع ۔ [۴] ۔ شرح کتاب النفقات صفحہ (۱۱- ۵۱) درمختار بر حاشیہ ردالمختار باب الحضانت صفحہ ۶۵۵ ۔ کتاب الاثار نمبر ۲۴۷ ۔ پریوی کونسل کا فیصلہ ہے کہ شرع اسلام کی رو سے نابالغ بچوں کی بلحاظ جنس کے ایک خاص مدت تک صرف حضانت ذات کا حق ماں کو حاصل ہے مگر وہ فطری ولی نہیں ہے البتہ باپ قانونی ولی ہے اور اگر وہ مرگیا تو حسب قانون حنفی اس کا مقرر کردہ وصی مہتمم ترکہ ہوگا ملاحظہ ہو مقدمہ زہرہ بی بی بنام عبدالرزاق ۱۹۱۰ء ۱۲ بمبئی لار پورٹ ۱۹۸ -

(۴) بلا کسی اعانت کے استنجا کیا کرے۔ جن لڑکوں میں یہ چار صورتیں پائی جائیں ان پر حدِ استغنیٰ تک پہنچنے کی تعریف صادق آئے گی ورنہ نہیں۔

جو لڑکے حدِ استغنیٰ تک پہنچ جاتے ہیں تب ان کی حصانت کا حق باپ کو حاصل ہوگا کیونکہ یہ زمانہ بچوں کی تعلیم و تربیت کا کہلاتا ہے۔

کس عمر کے بچوں میں حدِ استغنیٰ تک پہنچنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے اس کے متعلق بتلایا گیا ہے کہ بچوں میں کسی طرح چار سال میں یہ صلاحیت پیدا نہیں ہوتی پانچویں اور چھٹے سال میں اختلاف ہے کیونکہ اس زمانے میں بعض وقت بچوں میں صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے اور بعض میں نہیں لیکن ساتویں سال میں پہنچنے کے بعد بچے میں حدِ استغنیٰ کی اچھی خاصی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے اور علماء کو بھی اسی مدت پر اتفاق ہے اس لیے بچہ (۷) سال کی عمر تک ماں یا دیگر ورثاء کے پاس رہ سکے گا اس کے بعد حصانت کا حق باپ کی طرف منتقل ہوگا[۶]

لڑکیوں کے متعلق بتلایا گیا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کی رائے کے مطابق لڑکی بالغ ہونے تک ماں کے زیرِ نگرانی رہے گی۔ اس بارے میں امام ابی یوسفؒ کی رائے ہے کہ لڑکی اس معیار پر پہنچ جائے کہ اس پر شہوت واقع ہو یا اس کے مانند دیگر لڑکیاں مباشرت کے قابل ہوں تب ماں سے حقِ حصانت باپ کی طرف منتقل ہوگا[۷] البتہ مراہقہ (مراہقہ اس عورت کو کہتے ہیں جس میں احتلام کے

---

[۵] - استنجا سے مراد یہ ہے کہ بچہ بذاتِ خود اپنی طہارت پر قادر ہو اور اپنے نفس کو بلا کسی اعانت کے پاک و صاف رکھ سکے۔ از شرح نفقات صفحہ ۱۰۔ [۶] - شرح کتاب النفقات صفحہ ۱۰۔ شیعی فقہ کے لحاظ سے ماں کو اپنے لڑکوں کے متعلق دو سال اور لڑکیوں کے متعلق سات سال کی تکمیل تک حقِ حصانت رہے گا، بچوں کے ان عمروں تک پہنچنے سے پہلے ماں کا انتقال ہو جائے تو یہ حق باپ سے متعلق ہو جائے گا۔ بیلی جلد دوم صفحہ ۹۵ و مقدمہ سلیم النسا بنام سعادت ۱۹۱۴ء ۳۶ الہ آباد صفحہ ۲۲۴ از اصول شرح اسلام فرید ونی ۱۹۶۴ء [۷] - شرح النفقات ۱۱۰ فتاوی شامی جلد ۲ باب الحصانت صفحہ ۶۵۸۔

آثار پائے جائیں ایسی صورت میں حسب رائے امام محمدؒ باپ کو حصانت کا حق رہے گا۔
لڑکی میں مصاہرت کی قابلیت کس عمر میں پہنچنے کے بعد پیدا ہو گی فقہاء نے اس مسئلے کو مندرجہ ذیل حصوں میں تقسیم کیا ہے۔
۱۔ اگر لڑکی پانچ سال یا اس سے کم ہو تو صاحب شہوت نہ ہو گی۔
۲۔ اگر لڑکی ۶ یا ۷ سال ہونے پر اس کی جسمانی حالت اچھی ہو تو وہ ضرور صاحب شہوت ہو گی ورنہ نہیں۔
۳۔ اگر لڑکی ۹ یا دس سے زیادہ سال کی ہو جائے تو ضرور صاحب شہوت ہو گی امام ابی لیثؒ کی بھی یہی رائے ہے کہ لڑکی (۹) سال کی عمر میں حد بلوغ کو پہنچ جاتی ہے اس کے بعد باپ کی طرف حق حفاظت منتقل ہو سکے گا۔ [1]

اجرت رضاعت

بچوں کو دودھ پلانے کی وجہ سے عورت اپنے شوہر سے دودھ پلانے کا معاوضہ طلب کرنے کی مجاز نہ ہو گی اس لیے کہ شریعت نے ایسے مطالبے کو ناجائز قرار دیا ہے اور شوہر بھی اپنی زوجہ کو دودھ پلانے پر مجبور کرنے کا حکماً مجاز نہ ہو گا۔ [2]

کیا عورت بچے کو دودھ پلانے پر مجبور کی جا سکتی ہے

اوپر بتلایا گیا ہے کہ عورت پر بچوں کو دودھ پلانے کا لزوم دیانتہً ہے وہ دودھ پلانے پر مجبور نہیں کی جا سکتی اگر عورت بچے کو دودھ پلانے سے انکار کرے تو شوہر کسی اور عورت کے ذریعے (بطور خادمہ) دودھ پلانے کا انتظام کر سکتا ہے۔ مگر شوہر کو ایسی صورت میں حق نہ ہو گا کہ وہ بچے کو ماں سے علٰحدہ رکھے، ہر حال میں بچہ ماں کے پاس رہے گا اور

---

[1] شرح کتاب النفقات صفحہ ۱۱ فتاوی ہندویہ جلد ا صفحہ ۱۵۱۔ برطانوی ہند میں لڑکیوں کے بلوغ کی انتہائی مدت ۱۸ سال اور لڑکوں کے لیے ۲۱ سال کی تکمیل پر ختم ہوتا ہے۔ مگر دولت آصفیہ حیدرآباد میں جہاں حکومت کا سرکاری مذہب حنفی ہے حسب احکام شرح بلوغ کا تصفیہ ہوتا ہے۔
[2] شرح کتاب النفقات للخصاف از صفحہ ۲ تا ۳۔

ماں کو بچے پر نگرانی کا کامل حق رہے گا۔[1]

آنا کے فرائض

اگر بچے کو دودھ پلانے کے لیے انّا کا انتظام ہو تو شریعت اسلام نے اس کے متعلق یہ تبلایا ہے کہ اگر بوقت تقررہ دایہ کسی قسم کی کوئی شرط قایم کی گئی ہے تو شرائط کی پابندی دایہ کے لیے ضروری ہوگی اور اگر تقرر کے وقت کسی قسم کی شرط نہیں کی گئی ہے تو اس کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ بچے کی ماں کے گھر میں رہے اور بچے کو اس قدر دودھ پلائے کہ پیٹ بھر جائے اور دودھ پلانے کے بعد وہ بچے کو ماں کے تفویض کرے البتہ ماں کے صحنِ مکان میں بھی بیٹھ کر بچے کو دودھ پلا سکتی ہے۔[2]

ماں کے نہ ہونے کی صورت میں حق حضانت کس کے ذمے ہوگا

ماں کے نہ ہونے کی صورت میں سات سال سے کم عمر لڑکوں اور نابالغ لڑکیوں کی حفاظت مفصلہ ذیل رشتہ دار عورتوں سے بہ ترتیب ذیل متعلق رہے گی۔[3]

(۱) ماں کی ماں بہ سلسلہ صعودی
(۲) باپ کی ماں " "
(۳) حقیقی بہن
(۴) اخیافی بہن
(۵) علاتی بہن
(۶) حقیقی بہن کی بیٹی
(۷) اخیافی بہن کی بیٹی
(۸) علاتی بہن کی بیٹی
(۹) خالہ بہنوں کی ترتیب میں
(۱۰) پھپی " "

عورتوں کے نہ ہونے کی صورت میں مردوں کا حق حفاظت

اگر ماں اور وہ رشتہ دار عورتیں جن کا ذکر اوپر

---

[1] شرح کتاب النفقات صفحہ ۶ شافعی مذہب کے لحاظ سے عورت کو اس حالت میں بھی اجرت رضاعت کی ادائی کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔

[2] شرح کتاب النفقات صفحہ ۶۔

[3] درمختار برحاشیہ ردالمحتار جلد ۲ باب الحضانت صفحہ ۶۵۵۔ وشرح کتاب النفقات صفحہ ۵۱۔

کیا گیا ہے موجود نہ ہوں تو حق حفاظت حسب ترتیب ذیل اشخاص کو حاصل رہے گا۔
(۱) باپ (۲) قریب تر دادا (۳) حقیقی بھائی (۴) علاتی بھائی (۵) حقیقی بھائی کا بیٹا (۶) علاتی بھائی کا بیٹا (۷) حقیقی چچا (۸) علاتی چچا (۹) حقیقی چچا کا بیٹا (۱۰) علاتی چچا کا بیٹا۔ لیکن اس شرط کے ساتھ کوئی مرد کسی بے بیاہی لڑکی کی حفاظت کا مستحق نہ ہوگا۔ جب تک کہ وہ اس لڑکی کے محرموں سے نہ ہو اگر کوئی شخص موجود نہ ہو تو عدالت کسی دوسرے شخص کو ولی یا مختار مقرر کر سکے گی[1]

عورتیں کب ناقابل حصانت ہو جاتی ہیں

ماں اور ہر وہ عورت جو بچوں کی حصانت کی مستحق ہو سکتی ہیں مندرجہ ذیل حالتوں میں ان سے حصانت کا حق زائل ہو جائے گا[2]

(۱) مطلقہ ہونے کے بعد ایسے شخص سے نکاح کرے جو بچے کے محرموں سے نہ ہو بلکہ اجنبی ہو۔ (اس لیے کہ عورت دوسرے شوہر کی خدمت کی وجہ سے بچے کی کافی خدمت نہ کر سکے گی) (۲) بحالت قیام نکاح وہ بچوں کے باپ کے مقام سکونت سے دور جا کر رہتی ہو۔
(۳) بد اخلاقی کی زندگی بسر کرتی ہو یا بچوں کی نگرانی اور حفاظت کرنے میں غفلت اور لاپروائی کرتی ہو[3] ان تمام صورتوں میں بچے کی حصانت کا حق ماں سے ساقط ہو جائے گا۔

نابالغ اولاد کا نفقہ

نفقے کا استعمال خوراک، لباس اور رہنے کے مکان پر حاوی ہے۔ احکام شرع کے لحاظ سے باپ کا فرض ہے کہ نابالغ بچوں کو تا حد بلوغ اور لڑکیوں کو نکاح ہونے تک نفقہ دے[4]۔ البتہ نابالغ اولاد

---

[1] ہدایہ جلد ( ) درمختار حاشیہ ردمختار کتاب النکاح باب الحصانت جلد ۲ صفحہ ۶۵۵ و شرح کتاب النفقات صفحہ ۵۲۔ [2] شرح کتاب النفقات صفحہ ۵۱
[3] دیکھو مقدمہ عباسی بنام ڈنشی ۱۸۷۵ء الہ آباد ۵۹۸۔ [4] از شرح کتاب النفقات صفحہ ، اس کی تائید قرآنی آیت علی الموسع قدرہ وعلی المقتر قدرہ (متمول اور مفلس دونوں کے لیے ان کی طاقت کے موافق کشادگی ہے) ومن وجدکم (تمہاری طاقت کے موافق) سے بھی ہوتی ہے۔

کی جائداد ہو تو ان کی جائداد سے باپ کو یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ رضاعت کی مدت ختم ہونے کے بعد[1] ان کی جائداد سے ان پر خرچ کرے۔[2] حد بلوغ کو پہنچے ہوئے لڑکوں کا نفقہ دینا باپ کے فرائض میں داخل نہیں ہے، بجز اس حالت کے کہ وہ معذور یا بیماری کی وجہ سے خود کھانے اور کمانے کے ناقابل کا ہوں۔ اگر باپ اپنی نابالغ اولاد کی پرورش سے انکار کرے تو عدالت کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ ان کے نفقے کے لیے باپ کو مجبور کرے تاکہ بچہ اندیشۂ ہلاکت سے محفوظ رہے۔ اس میں باپ کے مقدرت اور غیر مقدرت کا کوئی سوال نہیں ہے باپ کے غیر مقدرت ہونے کی صورت میں عدالت کو یہ بھی اختیار دیا گیا ہے کہ وہ باپ کو محنت اور مزدوری کے ذریعے چھوٹے بچوں کا نفقہ ادا کرنے پر مجبور کرے اور اگر اس کی تعمیل نہ ہو تو قید کی سزا تجویز کرنے کا قاضی کو حق ہوگا۔ اس کی وجہ یہ بتلائی گئی ہے کہ نابالغ اولاد پر باپ کو حق ولایت حاصل ہے اور یہ بمنزلہ ذات ہے باپ کی موجودگی میں کسی دوسرے شخص کو ولایت کا حق نہیں اس لیے ہر حیثیت سے نابالغ اولاد کا نفقہ باپ پر واجب ہوگا۔ اگر باپ مفلس اور کمائی کے ناقابل ہو تو ماں بشرطیکہ اس کی مالی حالت اچھی ہو باپ کی طرح اولاد کے نفقے کی ذمے دار ہوگی اور باپ پر یہ اخراجات بطور قرض کے ہوں گے بعد درستی حالت اس کی ادائی باپ کے ذمے ضروری ہوگی اور اگر ماں بھی مفلس ہو تو عدالت عورت کو حصول قرض کی اجازت دے گی اس کی ادائی بھی بچوں کے باپ پر ضروری ہوگی باپ اور ماں کے مفلسی کی صورت میں دادا بھی موجود ہو تو حسب رائے امام ابوحنیفہؒ دادا ان بچوں کے نفقے کا ذمہ دار ہوگا۔[3]

اگر کوئی باپ اپنے بچے کا نفقہ ادا کرنے سے پہلے فوت ہو جائے تو بچہ اس کے

---

[1] درمختار جلد (۲) باب النفقہ۔ [2] شرح کتاب النفقات صفحہ ۵ میں یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ باپ پر ایسی اولاد کا نفقہ واجب نہیں ہے جس کی پرورش خود اس کی جائداد سے ہو سکتی ہے یعنے باپ ان کی جائداد سے ان پر نفقہ خرچ کرنے کا حق رکھتا ہے البتہ اضیات کی شکل میں جائداد ہو تو احتیاطاً اس کے فروخت کی ممانعت کی گئی ہے۔ [3] شرح کتاب النفقات صفحہ ۵ تا ۹ فتاوی النوازل از امام ابی لشب[؟] صفحہ ۱۵۲۔

مال سے نفقہ حاصل کرنے کا مجاز نہ ہوگا کیونکہ جب کوئی شخص فوت ہو جاتا ہے تو اس سے نفقے کی ادائی کا لزوم بھی ساقط ہو جاتا ہے اسی طرح محارم کے نام اجرا شدہ نفقے کی ڈگری بھی ساقط ہو جائے گی اگر محارم یہ اجازت عدالت متوفی کے نام بطور قرض ادا کرتے ہیں تو اس کی ادائی متروکہ کے ذریعے ہو سکے گی یہی عورت کے نفقے کا حکم ہے جب کہ وہ عدالت کی اجازت سے قرض حاصل کرے اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسا کہ اگر کوئی شخص خود قرض حاصل کرے تو اس کا قرض اس کے وفات کی وجہ سے باطل نہ ہوگا اور جب اس کا بطلان ثابت نہ ہوا تو حکم عدالت سے جو بھی قرض حاصل کرلے وہ کالعدم متصور نہ ہوگا امام حاکم کی بھی یہی رائے ہے[1]

بچے والی عورتوں کا نفقہ

عورت جب شوہر کے نکاح میں رہے تو اس حالت میں عورت کو شوہر کے جانب سے جو نفقہ حاصل ہوگا وہ اس معاوضے یا سبب سے ہوگا جس کا مرد بذریعہ صحبت تمتع حاصل کرتا ہے اس کے بعد اس عورت سے بچے بھی پیدا ہوں اور وہ بچوں کو دودھ بھی حسب احکام شرع پلائے تو ایسی حالت میں عورت کا یہ نفقہ رضاعت اور تسکین نفس دونوں میں قسماً ہوگا[2] اس کی تائید قرانی آیت سے بھی ہوتی ہے جیسا کہ فرمایا ہے۔

وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف! اگر کوئی شخص اس عورت سے دودھ پلانا چاہئے تو باپ پر دودھ پلانے والیوں کا کھانا کپڑا دستور کے موافق لازم ہے۔

طلاق کی صورت میں نابالغ بچوں کی ماؤں کا نفقہ اور ان کے اصول

جب کبھی میاں اور بیوی کے درمیان تفریق ہو جائے اور عورت زمانہ عدت میں رہ کر بچے کو دودھ پلائے تو ایسی حالت میں معتدہ کے لباس اور خوراک کے

---

[1] شرح کتاب النفقات صفحہ
[2] شرح کتاب النفقات صفحہ ۳۔

اخراجات بچے کے باپ پر ہوں گے، اور نفقہ عدت کا بعض حصہ نفقہ عدت میں اور بعض حصہ اجرت رضاعت پر مشتمل ہوگا[1] جیسا کہ قرآن میں بھی ہے "ولا تضار والدۃ بولدھا ولا مولود لہ بولدہ"۔ نہ ماں کو بچے کی وجہ سے تکلیف دی جائے اور نہ باپ کو بچہ کی وجہ سے۔

اگر کوئی عورت طلاق کے بعد ایام عدت میں نفقہ عدت کے علاوہ علیحدہ طور پر اجرت رضاعت کا مطالبہ کرے تو ایسی صورت میں بھی عورت علاوہ نفقہ عدت کے کسی اور نفقے کی مستحق نہ ہوگی کیونکہ ایک ہی صورت میں اجرت رضاعت اور نفقۂ عدت دونوں جمع نہیں ہوسکتے۔

شریعت کا یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ جب تک عورت شوہر کے نکاح میں رہے شوہر پر اسکیلئے نفقے کا لزوم ہے باوجود اس کے عورت شوہر سے بحالت نکاح اجرت رضاعت طلب کرنے کی مجاز نہیں ہوگی[2] خواہ اس سے بوقت نکاح کسی قسم کا معاہدہ (وہ حقوق جو شریعت کے خلاف ہو) ہوا ہو ہر حالت میں معاہدہ کالعدم متصور ہوگا اگر عورت شوہر سے اس قسم کا مطالبہ کرے کہ جو اجرت دودھ پلانے کی اجنبی عورت کو دی جاتی ہے وہی دی جائے ایسی صورت کو بھی شریعت نے ناجائز قرار دیا ہے[3] جیسا کہ اوپر تبلایا گیا ہے کہ ایک حالت میں دو نفقے جمع نہیں ہوسکتے البتہ عورت شوہر کے نکاح میں نہ رہے اور وہ زمانہ عدت بھی ختم کرلی ہو تو ایسی صورت میں صرف اُجرت رضاعت حاصل کرنے کی مجاز ہوسکے گی بشرطیکہ وہ بچے کی کافی نگہداشت کرسکے اور عقد ثانی کی صورت میں دیکھا جائے گا کہ بچے کے محارم سے اگر اس کا شوہر ثانی ہو تو نفقہ رضاعت جاری رہے گا ورنہ ساقط ہوجائے گا اور بچہ کی حفاظت باپ کی طرف حسب قاعدہ منتقل ہوجائے گی[4] یہ بھی تبلایا گیا ہے کہ مطلقہ زوجہ اپنے بچوں کی حفاظت بلا اجرت کرنے پر آمادہ نہ ہو اور ان بچوں کا باپ مفلس ہو تو ایسی صورت

---

[1] شرح کتاب النفقات صفحہ ۴۔ [2] شرح کتاب النفقات صفحہ ردالمختار جلد ۲ صفحہ ۲۰۲۔ [3] سرح کتاب النفقات صفحہ ۷۔ [4] شرح کتاب النفقات صفحہ ۴۔

میں بتلایا گیا ہے کہ ماں اور باپ کی طرف سے جو بھی مفت رضاعت وحضانت پر آمادہ ہوں گے ان کے ذمے ان بچوں کی پرورش منتقل ہو سکے گی [1]

شریعت کے نزدیک وارث سے کون اشخاص مراد ہیں

حضرت سیدنا عبداللہ ابن مسعودؓ کی رائے کے مطابق وعلی الوارث مثل ذالک سے مراد ورثا ئے محارم مراد ہیں جس کی وجہ سے محارم پر نفقے کی ادائیگی لازمی قرار پاتی ہے حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباسؓ کی رائے کے مطابق وعلی الوارث مثل ذالک سے دوسرے اسباب مراد لیے گئے ہیں اور محارم ادائی نفقے سے مستثنیٰ ہیں۔ مگر علماء کو حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ کی رائے سے اتفاق ہے اور محارم پر نفقے کا وجوب کیا گیا ہے اس آیتہ کریمہ کے متعلق حضرت امیر المومنین سیدنا عمرؓ کی رائے ہے کہ "بلا کسی شرط کے ابن العم پر بھی نفقہ واجب ہے یہاں تک کہ قبیلے میں ایک شخص بھی موجود ہو ادائی نفقے پر مجبور کیا جائے گا۔ اس مسئلے کے متعلق حضرت زید ابن ثابت سے بھی دو روایتیں ہیں پہلی روایت سیدنا عمرؓ کی رائے سے اتفاق کرتی ہے اور دوسری روایت سیدنا عبداللہ ابن مسعودؓ کی رائے سے متفق ہے حضرت ابن ابی لیلیٰ کو بھی حضرت سیدنا عمرؓ کی رائے سے اتفاق ہے لیکن احناف کی متفقہ رائے حضرت سیدنا عبداللہ ابن مسعود کی رائے سے متفق ہے [2]

مفلسی کی صورتوں میں نفقے کے اصول

اگر عورت مفلس ہو لیکن اس کے ماں باپ خوشحال ہوں تو ایسی صورت میں ماں پر ایک ثلث اور باپ پر دو ثلث نفقے کی ادائی ہوگی [3] اگر ایک شخص کے بیٹی۔ چچا اور ماں ہو یا پھوپھی اور ماں ہو تو ایسی صورت میں بیٹی (جو محارم سے ہے) پر نفقہ ہوگا۔ اگرچہ کہ دیگر ورثاء میراث میں مساوی حصہ پاتے ہیں لیکن ایسی صورت میں

---

[1] فتاوی نظامیہ جلد اول صفحہ ۱۲۶ بحوالہ فتاوی در ے وا تھات المفتین صفحہ ۲۷ ۔ [2] شرح کتاب النفقات صفحہ   رد المختار جلد ۲ صفحہ ۳۰۲ [3] ۔ امام ابوحنیفہؓ۔ امام حسنؓ۔ اور امام ابی یوسف رحمتہ اللہ علیہم کی متفقہ رائے ہے از شرح نفقات صفحہ

بوجہ والد ہونے کے وراثت کا اعتبار نہ کیا جائے گا اور ایسے محرم رشتہ دار جو محتاج اور کمانے سے معذور ہوں ان کا نفقہ ورثا پر بقدر میراث ضروری قرار دیا گیا ہے مثلاً ایک شخص کے لیے بھائی بہن اور ماں ہو تو ان ورثا پر ان کے حصے کے موافق نفقہ ہوگا۔ اسی طرح اگر ایک شخص کے لیے بہن اور چچا ہو تو اس میں بھی بقدر میراث حصہ نفقے کی ادائی ہوگی ماں اور دادا ہونے کی صورت میں نفقے کی کل ذمے داری دادا پر ہوگی لیکن والدین اور اجداد کے مفلسی کی وجہ سے ان کے نفقے کا وجوب اولاد پر ہوگا۔[1]

بچوں کی پرورشی سے ماں کا انکار کرنا اور اس کا انتظام

اوپر بتلایا گیا ہے کہ بچوں پر ماں کو حق حصانت حاصل ہے اگر وہ اپنے اس حق سے انکار کرے تو وہ مجبور بھی نہیں کی جائے گی۔ پرورشی سے انکار کی صورت میں نانی موجود ہو تو بچہ نانی کے زیر پرورش رہے گا کیوں کہ ماں کی عدم موجودگی (وفات) میں نانی کو حصانت کا حق ہے، اس لیے دادی کے مقابلے میں نانی کو حق ترجیح رہے گا۔ (فتاوی عالمگیری جلد ۱ صفحہ ۵۴۱)

نفقے کی واپسی

اگر ماں بچے پر نفقہ خرچ نہ کرے اور باپ کو اس کی شکایت ہو تو عدالت کو تحقیقات اور فیصلے کا حق دیا گیا ہے اور قاضی عدالت کے نزدیک اس بات کی تحقیق ہو جائے کہ عورت بچوں کی کافی نگہداشت اور ان پر نفقے کی کامل رقم خرچ نہیں کرتی ہے تو وہ خود تقسیم نفقے کا مناسب نظم کرنے کا مجاز ہوگا۔[2]

باپ کے بعد بچوں کا نفقہ کس پر ہوگا

باپ کی وفات کی وجہ سے چھوٹے بچوں کا نفقہ ماں اور محارم پر ہوگا مثلاً اگر ایک چھوٹے بچے کا باپ فوت ہو جائے اس وقت اس بچے کا بھائی اور ماں موجود ہو تو ایک ثلث ماں پر اور دو ثلث بھائی پر نفقے کی ادائی کا لزوم ہوگا اور یہ عمل وراثتی اصول پر

---

[1] شرح کتاب النفقات صفحہ ۵ و کنز الدقائق باب النفقہ

[2] شرح نفقات صفحہ ۱۳۔

قایم کیا گیا ہے یعنی اگر بچے کے فوت ہونے کی صورت میں اس کا متروکہ اسی اصول پر تقسیم ہوگا۔ چونکہ ماں بچے کی محافظ رہے گی اس وجہ سے اس کا حصہ ساقط سمجھا جائے گا' اور بھائی کو دو حصے دینے ہوں گے اور اس کی ادائی خوراک اور لباس کے حد تک ہوگی اور رضاعت کی اجرت کا بار ماں پر رہے گا' کیونکہ ماں اس امر میں مختار ہے اور بھائی کی حیثیت مفلس کی سی ہے [۱]

نابالغ اولاد کا نفقہ شریعت کی رو سے بالغ اولاد کا نفقہ باپ پر واجب نہیں مگر ان بالغ اولاد کے معذور اور کسی کسب کے ناقابل کار ہونے کی صورت میں ان کے نفقوں کی ذمہ داری باپ پر ہوگی باپ کے متمول نہ ہونے کی صورت میں بیت المال سے ادائی ہوگی اور بالغ بچے کسی کسب کے اہل ہوں تو وہ کسب پر مجبور کئے جائیں گے اور ان کے لئے کسب کے ذرایع حکومت کی جانب سے فراہم کئے جائیں گے [۱]

بیوی اور بچے کے نفقے کا فرق بیوی اور بچے کے نفقے میں فرق ہے کیونکہ بیوی خواہ وہ مالدار ہو یا نہ ہو' ہر حیثیت سے شوہر سے نفقہ پانے کی مستحق ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مرد عورت سے صحبت کرتا ہے اور اس کے حسن و جمال سے فائدہ اٹھاتا ہے اور یہ مشابہ بدل ہے' بدل کی صورت میں خواہ عورت متمول ہو یا مفلس ہر حالت میں عورت کا نفقہ شوہر پر واجب ہوگا برخلاف اس کے نابالغ اولاد کے نفقے میں ایسی صورت نہیں کیونکہ اولاد کو جو نفقہ دیا جاتا ہے وہ حاجت کی وجہ سے ہے اور بغیر حاجت نفقے کی ادائی باپ پر لازمی نہیں۔ (شرح کتاب النفقات صفحہ ۵)

بلوغ کی انتہائی عمر جیسا کہ اس کے اوپر بتلایا گیا ہے کہ مرد یا عورت جو کوئی ہو فی الحقیقت بالغ ہو جائے یعنے لڑکے میں احتلام اور لڑکی میں احتلام حیض

---

[۱] ۔ شرح نفقات صفحہ ۱۳۔ [۲]۔ شرح نفقات صفحہ ۷۔ یہ سب صورتیں مسلمانوں میں اس وقت نہیں جب کہ مسلمان آزاد تھے محکوم نہ تھے آزادی بڑی نعمت ہے بغیر آزادی کے احکام شرح کا نفاذ ناممکنات سے ہو گیا ہے۔ یورپ میں جس کسی کو مزدوری نہیں ملتی ہے انھیں حکومت کی جانب سے روزانہ خرچہ دیا جاتا ہے یہ سعادت ان کو آزادی کی بدولت نصیب ہوئی۔

اور حمل (نکاح ہونے کی وجہ سے) جیسے آثار معلوم ہوں تو وہ مرد یا عورت بالغ متصور ہوں گے اگر ان امور میں سے کوئی بھی کسی میں نہ پایا جائے تو اس کے لیے پندرہ سال کی عمر کو پہنچ جانے پر بلوغ کا قیاس قائم ہوتا ہے اور ایسے ہی بالغ اشخاص شرعی احکام کے مخاطب اور ذمہ داریوں کے اہل متصور ہوں گے اور انھیں اپنی ذات اور جائداد کے تمام معاملات میں کارروائی کرنے کے حقوق حاصل رہیں گے[1]

نابالغوں کی جائداد کے اولیا

نابالغوں کی جائداد کی ولایت کا حق سب سے پہلے باپ کو پہنچتا ہے اور اس کے انتقال کے بعد اس کے وصی کو اگر اس نے کسی کو بطور وصی مقرر کیا ہو تو پھر وصی کے وصی پھر ان کی عدم موجودگی میں دادا کو حق ولایت حاصل ہے ان سب کی عدم موجودگی میں عدالت کو ولایت کا حق حاصل ہوگا

ولی کو اس امر کا حق ہے کہ وہ نابالغ کی جائداد کا کافی احتیاط کے ساتھ انتظام کرے اور وہ اس امر کا بھی مجاز ہے کہ وہ ایسی کارروائیاں کرے جو نابالغ کی حق میں کلیۃً مفید ہوں مثلاً قبول ہبہ وغیرہ مگر وہ اپنے کسی عمل کے ذریعے جو نابالغ کے حق میں مضرت رساں ہوں یا نابالغ پر کسی قسم کی ذمے داری عاید ہوتی ہو کرنے کا مجاز نہ ہوگا[2] مثلاً وہ نابالغ کی جائداد کو ہبہ یا وقف یا بذریعہ وصیت منتقل کرنے کا کسی طرح اختیار نہ رکھے گا۔

ایسے معاملات جس میں نفع و نقصان دونوں کے ہونے کا امکان ہو، ولی بجانب نابالغ کے کرنے کا مجاز ہوگا اور ان کی پابندی نابالغ پر ضروری ہوگی بشرطیکہ وہ صریح اور کلیۃً مضرت کے باعث نہ ہوتے ہوں اور نقصان رساں ہونے کی صورت میں وہ امام ابی یوسف اور امام محمد کی رائے کے مطابق جنکی امام ابوحنیفہ کی رائے کے مقابلے میں ترجیح دی گئی ہے منسوخ کردیئے جائیں گے۔

---

[1] بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال والاصل ھو الانزال والجاریۃ بالاحتلام والحیض والحبل فان لم یوجد فیھما شئی فحتی یتم خمس عشرۃ سنۃ وبہ یفتی لقصر اعمار زماننا۔ از در مختار بر حاشیہ رد المختار جلد ۵ کتاب الحجر صفحہ ۱۰۰ و قدوری کتاب الحجر صفحہ ۹۳ فتاوی النوازل مطبوعہ اشاعۃ العلوم حیدرآباد دکن صفحہ ۳۰۳۔ قانون کی رو سے بالغ وہ شخص سمجھا جائیگا جس نے اپنی عمر کے (۱۸) سال پورے کرلیے ہوں۔ [2] توضیح تلویح صفحہ ۲۳۷، [3] ولی اس کا مجاز نہیں کہ نابالغ کی جائداد کو ذمہ دار کرے اور ماں اور نابالغ کو بھی حق نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو دکن لا رپورٹ جلد ۱۴ صفحہ ۲۷ تا ۳۲ دکن لا رپورٹ جلد ۳ صفحہ ۲۴۱۔ شرع اسلام نے نابالغ کے فلاح و بہبود کیلیے جو قاعدے بتلائے ہیں اسکی پابندی عدالت کے لیے ضروری ہے۔ از اصول شرع اسلام صفحہ ۶۲۴۔

نکاح اور اس کی عام غرض وغایت

یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ جس طرح بھوک معلوم ہونا انسانی فطرت میں داخل ہے اسی طرح جذبات شہوانی کا پیدا ہونا بھی لازمی ہے یہ نہایت اہم سوال ہے کہ ان جذبات کو کس طرح رفع کیا جائے اور کس طرح انسان اپنے جذبات پر قابو رکھے بعض کا خیال ہے کہ ان کو تجرد کے ذریعے دبائے رکھنا چاہئے لیکن یہ طریقہ کبھی بھی مفید اور کارگر ثابت نہیں ہوا جو لوگ تجرد کے حامی رہے وہ آزمائش کے وقت اپنے مقصد میں ناکام رہے اور کبھی بھی اپنے جذبات پر قابو نہیں رکھے بعض کا یہ خیال ہوا کہ عورت اور مرد کے تعلقات کو آزادانہ چھوڑ دیا جائے۔ تجربہ یہ تبلاتا ہے کہ ایسی صورت میں عورت کی عصمت محفوظ نہیں رہتی جس کے سبب نہ صرف مختلف خطرات پیدا ہونے کا امکان ہے بلکہ ہر شخص انواع و اقسام کے مرض میں مبتلا ہو جائے گا اور نتیجہ یہ ہوگا کہ توالد و تناسل کا سلسلہ بند ہو جائے گا حالانکہ جذبات شہوانی کا اصل مقصد یہی ہے کہ توالد و تناسل کا سلسلہ جاری رہے اس لئے قدرت نے عورت کو ایک مرد کے لیے پیدا کیا ہے اور یہی عمل جائز طور پر لطف اندوز ہونے کا بہترین طریقہ ہے اس تدبیر سے ذمے داریاں بھی پیدا ہوں گی اور ساتھ ساتھ خاندانی شرافت کا سلسلہ بھی قایم رہے گا۔

ان تمام امور پر غور کرنے کے بعد یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ عورت کی عصمت کا تحفظ ایک مرد کے ذریعے سے بہتر طور پر ہو سکتا ہے اور اسی عمل کے سبب انسان کو اشرف المخلوقات کا رتبہ ملا ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ عورت کس طرح اپنی عصمت کی حفاظت کرے اس کے متعلق قدرت نے نکاح کے طریقے کو جاری کیا تاکہ انسان جذبات شہوانی کی تکمیل کے ساتھ توالد و تناسل کے سلسلے کو تہذیب و اخلاق کے ساتھ جاری رکھ سکے۔

نکاح ایک معاہدہ ہے جو عاقدین کی رضامندی سے منعقد ہوتا اور ان ہی کی رضامندی سے باقی رہتا ہے اور یہی معاہدہ ان دونوں کی دائمی معاونت کا رشتہ قائم کرتا ہے اس کے بعد ان میں کا ہر ایک دوسرے کے دکھ درد آرام و راحت میں شریک کار رہتا ہے۔

اسلام میں نکاح کی اہمیت اسلام دنیا کا ایک آخری مذہب ہے اور اپنے لیے دینی اور دنیوی امور سے متعلق ایک مکمل دستور رکھتا ہے یہی ایک ایسا مذہب ہے جس کی تمام باتیں اور تمام مسائل اصول فطرۃ کے موافق اور حقیقت سے مملو ہیں اس کا کوئی کام ایسا نہیں جو بیکار اور نمائشی ہو۔

یہ مسلمہ ہے کہ اسلام سے پہلے دنیا کے کسی حصے میں عورتوں کو باپ یا شوہر کی جائداد سے کسی قسم کا استفادہ کا موقع نہیں دیا جاتا تھا اور نہ ان کے حقوق جو بحیثیت نسبی یا زوجہ ہونے کے ہوتے وہ تسلیم کئے جاتے تھے مگر اسلام نے عورتوں کو مردوں کے مانند جائداد سے فائدہ اٹھانے کا حق دیا جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے۔

للرجال نصیب مما ترک الوالدان والاقربون وللنساء نصیب مما ترک الوالدان والاقربون مما قل منہ او کثر نصیبا مفروضا	والدین اور رشتہ دار جو کچھ چھوڑیں اس میں مردوں کے بھی حصے ہیں اور عورتوں کے بھی چاہے وہ زیادہ چھوڑیں یا کم یہ مقرر کیا ہوا حصہ ہے۔ (پارہ ۴ سورہ نساء)

عورتوں کو اس طرح جائداد سے حصہ دلانے کے باوجود جو خصوصیات مردوں میں موجود ہیں اس کے لحاظ سے مرد کو اسلام نے بعض معاملات میں برتری بھی دی اور اس برتری کی وجہ سے ان کی ذمے داریوں میں حفاظت حقوق کا اضافہ بھی کیا تاکہ عدل و انصاف قائم رہے جیسا کہ قرآن مجید میں ظاہر کیا گیا ہے۔

ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف وللرجال علیھن درجۃ واللہ عزیز حکیم ؕ	اور عورتوں کے لیے بھی حقوق ہیں جو مثل ان ہی حقوق کے ہیں جو ان عورتوں پر ہیں دستور کے موافق اور مردوں کا ان کے مقابلے میں کچھ درجہ بڑھا ہوا ہے اور اللہ زبردست حکمت والا

ایک دوسرے مقام پر تبلایا گیا کہ

الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضھم علی بعض بما انفقوا من اموالھم ط۔ | مرد حاکم ہیں عورتوں پر اس سبب سے کہ اللہ تعالی نے بعضوں کو بعضوں پر فضیلت دی ہے اور اس سبب سے کہ مردوں نے اپنے مال ان پر خرچ کئے ہیں۔

قرآن مجید میں غرض نکاح بالفاظ ذیل ظاہر کی گئی ہے۔

ومن آیاتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیھا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ ان فی ذالک لآیات لقوم یتفکرون ۔ (سورہ روم پ۲۰) | خدا کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ اس نے تمہارے جوڑے پیدا کئے، تمہاری ہی جنس سے تاکہ تم ان سے سکون و راحت حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت و رحمت پیدا کی۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے۔

ھو الذی خلقکم من نفس واحدۃ وجعل منھا زوجھا لیسکن الیھا ۔ (سورہ اعراف) | خدا ہی نے تم کو ایک جنس سے پیدا کیا اور اسی سے تمہارا جوڑا بنایا تاکہ تم آرام و سکون حاصل کرو۔

نکاح کی قابلیت

ہر مسلمان جو عاقل اور بالغ ہو یہ معاہدہ کرسکتا ہے مجنون یا کم عمر جو حد بلوغ کو نہ پہنچے ہوں ان کے نکاح ان کے ولی کرنے کے مجاز ہوں گے[۱] جواز نکاح کے لیئے دو عاقل اور بالغ مسلمان مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کے مواجھے اور سماعت[۲] میں نکاح کا ایک فریق خود یا اس کی طرف سے کوئی شخص ایجاب کرے اور دوسرا فریق خود یا اس کی طرف سے کوئی دوسرا شخص اس کو قبول کرے ایجاب و قبول دونوں ایک ہی مجلس میں ہوں اس کے خلاف

[۱] درمختار بر حاشیہ ردالمحتار جلد ۲ باب الولی صفحہ ۴۵۸۔

[۲] شیعوں کے مذہب کے مطابق نکاح کے کسی معاملے میں گواہوں کا موجود رہنا ضروری نہیں ملاحظہ ہو شرح اصول اسلام صفحہ ۲۶۷ بحوالہ بیلی جلد دوم ۴۔

دو جلسوں میں ایسا عمل ہو تو ایسا نکاح جائز متصور نہ ہوگا اسی طرح گواہوں کی عدم موجودگی میں عورت اور مرد کی رضامندی جواز نکاح کے لیے کافی متصور نہ ہوگی ہر حالت میں معاہدہ نکاح کے جواز کے لیے گواہوں کی موجودگی اور ایجاب و قبول کے سننے کا لزوم گواہوں - - - - - - - - - - - - - - -

- -

پر جواز نکاح کے لیے ضروری ہوگا[1]

ولایت کا نکاح احکام شریعت کی رو سے بالغ مرد یا عورت کے نکاح کے لیے ولایت کی ضرورت نہیں اس لیے کہ وہ خود ہر قسم کے معاہدے کرنے کے مجاز ہیں اور اگر ولایت کا عمل ہو تو یہ فعل مستحب متصور ہوگا[2] البتہ نابالغ اور مجنون کے متعلق تبلایا گیا ہے کہ شافعی اور مالکی مذہب کے لحاظ سے باپ یا دادا کے نہ ہونے اور حنفیوں کے نزدیک باپ یا دادا کے علاوہ کسی دوسرے رشتہ داروں کے نہ ہونے کی صورت میں ولایت نکاح کا حق بادشاہ وقت یا قاضی اسلام کو حاصل ہوتا ہے[3]۔ اگر کوئی اجنبی نابالغہ کا نکاح بلا اجازت ولی پڑھائے تو ایسا نکاح شرعاً ولی کی اجازت پر موقوف رہے گا[4]

امام شافعی اور امام حنبل رحمہا اللہ کے پاس عورت چاہے باکرہ ہو یا ثیبہ صغیرہ ہو یا کبیرہ ہر صورت میں بغیر اجازت ولی نرینہ اگر نکاح کرلے تو صحیح نہ ہوگا[5]

---

[1]۔ فتح القدیر جلد ۳ صفحہ ۱۲۰۔ رد المحتار جلد ۲ کتاب النکاح۔ فتاوی عالمگیری جلد (۱) صفحہ ۳۶۸ انڈین کیسز ۱۸/۷ ۱۹۲۹ء۔

[2]۔ لا تجبر البالغة البکر علی النکاح لانقطاع الولایة بالبلوغ ملاحظہ ہو رد المحتار جلد ۲ باب الولی صفحہ ۵۰۷۔ [3] فتاوی عالمگیری جلد ۲ کتاب النکاح باب الولی صفحہ ۱۳۰۔

[4]۔ رد المحتار جلد ۲ کتاب النکاح باب الکفارت صفحہ ۵۰۴۔ [5] ولا یصح النکاح عند الشافعی واحمد الا ولی ذکرہ عقد المرأة النکاح لم یصح ملاحظہ ہو رحمة الامة فی اختلاف الائمہ مصری صفحہ ۱۰۳۔

حضرت امام مالکؒ کے پاس اگر عورت حسب و نسب اور خوبصورتی میں ایسی ہو کہ لوگ اس کی رغبت کرتے ہیں تو ایسی عورت کا نکاح بغیر اجازت ولی کے صحیح نہیں اور اگر ایسی نہیں تو عورت کو اختیار ہے کہ اپنی اجازت سے کسی اجنبی شخص کو نکاح کے لیے ولی بنائے[۱]

خلوت صحیحہ شرع اسلام میں خلوت صحیحہ کی تعریف اس طرح کی گئی ہے کہ جب شوہر اور بیوی ایسی حالت میں تنہا ہوں جس میں کوئی شرعی، اخلاقی یا جسمانی امر صحبت کا مانع نہ ہو تو کہا جائے گا کہ ان میں خلوت صحیحہ واقع ہوئی[۲]۔

خلوت صحیحہ کے اثرات خلوت صحیحہ کے ہونے سے زوج اور زوجہ پر حسب ذیل اثرات عائد ہونگے۔

۱۔ معاہدہ نکاح کی تکمیل کے بعد زوج پر زوجہ کے مہر کا لزوم ہوگا مگر پورے مہر کی ادائی زوجہ کے ساتھ وطی یا خلوت صحیحہ کے بعد ہوگی (۲) اور خلوت صحیحہ کے پہلے اگر مرد فوت ہو جائے یا زوجہ کو طلاق دیدے تو ایسی صورت میں زوج پر نصف مہر کی ادائی کا لزوم ہوگا[۳] (۳) امام شافعیؒ کی رائے میں اگر مرد قبل خلوت صحیحہ کے فوت ہو جائے تو عورت کسی مہر کی مستحق نہیں ہوگی لیکن اس مسئلے میں حنفی فقہ سے شافعی علماء متفق ہیں کہ عورت مہر مثل کی مستحق ہوگی[۴]

۴۔ نکاح فاسد کی صورت میں بھی اگر خلوت صحیحہ ہو جائے تو عورت پر عدت اور شوہر پر مہر مثل اور مہر مقررہ میں جو بھی کم ہو زوج پر ادائی کا لزوم ہوگا[۵]۔ ۵۔ نکاح باطل میں لاعلمی سے خلوت صحیحہ ہو جائے تو اس پر بھی مہر مثل یا مہر مقررہ سے جو بھی کم ہو دینا پڑے گا[۶]

---

[۱]۔ رحمۃ الامہ صفحہ ۱۰۳۔ [۲]۔ درمختار جلد ۲ باب النکاح

[۳]۔ درمختار جلد ۲ باب المہر [۴]۔ فتح المعین جلد ا صفحہ ۱۱۶ و اختلاف ابی حنیفہ و ابن ابی لیلی صفحہ ۱۹۹ مطبوعہ احیاء المعارف النعمانیہ حیدر آباد دکن۔ [۵]۔ فتاوی عالمگیری جلد ا کتاب النکاح باب محرمات بالجمع [۶]۔ رد المحتار جلد ۲ کتاب الطلاق باب العدۃ ۔

بیویوں کی تعداد جس طرح اسلام نے جائز طور پر حظ نفس کی اجازت دی ہے اسی طرح اس کی بھی تاکید کی ہے کہ مسلمانوں کا عمل حد اعتدال سے آگے نہ بڑھے جس سے فساد پیدا ہونے کا امکان ہو اس لیے اسلام نے ایک مسلمان کو ایک وقت میں چار عورتوں کو اپنے عقد میں لانے کی اجازت دی ہے اس سے زیادہ کی ممانعت کی گئی ہے لیکن وہ چار عورتوں کی موجودگی میں پانچویں عورت کو نکاح میں لائے تو ایسا نکاح فاسد[۵] ہوگا مگر کسی طرح عورت ایک وقت میں ایک سے زیادہ مرد کی زوجہ نہیں بن سکے گی اور اگر وہ ایسا عمل رکھے گی تو وہ سزائے شرعی (حد) کی مستحق ہوگی[۶]

کس قسم کی عورتوں سے ایک مسلمان نکاح کرنے کا مجاز ہوگا مسلمان مرد ان مسلمان عورتوں سے نکاح کرنے کا مجاز ہوگا جن سے نکاح کرنا حرام نہ ہو نیز کتابیہ (یہودی، عیسائی) عورت سے بھی نکاح جائز ہو سکے گا لیکن مسلمان عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ سوائے مسلمان کے کسی دوسرے مذہب کے شخص سے نکاح کرے

ممنوعہ عورتیں ذیل میں ان ممنوعہ عورتوں کی فہرست لکھی جاتی ہے جن سے نکاح کرنا

---

[۵] - مجامعت کے بعد علیحدگی ہو تو مہر مثل یا مہر مقررہ سے جو بھی کم ہو اس کی ادائی کا لزوم شوہر پر ہوگا اور عورت پر طلاق لازمی ہوگی اور جو اولاد اس سے پیدا ہوگی اس کا نسب شوہر سے ثابت ہوگا۔ اور یہ اولاد باپ کے متروکے سے حصول حصہ شرعی کی مستحق ہوگی لیکن کسی طرح عورت شوہر کے متروکے سے حصہ پانے کی مستحق نہ ہوگی۔ اور نہ وہ بعد طلاق کسی قسم کے گزارہ کی مستحق ہوگی ملاحظہ ہو نزھتہ الارواح فی احکام النکاح مصری صفحہ ۶۲ ردالمختار جلد ۲ باب المہر۔ فتاوی عالمگیری جلد ۱ کتاب النکاح باب المحرمات، و ملاحظہ ہو مقدمہ تاج بی بنام مولی خاں ۱۹۱۷ء ۴۱ بمبئی۔ شیعوں کے قانون کے لحاظ سے ایک مرد اپنی بیوی کی پھوپی یا خالہ سے نکاح کر سکتا ہے مگر بغیر اپنی بیوی کی اجازت کے بیوی کی بھتیجی یا بھانجی سے نکاح نہیں کر سکتا از اصول شرع اسلام صفحہ ۴۷ بجوالہ بیلی جلد دوم، ۴۳۔ [۶] - ردالمختار جلد ۲ کتاب النکاح باب العدۃ۔ تعزیرات ہند کی دفعہ (۴۹۴) اور تعزیرات آصفیہ کی دفعہ ... کے تحت مستوجب سزا ہوگی۔

ممنوع ہے۔ — بعض ایسی عورتیں ہوں گی جو بلحاظ نسب ممنوع ہیں اور وہ یہ ہیں۔

(۱) ماں، دادی، نانی خواہ کسی قدر اوپر طبقے کی ہو۔ (۲) بیٹی۔ پوتی (۳) حقیقی علاتی اور اخیافی بہنیں (۴) حقیقی بھتیجی، حقیقی بھانجی یا ان کی بیٹوں یا بیٹیوں سے پیدا شدہ اولاد (۵) اپنی پھوپی، خالہ (۶) باپ کی بیوی سے یا باپ ہو سے اسی طرح بیٹے۔ پوتے یا نواسے کی بیویوں سے اور بیوی کی بیٹیوں اور پوتیوں اور نواسیوں سے نکاح ممنوع ہے۔

(۱) بعض عورتیں محض ازدواجی تعلقات کی بنا پر ممنوع ہیں اور وہ یہ ہیں۔

(۲) اپنی بیوی کی ماں یا نانی سے (۲) اپنی بیوی کی بیٹیوں یا پوتیوں سے بشرطیکہ عورت سے صحبت ہوئی ہو[۱] (۳) اپنے باپ یا کسی طبقہ اعلی کے دادا کے بیویوں سے (۴) بیٹے، پوتے یا نواسے کی بیویوں سے، بیوی کی موجودگی میں اس کی بہن یا خالہ یا پھوپی وغیرہ سے۔

(۳) نسب اور ازدواجی تعلقات کی بنا پر، جو عورتیں ممنوع ہیں وہ رضاعت کی بنا پر بھی ممنوع ہیں[۲]

جو نکاحیں بر بنا ر قرابت یا ازدواجی تعلقات یا رضاعت کے ممنوع ہیں اگر ان سے نکاح ہو جائے تو ایسا نکاح باطل ہو گا[۳]

استثناء | بعض رضاعی رشتہ دار ایسے بھی ہیں جن سے نکاح ہو سکتا ہے[۴] اور وہ یہ ہیں۔
(۱) بہن کی رضائی ماں (۲) رضاعی بہن کی ماں (۳) رضاعی بیٹے کی بہن

---

[۱] - جس عورت کو نکاح میں رکھا ہے اس سے صحبت کی صورت میں اسکے قرابت داروں کے ساتھ نکاح کی ممانعت ہے اور عدم صحبت کی صورت میں بعد تفریق اس کے قرابت داروں سے نکاح کرنے کا مجاز ہو گا۔

[۲] - دیحرم علی الرضیع ابواہ من الرضاع و اصولہما و فروعہما من النسب والرضاع جمیعاً ملاحظہ ہو فتاوی عالمگیری جلد ا صفحہ ۳۴۳ (یعنے دودھ پلانے والی کی تمام اولاد دودھ پینے والے پر حرام ہے)

[۳] - ہدایہ۔ کنز الدقایق۔ فتاوی عالمگیری جلد ا کتاب النکاح باب المحرمات صفحہ ۲۷۳ - درمختار برحاشیہ رد المحتار جلد ۲ باب المحرمات صفحہ ۲۸۴ [۴] - رد المحتار جلد ۲ باب الرضاع۔

(۴) رضاعی بھائی کی بہن۔

ناجائز اجتماع کوئی شخص ایسی دو عورتوں کو ایک وقت میں بحیثیت نکاح رکھنے کا مجاز نہ ہوگا جو بحیثیت قرابت یا ازدواجی تعلقات یا رضاعت کی وجہ سے باہم ایسے رشتہ دار ہوں کہ اگر ان میں سے ایک مرد ہوتو ان کا باہم نکاح جائز نہ ہو۔ مثال کی طور پر دو بہنیں یا دو بھتیجی ان کا اجتماع ناجائز ہے اگر نکاح ہو جائے تو یہ نکاح باطل نہ ہوگا بلکہ فاسد کہلائے گا اسی طرح شرعاً اخیافی خالہ بھانجی حرمت میں حقیقی خالہ و بھانجی کے مانند ہیں۔[۱]

زنا کی بناء پر ممانعت زنا کے معنے مرد و عورت میں اس صحبت کے ہیں جس کی شرع اسلام میں اجازت نہیں دی گئی ہے جو اولاد اس تعلق سے پیدا ہو وہ ناجائز ولد الحرام ہوتی ہے اور اقرار بالنسب سے بھی صحیح النسب نہیں قرار پا سکتی۔

زانی چاہئے کفر کی حالت میں زنا کرے یا اسلام کی ہر حالت میں اس پر اس کی زنا کی ہوئی عورت کی لڑکی حرام ہے۔ اسی طرح باپ کی مزنیہ بیٹے کے لیے مذہب حنفی و مالکی[۲] اور حنبلی[۳] میں حرام ہے، جیسا کہ فتاوی عالمگیری جلد اکتاب النکاح باب المحرمات میں فمن زنی بامراۃ حرمت علیہ امہا وان علت و ابنتہا وان سفلت وکذا الحرام المزنی بہا علی اباء الزانی و اجدادہ وان علوا و ابناء وان سفلوا کذا بتلایا گیا ہے

یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ جس طرح منکوحہ عورت کی ماں، نانی، دادی، بیٹی، پوتی وغیرہ ناکح پر حرام ہیں اسی طرح مزنیہ کی ماں، نانی، دادی، بیٹی، پوتی وغیرہ بھی زانی پر حرام ہیں[۴]۔ جبری زنا کی صورت میں بھی حرمت کا اطلاق ہوگا[۵]

---

[۱]۔ فتاوی عالمگیری جلد ا باب المحرمات صفحہ ۲۷۳ تا ۲۷۵۔

[۲]۔ بلغۃ السالک فقہ امام مالک جلد ا صفحہ ۳۴۰۔ [۳]۔ نیل المارب جلد ۲ صفحہ ۱۴۳۔

[۴]۔ فتاوی عالمگیری جلد ا صفحہ ۲۹۔ [۵]۔ در مختار برحاشیہ ردمختار جلد ۲ فصل المحرمات صفحہ ۲۸۹۔

صحیح نکاح کے اثرات

صحیح نکاح سے زوجہ کو مہر، نان و نفقہ، اور شوہر کے مکان میں رہنے کا حق ہوگا اور اس پر باوفا اور تابعدار رہنے اور شوہر کو مجامعت کا موقع دینے اور عدت میں بیٹھنے کے وجوب عائد ہوتے ہیں اور اسی نکاح سے باہمی توریث کے احکام طلاق یا موت کی صورت میں پیدا ہوتے ہیں اور ممنوعہ رشتوں کی کیفیت بھی پیدا ہوتی ہے۔

نکاح باطل اور فاسد کے اثرات

جن نکاحوں پر باطل کا اطلاق ہو انھیں ازدواجی حقوق حاصل نہیں ہوتے اور نہ ان سے جو اولاد پیدا ہو وہ صحیح النسب متصور ہوگی

فاسد نکاحوں کی صورت میں مجامعت کے پہلے کوئی اثر قائم نہیں ہوتا مگر مجامعت کے بعد حسب ذیل اثرات قائم ہوں گے۔

(۱) عورت مہر مثل یا مقررہ مہر ان میں سے جو کم ہو اس کی مستحق ہوگی۔

(۲) اسے عدت میں بیٹھنا ہوگا اور اس کی مدت تین حیض ہوگی

(۳) جو اولاد اس نکاح سے پیدا ہوگی وہ صحیح النسب سمجھی جائے گی لیکن مجامعت کے بعد زوج اور زوجہ میں باہمی حقوق توریث قائم نہ ہوں گے [۵]

مہر کی ضرورت اور اس کی اہمیت

نکاح کی عظمت اور اس کا وقار بغیر مال کے ظاہر نہیں ہو سکتا اور نہ نکاح کے نتائج و فوائد کی تکمیل ہو سکتی ہے مرد اسی وقت نکاح (معاہدہ) کو قائم رکھ سکتا ہے جب کہ اس کے توڑ دینے کی صورت میں مال کے نقصان کا خطرہ ہو۔ اسی طرح عورت کے اولیا بھی اس وقت اپنی لڑکی کو اجنبی شخص کے تفویض کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں جب لڑکی کی عظمت قائم ہو اس لیے اسلام نے عقد نکاح کے ساتھ مہر کو بھی لازمی قرار دیا ہے تاکہ زوجہ کی توقیر کے ساتھ شوہر پر ذمے داری کا لزوم عائد ہو اور زوجہ زوج سے زر مہر کے پانے کی مستحق ہو [۶]۔ اس لحاظ سے مہر کا لزوم شوہر پر عاید کیا گیا ہے جو کسی طرح ساقط نہیں ہو سکتا۔

---

[۵] رد المحتار جلد ۲ کتاب النکاح صفحہ ۳۰۰۔ [۶] دیکھو مقدمہ عبد القادر بنام سلیمہ ۱۸۸۶ء ۸ الہ آباد ۱۴۹ صفحہ ۱۵۷ پر جسٹس محمود نے بھی یہی رائے دی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ مہر کی مقدار کم سے کم کیا ہو فقہائے کرام نے جس طرح سرقہ کے مقدار کی حد دس درہم قرار دی ہے اور اس کے جانے سے نقصان کا احتمال بتلایا ہے اسی طرح مہر کی مقدار کم سے کم دس درہم قرار دی ہے اس سے کم کا اعتبار نہیں کیا گیا۔ اس سے زیادہ کی کوئی حد نہیں ہر شخص اپنی استطاعت کے موافق زیادہ مقدار میں مہر مقرر کرنے کا مجاز ہوگا۔ اور عدالت اس معاہدے کے بموجب مہر دلانے کی مجاز ہوگی [۲]

فقہا نے مہر کی دو قسمیں کی ہیں ایک مہر مسمی اور دوسرا مہر مثل پھر ایک کی دو قسمیں ہیں مہر معجل اور مہر موجل۔

مہر مسمی وہ مہر جو عقد نکاح کے وقت معین کیا گیا ہو۔ مہر مثل وہ مہر جو عورت کے باپ کے خاندان کا مقررہ ہو، اگر ان قسموں میں سے کوئی مہر بوقت عقد یا بوقت مطالبہ ادا کرنا قرار پائے تو اس کو مہر معجل کہیں گے اور اگر ادائی کے لیے کوئی میعاد مقرر نہو تو اس کو مہر موجل کہیں گے (کنز الدقائق - قدوری)

شریعت نے ہر شخص کی معاشی نقطۂ نظر کے تحت جس وسعت سے تعین مہر کی اجازت دے رکھی ہے۔ اس کا یہی مقصود ہے کہ ادائی کے وقت وہ دشوار نہ ہو، اگر کوئی شخص اس مصلحت کے تحت مہر کی مقدار زیادہ سے زیادہ حد تک تعین کرتا ہو تو کر سکتا ہے لیکن کم تعداد یا زیادہ مقدار جس پر صالحین کاربند رہے ہیں اپنے لیے معین کرے تو زیادہ بہتر ہے۔

بجز دو کے بقیہ ازواج مطہرات کا مہر مبارک (۴۰۰) درہم یا (۵۰۰) درہم دینا

---

[۱] ایک مقدمہ میں دس درہم کی مقدار تین اور چار روپیہ بتلائی گئی ہے دیکھو مقدمہ عاصمہ بی بنام عبد الصمد ۱۹۰۹ء ۳۲ الہ آباد ۱۶۷۔ شیعوں کے قانون میں کوئی شرعی اقل مقدار مہر کی نہیں بتائی گئی۔ بیلی جلد دوم ۶۷، ۶۸ بحوالہ اصول شرع اسلام صفحہ ۳۹۴۔

[۲] دیکھو مقدمہ بانو بیگم بنام میر عون علی ۱۹۰۷ء ۹ بمبئی لا رپورٹ ۱۸۸۔ شیعوں کے قانون کے لحاظ سے مہر مثل پانچسو درہم سے زائد نہ ہونا چاہیے شرح اسلام ۳۹۵۔ بحوالہ بیلی جلد دوم ۷۱۔

زیادہ نہ تھا اور شریعت اسلام نے ہر وقت مرد کو عقد نکاح کے بعد اپنی عورتوں کے مہر کی ادائی کا حکم دیا ہے۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اسی طرح ادائی مہر کی تاکید آئی ہے۔

(۱) واتوا النساء صدقاتهن نحلة	(۱) اور دو عورتوں کو ان کے مہر خوشی کے
(۲) فانكحوا ما طاب لكم من النساء	(۲) نکاح کرلو ان عورتوں سے جو تم کو اچھی معلوم ہوں
(۳) واحل لكم ما وراء ذالكم ان تبتغوا باموالكم۔	(۳) تمہارے لیے حلال کیا گیا ہے کہ محرمات کے سوا ہر عورت کو جس کو چاہو اپنے مال کے ذریعے نکاح کے لیے طلب کرو۔
(۴) فما استمتعتم به منهن فاتوهن اجورهن فريضة۔	(۴) جن عورتوں سے نکاح کرنا چاہو ان کے مقررشدہ مہر انہیں دیدو جو ایک فریضہ ہے۔
(۵) والمحصنت من المومنات والمحصنت من الذين اوتوا الكتب من قبلكم اذا اتيتموهن اجورهن۔	(۵) تمہارے لیے مسلمان پاکدامن عورتیں اور وہ محفوظ عورتیں جو اہل کتاب سے ہیں حلال کی گئی ہیں جب کہ تم ان کے مہر انھیں دیدو۔

ان آیات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے جہاں نکاح کی اجازت دی ہے وہیں مرد کو ادائی مہر کی بھی تاکید کی ہے۔

عہد حاضرہ اور مہر مہر کی ادائی اسی وقت ممکن ہے جب کہ مہر اس کی استطاعت اور اس کے معاشی وسعت کے ساتھ معین اور مقرر کیا گیا ہو۔ حضرت عقبہؓ بن عامر سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین مہر وہ ہے جو زیادہ آسان ہو۔ ظاہر ہے کہ مہر کی آسانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی لیے مطلوب تھی کہ وہ ادا کرنے کی چیز ہے جب وہ آسان ہوگا تو آسانی سے ادا بھی ہو سکے گا۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کی رائے ہے کہ

مہر کی مسنون مقدار میں یہ راز ہے کہ مہر اس مقدار میں ہونا چاہیے جو مقدار گراں اور عزیز سمجھی جاتی ہو۔ نیز اس کے ساتھ یہ بھی ضرور ہے کہ عادتاً اس کی

[illegible] نہ ہو۔

مہر کی یہ مقدار مہر کا نصاب صالح ہے جس پر عہد مبارک نبویؐ میں اہلِ اسلام قائم تھے اور اس عہد مبارک کے بعد بھی اکثر و اغلب لوگوں کا عمل اسی نصاب صالح پر رہا بجز ان مالدار لوگوں کے جو تخت نشین بادشاہوں کے قائم مقام ہیں ان لوگوں نے اپنے مال کے انداز پر مہر کو اس نصاب سے بڑھا لیا[1]

عصر جدید میں یہ دیکھا جا رہا ہے کہ مستطیع اور غیر مستطیع اصحاب بلا لحاظ اپنی معاشی وسعت کے مہر کی تعداد میں زیادتی پر نظر آ رہے ہیں اور جو مصالح ادائی مہر پر موقوف رکھے گئے تھے ان کی علانیہ خلاف ورزی کی جا رہی ہے جس کا نتیجہ ہے کہ مرد عورت کی بد خلقی اور بد اعمالی کے سبب ازدواجی تعلقات قائم رکھنا نہیں چاہتا۔ مگر اس کو ادائی مہر کے خوف سے چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہوتا، اسی طرح عورت مرد کے ظلم و ستم سے تنگ اور مجبور ہو جاتی ہے، لیکن حصول مہر یا معافی مہر ہر دو صورتوں میں ظالم مرد سے چھٹکارا نہیں پا سکتی

معاہدہ عقد کے بعد مرد اور عورت میں حسن معاشرت کا ہونا ضروری ہے اور جب کسی وجہ سے حسن سلوک اور حسن معاشرت نہ رہے تو مرد عورت کو چھوڑنے پر آمادہ ہو یا عورت مرد کے مظالم سے چھٹکارا پائے۔ یہ سب اس وقت ممکن ہے جب کہ مہر کی مقدار کم اور آسان ہو زیادتی کی صورت میں خطرات کا امکان ہے جس کا نتیجہ ہے کہ آج مرد اپنی عورت کا شاکی اور عورت مرد کی شاکی نظر آتی ہے اور متعدد مثالیں ایسی بھی ملیں گی کہ مرد محض زیادتی مہر کی وجہ عورت کو چھوڑنے پر آمادہ نہیں اور عورت باوجود معافی مہر کے چھٹکارا پانے پر آمادہ ہے مگر چھٹکارا نہیں پا سکتی۔ بعض ناعاقبت اندیش اصحاب کا اصرار ہے کہ ایسی صورت میں جب کہ مرد ظالم قرار پائے اور مرد عورت کو اپنی زوجیت سے چھوڑنے پر آمادہ نہ ہو تو

---

[1] از حجۃ اللہ البالغہ بحوالہ رسالہ تقلیل مہر صفحہ ۷۔

اس وقت عدالت اپنے اختیارات سے عورت کو ظالم مرد سے علیحدہ کرا دے حالانکہ عدالتوں کا ایسا عمل شریعت حنفیہ کے بالکل خلاف اور منافی ہے۔ اس کے متعلق حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کی رائے ہے[۱] کہ

"مہر کی زیادتی کا انجام برا ہے اور اس بد انجامی سے خالق و مخلوق دونوں کے حقوق ضائع ہوتے ہیں نیز اخلاق، تدبیر منزل اور تمدن کی خرابی اور بربادی میں کوئی شک و شبہہ نہیں۔"

نکاح کے وقت مہر کا تعین نہ ہونا جو معاہدہ نکاح ایجاب و قبول کے ساتھ اور گواہوں کی موجودگی میں قرار پائے اور مہر کا تعین نہ ہو یا نکاح اس شرط کے ساتھ منعقد ہو کہ کوئی مہر نہیں دیا جائے گا ان صورتوں میں بتلایا گیا ہے کہ ایسا نکاح جائز ہے[۲] کیونکہ تعداد مہر کا تعین نکاح سے پہلے یا نکاح کے وقت اور نکاح کے بعد ہر صورت میں ہو سکتا ہے اس لیے حسب رائے حضرت امام ابو حنیفہ عورت مہر مثل کی مستحق ہو گی۔ البتہ اس امر کا فیصلہ کہ کتنا مہر معجل اور کتنا موجل قرار دیا جائے اس کا تصفیہ رواج سے کیا جائے گا اور رواج کی عدم موجودگی میں فریقین کی حیثیت اور مہر مقررہ کی مقدار پر فیصلہ ہو گا[۳] جیسا کہ ان لم یبین تعجیله او تعجیل بعضہ فلها المنع لاخذ ما یعجل لهامنه عرفا فی الصیرفیة الفتوی علی اعتبار عرف بلدها من غیر اعتبار الثلث او النصف وفی الخانیة یعتبر التعارف لان الثابت عرفا کالثابت شرطاً سے واضح ہوتا ہے[۴]۔

زوجہ کا مہر معاف کر دینا زوجہ مجاز ہے کہ بغیر کسی بدل یا عوض کے اپنا کل مہر

---

[۱] ازحجۃ اللہ البالغہ

[۲] مقدمہ آمنہ بی بی بنام محمد ۱۹۲۹ء ہ لکھنو ۳۴۳ میں بھی یہی اصول طے کیا گیا ہے۔

[۳] ردالمحتار جلد ۲ باب المہر صفحہ ۳۰۸ فتح القدیر جلد ۳ صفحہ ۲۴۸ تبیین الحقایق جلد ۲ باب المہر صفحہ

[۴] مقدمہ عمدہ بیگم بنام محمدی بیگم ۱۹۱۰ء ۳۳ الہ آباد ۲۹۱ مقدمہ بی بی بنام شیخ محمد ۱۹۲۹ء ۸ پٹنہ ۶۴۵ میں یہی اصول طے کیے گئے ہیں۔

یا اس کا کوئی جز شوہر یا اس کے وارثوں کو معاف کردے[۱] اور ایسی معافی جائز ہے[۲]۔
معافی کے متعلق بتلایا گیا ہے کہ معافی آزاد مرضی سے ہونا چاہئے جب زوجہ اپنے شوہر کی موت کی وجہ سے سخت دلی تکلیف میں ہو اس وقت اس کا مہر معاف کر دینا آزاد مرضی متصور نہ ہوگا۔ اور نہ وہ بعد میں اس کی پابند ہوگی[۳]

مہر کی مقدار اور میعاد چونکہ مہر دوسرے قرضوں کی طرح ایک قرض ہے اس لیے میت کے تمام قرضوں کی ادائی جس طرح کہ اس کی ہر قسم کی جائداد سے کی جاتی ہے اسی طرح مہر کی ادائی ہوگی اور متوفی کے ورثا پر اس کی ذمے داری ذاتی طور پر عائد نہیں ہو سکتی البتہ ہر وارث بقدر اپنے حصے وراثت کے ذمے دار ہوتا ہے اگر بیوہ بر بنائے دعویٰ مہر اپنے شوہر کی جائداد پر قابض ہو تو اس کے شوہر کے دوسرے وارثوں میں سے ہر ایک اپنے حصے کے تناسب سے دین مہر کا حصہ ادا کر کے اپنا حصہ واپس پانے کا مستحق ہوگا[۴]
متروکہ نہ ہونے کی صورت میں بتلایا گیا ہے کہ ورثا پر مہر کی ادائی کا لزوم نہ ہوگا[۵] لیکن متوفی کے باپ نے مہر کی ادائی کا ذمے دار ہو تو اس پر ادائی کا لزوم ہوگا[۶]۔

میعاد اسلامی شریعت میں متروکہ کے دعوے کے لیے کوئی میعاد مقرر نہیں ہے اس لیے ورثا کو ہر وقت دعوے کا حق ہوگا[۷]

---

[۱]۔ دیکھو مقدمہ جانی بیگم بنام امراؤ بیگم ۱۹۰۸ء ۳۲ بمبئی ۶۱۲۔ [۲]۔ فتاویٰ عالمگیری جلد ۱ فصل فی الزیادۃ فی المہر والحط عنہ میں تفصیل سے ذکر ہے۔
[۳]۔ دیکھو مقدمہ نور النسا بنام خواجہ محمد ۱۹۲۰ء ۴۷ کلکتہ ۵۳۷۔
[۴]۔ فتاویٰ مہدویہ جلد ۱ مطبوعہ مصری صفحہ ۱۴۱۔ دیکھو مقدمہ حمیرہ بی بی بنام زبیدہ بی بی ۱۹۱۶ء ۴۳۔ انڈین اپیلز ۲۹۴۔ [۵]۔ رد المحتار جلد ۲ باب المہر صفحہ ۳۶۵۔
[۶]۔ در مختار جلد ۲ باب المہر صفحہ ۵۵۸۔ [۷] فتاویٰ مہدویہ جلد ۲ کتاب الوقف صفحہ ۳۱۴۔ لیکن قانون کی رو سے مہر کے دعوے کی میعاد تاریخ طلب اور انکار موت یا ذریعہ طلاق نکاح فسخ ہو جانے کی تاریخ سے تین سال ہے۔

مہر کی ادائی اور عدم ادائی کی صورتیں اور ان کے اثرات

عقد نکاح کے بعد شوہر پر مہر کی ادائی لازم ہو جاتی ہے۔ مگر پورے مہر کی ادائی اسی وقت واجب ہے جبکہ شوہر بیوی سے وطی یا خلوت صحیحہ کرے یا زوج و زوجہ سے کوئی ایک فوت ہو جائے یا بوجہ طلاق نکاح فسخ ہو جائے۔

خلوت صحیحہ یا وطی کے پہلے بیوی کو طلاق دی جائے تو اس وقت شوہر پر نصف مہر کی ادائی کا لزوم ہوگا۔ زوجہ کے مرتد ہو جانے یا اپنے خاوند کی دوسری بیوی کے نوجوان لڑکے کا شہوت سے بوسہ لینے یا اس سے ناجائز تعلق پیدا کرنے کی بنا پر شوہر سے مہر کی ادائی کا لزوم ساقط ہو جائے گا[1]

حسن سلوک

اسلام نے جہاں مرد کو عورت پر برتری دی ہے وہیں مرد کو بھی تاکید کی ہے کہ وہ اپنے عورتوں کے ساتھ نیک سلوک اور اچھا برتاؤ رکھے اور حسن معاشرت کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی خاص طور پر ہدایت کی ہے[2] حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلا یؤذی جارہ واستوصوا بالنساء خیراً فانھن خلقن من ضلع وان اعوج شیئ فی الضلع اعلاہ فان ذھبت تقیمہ کسرتہ وان ترکتہ لم یزل اعوج فاستوصوا بالنساء خیراً

جسے اللہ اور روز قیامت پر ایمان ہے اسے چاہئے کہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے اور عورتوں کے حق میں بھلائی کرنے کی میری وصیت قبول کرے کیونکہ وہ پسلی سے پیدا ہوئی ہیں جو سب سے بڑی پسلی ہے وہ سب سے زیادہ ٹیڑھی ہے اگر تو اسے سیدھا کرنا چاہے تو ٹوٹ جائیگی۔ اور یوں ہی رہنے دو ہمیشہ ٹیڑھی رہے گی۔ میری وصیت ان کے ساتھ خیر خواہی کرنے کی قبول کرو۔ (۳) اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد ہوا کہ:۔

واسکنوا ھن من حیث سکنتم من وجدکم ولا تضاروھن لتضیقوا علیھن۔

اور رکھو اپنی بیویوں کو جہاں تم رہتے ہو اور ان کو ضرر نہ پہنچاؤ۔

---

[1] درمختار باب المہر صفحہ ۔ [2] عاشروھن بالمعروف ان عورتوں کیساتھ خوبی سے گزران کرو۔
[3] بخاری کتاب النکاح۔

اس آیات سے واضح ہو گیا کہ اسلام نے جس وسعت اور احتیاط سے عورت کو مرد کا برابر اور حقوق و معاملات میں جو برابری دی ہے اس کی نظیر کسی مذہب و ملت میں نہیں ملتی جس طرح اسلام نے عورت کو گھر میں اولاد پر حکمران قرار دیا اسی طرح اس حکمران کی بقا اور قیام کے لیے آسان قاعدے اور ان کے باہمی حقوق اور ذمہ داریاں بھی معین کی ہیں تاکہ نکاح کے ذریعے زوجین کی زندگی راحت اور خوش گزار گزرے[1]

شوہر کی اطاعت بیوی کے لیے ضروری ہے

شرع اسلام میں بیوی پر شوہر کے احکام کی اطاعت ضروری ہے اگر کوئی عورت شوہر کی اطاعت کرنے میں کوتاہی کرے یا بلا اجازت گھر سے چلی جائے یا مانع صحبت اور بیہ ممانعت یا نافرمانی مہر معجل کے ادائی کی بنا پر نہ ہو یا اسی قسم کے افعال بلا کسی حق شرعی و وجہ شرعی سرزد ہوئے ہوں تو ایسی صورت میں عورت ناشزہ کہلائی جائے گی اور یہ کسی طرح نفقے کی مستحق نہ ہوگی اور اگر کوئی عورت شوہر کی اجازت سے اپنے قرابت داروں کے ہاں جائے تو نفقہ پانے کی مستحق ہوگی[2]

انتظام شب باشی

شریعت کی رو سے عورت کو اس امر کا حق دیا گیا کہ وہ مرد سے وطی کا مطالبہ کرے کیونکہ مرد کا اس کے لیے حلال ہونا اس کا حق ہے۔ جیسا کہ عورت کا مرد کے لیے حلال ہونا مرد کا حق ہے جب عورت مطالبہ کرے تو حکم میں ایک دفعہ مجبور کیا جاتا ہے اور ایک دفعہ سے زیادہ دیانتہً واجب ہے مگر حکم میں واجب نہیں لیکن بعض اصحاب کے نزدیک حکم میں بھی زیادتی واجب ہے[3] (۱) اگر کسی شخص کی متعدد زوجات ہوں اور وہ ان میں عدل نہ کرتا ہو یا ایک ہی زوجہ ہو مگر وہ اس کے پاس نہ رہتا ہو تو

---

[1] ۔ ولھن مثل الذین علیھن بالمعروف وللرجال علیھن درجۃ واللہ عزیز حکیم یعنے عورتوں کے لیے حقوق ہیں جو مثل ان ہی حقوق کے ہیں ان عورتوں پر دستور کے موافق ہیں البتہ مردوں کا عورتوں کے مقابلے میں کچھ درجہ بڑھا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے۔ [2] ۔ فتاوی ہندیہ مصری جلد صفحہ ۳۹۴ تا ۴۰۰۔ فتاوی انقرویہ جلد ا صفحہ ۱۱۱۔ [3] ۔ ردالمحتار جلد ۲ صفحہ ۴۳۲۔

عدالت اس کو عدل کرنے اور اپنی زوجات کے پاس باری باری سے رہنے کا حکم دے گی
اور ایک ہی زوجہ ہونے کی صورت میں کم سے کم ہر چوتھے روز اس کے ساتھ شب باشی
کرنے کا حکم دے گی[1]۔ اگر ایسی شکایت پہلی دفعہ پیش ہونے پر عدالت تعزیر سے کام نہ
لے گی صرف ہدایت پر اکتفا کرے گی[2]۔ اور اگر عدالتی حکم کو نہ مانے تو شوہر باستثنائے
سزائے قید مناسب سزا کا مستحق ہوگا[3]۔ نکاح کے بعد عورت کی خواہش نفسانی کو پورا کرنا
مرد کے لیے لازمی ہے۔ اس لیے حضرت امام غزالی کی رائے ہے کہ خاوند پر لازم ہے کہ
چوتھے دن اپنی عورت سے مقاربت کیا کرے اور اگر اس میں کمی یا زیادتی کی ضرورت
ہو تو حسب ضرورت تاخیر و تعجیل بھی کر سکتا ہے[4]

مباشرت سے پہلے زوجہ کا نفقہ کس پر ہوگا۔

اگر عورت اپنے ماں باپ کے مکان میں رہے اور شوہر
اس کو اپنے گھر نہ لے گیا ہو تو ایسی حالت میں بیوی کا
نفقہ شوہر پر ہوگا کیونکہ اس کو اس سے حظ نفس کے
مواقعے حاصل ہیں ایسی حالت میں عورت کا اس قسم کا عمل جائز کہلائے گا۔ اور
شوہر پر نفقہ کی ادائی لازمی ہوگی، کیونکہ شوہر کو جو رکاوٹ پیش آرہی ہے وہ
عورت کی جانب سے نہیں بلکہ شوہر کی طرف سے ہے البتہ مہر کی رقم ادا کرنے کے بعد
عورت مباشرت سے منع کرے تو ایسی صورت میں مرد پر عورت کا نفقہ لازمی نہیں ہوگا[6]
کیونکہ عورت نے بغیر کسی استحقاق کے مرد کو صحبت سے روکی ہے اگر عورت شوہر کو اس
کے مہر کے ادا نہ کرنے کی بناء پر مجامعت سے روکے تو ایسی صورت میں بھی شوہر پر نفقے
کی ادائی کا لزوم ہوگا اس لئے کہ اس وقت جو رکاوٹ پیش آرہی ہے وہ شوہر کی
جانب سے ہے اس لئے عورت ہر قسم کے نفقے کی مستحق ہوگی[7]

---

[1] درمختار جلد ۲ باب القسم صفحہ ۴۰۰۔ [2][3] رد المختار جلد ۲ باب القسم صفحہ ۶۱۸
[4]۔ احیاء العلوم جلد ۲ صفحہ ۳۳۔ [5]۔ فتادی مہدویہ معری جلد ۱ صفحہ ۴۰۶ وفتادی
القرویہ جلد ۱ صفحہ ۱۱۱۔ [6]۔ شرح کتاب النفقات صفحہ

عورت کا نفقہ اور اس کے اصول

نکاح کے بعد زوجہ کا نفقہ شوہر کے لیے اس وقت تک لازم ہے کہ جب تک کہ وہ شوہر کی وفادار بیوی ہے اور اس کے ہر معقول حکم کی تعمیل کرے اس کا نفقہ یعنے کھانا، کپڑا، مکان زوجین کی مالی حیثیت کے لحاظ سے شوہر پر مقرر ہوگا۔ اگر کسی عورت کا شوہر متمول ہو تو ایسی حالت میں شوہر کو چاہیئے کہ بیوی کے لیے ایک متوسط نفقہ مقرر کرے نہ اس میں کمی ہو نہ زیادتی مثلاً شوہر مرغ۔ حلوے اور مختلف قسم کے کھانے استعمال کرتا ہے تو عورت کے لیے بھی کم از کم گیہوں کی روٹی اور دو قسم کے سالنوں کا انتظام کرلے۔ باوجود اس کے کہ بیوی اپنے والدین یا قرابت داروں کے مکان میں اس قسم کے کھانے کا استعمال کرتی ہو یا نہ ہو ان ہر دو صورتوں میں ایک متوسط نفقہ مقرر کرنا ضروری ہے امام خصافؒ کی بھی یہی رائے ہے کہ شوہر اپنی حیثیت کے موافق نفقہ مقرر کرے بسوط اور ادب القاضی میں بھی یہی موجود ہے اور اسی پر فتویٰ ہے[1]

اگر مرد متمول نہ ہو بلکہ مفلس ہو اور عورت متمول ہو تو ایسی صورت میں شوہر کو چاہیئے کہ عورت کے لیے متوسط نفقہ مثلاً گیہوں کی روٹی اور ایک دو قسم کے سالنے مقرر کرے تاکہ عورت کی صحت پر کسی قسم کا مضرت بخش اثر نہ پڑے خلاصہ یہ کہ امام خصافؒ کی رائے ہے کہ نفقے میں مرد یا ان دونوں میں سے کسی ایک کے حالات پر اعتبار کیا جائے

امام خصافؒ (صاحب کتاب) نے یہ نہیں بیان کیا کہ شوہر بیوی کے ساتھ بیٹھکر کھا سکتا ہے یا نہیں لیکن دوسرے علما کی رائے ہے کہ شوہر اس قسم سے کھا سکتا ہے اور اس کا یہ فعل مستحب ہے کیونکہ شوہر بیوی کے ساتھ حسن سلوک کے لیے مامور ہے اور یہی ایک صورت نفقے میں مساوات کی ہے۔

---

[1] فتاوی ہندیہ جلد ا صفحہ ۵۹۴ فتاوی عالمگیری جلد کتاب الطلاق فی باب نفقات ردالمحتار جلد (۲) صفحہ ۶۶۲ پر بھی اسی قسم کا فتوی دیا گیا ہے

زر مہر اور سامان جہیز عورت اپنے ماں باپ کے گھر سے جو سامان جہیز کے نام سے لاتی ہے یا شوہر کی جانب سے جو اشیا عورت کو دیئے جاتے ہیں وہ کس کے ملک ہیں۔ فقہا کا یہ متفقہ تصفیہ ہے کہ:۔

زر مہر چونکہ زوجہ کے ساتھ حق وطی کا معاوضہ ہے اس لیے زر مہر کی مالک زوجہ ہو گی۔ سامان جہیز جو ماں باپ یا کسی ولی جائز کی جانب سے دیئے جاتے ہیں اور یہ بالعموم عورت کو استعمال کی غرض سے دیئے جاتے ہیں اس لیے یہ اشیاء بھی عورت کی ملک کہلائیں گے۔ البتہ وہ اشیا جو شوہر کی جانب سے زوجہ کو دیئے جاتے ہیں اگر ان کی حیثیت ہبہ یا مہر کی جیسی ہو تو عورت کی ملک ہو گی ورنہ عاریت کی صورت میں شوہر کی ملک ہو گی۔[۵] جو اشیا عورت کی ملک ہوں گی ان میں وراثت کا عمل قائم ہو گا اور حسب فرائض ورثا میں تقسیم اور زوجہ سے ورثا کو طلب کرنے کا حق رہے گا۔[۵]

مفلس میاں بیوی کا نفقہ میاں بیوی دونوں مفلس ہوں اور بیوی کا بھائی متمول ہو تو ایسی حالت میں امام حسن بن زیادؒ کی رائے ہے کہ بیوی کا نفقہ شوہر پر ہو گا۔ یہ سوائے شوہر کے کسی پر منتقل نہ ہو سکے گا البتہ قاضی بیوی کے بھائی کو حکم دے گا کہ وہ اپنے بہنوی کو نفقہ بطور قرض دے اور بعد میں اس سے حاصل کرلے کیونکہ بہنوی کے نہ ہونے کی صورت میں بہن کا نفقہ بھائی پر ہو گا اور جب نفقہ کا بار بھائی پر ہے تو بہنوی مفلس ہونے کی صورت میں قرض دینے میں اس سے بہتر کوئی اور ہو نہیں سکتا۔

اگر بھائی بہن کو نفقہ بطور قرض دینے میں عذر کرے تو عدالت اس کو قید کرے گی ادائی نفقے میں یہ کلیہ قاعدہ قرار دیا گیا ہے کہ نفقہ نیکی اور صلہ رحمی کے

---

[۵] ۔ در مختار بر حاشیہ رد المحتار جلد (۲) صفحہ ۳۰۳ تا ۳۷۵۔ و فتاوی ہندیہ باب المہر جلد ا صفحہ ۱۳۳۔ [۵]۔ فتاوی ہندیہ جلد ا۔ باب المہر صفحہ ۱۳۳۔

تحت جاری کیا جاتا ہے اور امر بالمعروف میں کسی کے نام قید کا حکم جاری کرنا قاضی کے لیے جائز ہے۔

مثلاً ایک مفلس عورت ہے اس کا بھائی اور چچا متمول ہیں ایسی صورت میں بھی اس مفلسہ کا نفقہ بھائی پر ہوگا۔ اگر بھائی ادائی نفقے سے انکار کرے تو عدالت چچا کو حکم دے گی کہ وہ خرچ کرے اور بعد میں بھتیجے سے وصول کرے۔

اسی طرح باپ کے دو بیٹے ہوں ان دونوں پر باپ کا نفقہ مساوی ہوگا مگر ان میں کا ایک ادائی نفقے سے انکار کرے تو عدالت دوسرے کو حکم دے گی کہ وہ باپ کا پورا نفقہ ادا کرے اور بھائی سے اس کے حصے کے موافق بعد میں حاصل کرلے کیونکہ بھائی نہ ہو تو باپ کا نفقہ اسی پر ہوتا اور جب بوجہ انکار ایک سے اس قسم کا عذر پیدا ہوگیا ہے تو دوسرے کے لیے لازم ہے کہ وہ باپ پر خرچ کرے[۵]۔
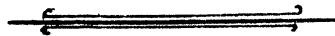
۵۔ شرح کتاب النفقات صفحہ

زوجہ اور اس کی رہائش کا انتظام | شوہر کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ اپنی زوجہ کے رہنے کے لئے صالحین کے محلہ میں مکان خریدے یا کرایہ پر حاصل کرے

غیر شادی شدہ اشخاص کے لئے بھی فقہاء نے اس امر کی تاکید کی ہے کہ وہ بھی اپنے رہنے کے لئے صالحین کے محلہ میں مکان حاصل کریں تاکہ جب وہ متاہل ہو جائیں تو ان کو پہلے سے زیادہ اس قسم کے محلوں میں رہنے کی ضرورت ہوگی

شریعت نے مرد کو یہ حق بھی دیا ہے کہ وہ اس امر پر زور دے کہ زوجہ گھر ہی میں رہے اور اس کے کوئی قرابت دار یا اسکے والدین کو گھر میں داخل ہونے سے روکے امام خصاف نے ادب القاضی میں اس کی وجہ یہ تبلائی ہے کہ مکان اس کی ملک ہے مالک اپنی ملک میں آنے سے ہر شخص کو منع کرنے کا اختیار رکھتا ہے اس اصول کے تحت شوہر زوجہ کے والدین یا قرابتداروں کو روکنے کا مجاز ہو سکے گا اس کے مقابلے میں عورت کو یہ حق دیا گیا ہے کہ اگر شوہر زوجہ کے ساتھ اپنی ماں بہن یا کسی قرابتدار کو رکھنے کا خیال رکھے اور مکان میں وسعت نہ ہو تو زوجہ شوہر کو اس خیال سے روکنے کی مجاز ہو سکیگی اس کی وجہ یہ ہے کہ جب مکان خالی نہ ہو تو یہ ممکن نہیں کہ بلا تکلف آرام اور حسب خواہش زیب و زینت کے اسباب شوہر کیلئے مہیا کر سکے۔

فقیہ ابو لیث نے فتاوی میں ابو بکر الاسکاف کی رائے لکھی ہے کہ اگر ایک مکان میں متعدد کمرے ہوں تو عورت شوہر کے خیال کو روکنے کی مجاز ہوگی مگر کمروں کی موجودگی میں روکنے کی کسی طرح مجاز نہ ہو سکیگی کیونکہ وسعت مکان کی صورت میں ایک عورت کو شوہر سے مباشرت کرنے میں کسی قسم کی اخلاقی رکاوٹ نہیں رہی

عورت کا لباس اور اس کے بستر کا انتظام | اسلام نے زوجہ کے لباس اور اسکے بستر کے انتظام سے متعلق حسب ذیل اصول قرار دیے ہیں۔

(۱) قاضی عورت کے لئے کس قدر کپڑوں کے جوڑے دینے کا حکم شوہر کے نام جاری کرے اس کے متعلق بتلایا گیا ہے کہ شوہر تنگدست ہو تو استطاعت کے موافق ایک

قمیص، ایک چادر اور ایک برقعہ کا انتظام کرے متمول ہونے کی صورت میں شوہر اپنی گنجائش کے موافق عورت کا لباس بنائے ؎

عورت کے بستر کے سلسلے میں تبلایا گیا ہے کہ زوجہ کے سونے، بیٹھنے کے لئے شوہر کو فرش کا انتظام کرنا ہوگا موسم سرما میں گرم اشیاء کا انتظام بھی ضروری ہوگا لفظ فراش (بستر) کا جو ذکر کیا گیا ہے اس سے عام طور پر ایک فراش مراد لیا جاتا ہے لیکن عورت کے لئے ایک فراش کافی نہیں ہوسکتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "شخص کے لئے تین فراش ہونے چاہیں ایک اپنے لئے دوسرا اہل کے لئے تیسرا مہمان کیلئے (۲) اس کے سوا اگرچہ تھا ہو تو شیطان کے لئے تبلایا گیا ہے یعنی ان تین بستر سے زاید بستر ہو تو وہ عورت کے لیئے جبکہ وہ حایضہ یا بیمار رہو تو کارآمد ہوسکے گا۔

عورت کا قرابتداروں کے مکانون میں جانا اس کے اوپر تبلایا گیا ہے کہ عورت شوہر کی اجازت کے بغیر مکانیں اپنے والدین یا قرابتداروں کو بلانے کی مجاز نہیں ہوگی مگر شوہر کی اجازت سے اپنے قرابتداروں اور عزیز و اقارب کو مدعو اور ان کے مکانوں میں جاسکیگی۔ ایسی صورت میں عورت مستحق نفقہ بھی ہوگی اگر والدین یا دیگر محارم بوجہ پیری یا علالت شدیدہ نہ آسکتے ہوں تو عورت بلا اجازت شوہر جانے کی مجاز ہوگی ؎

انتظامات خانہ داری امور خانہ داری کے انتظام کے متعلق تبلایا گیا ہے کہ ایسے کام کاج جو گھر کے انتظام سے متعلق ہوں عورت پر دیانۃً واجب ہیں لیکن قضاءً قاضی زوجہ کو ان کاموں کی تکمیل کے واسطے مجبور نہ کریگا (۳) اگر شوہر امور خانہ داری کے انتظام کے لئے کسی خادم (ملازم) کو مامور کرے تو شوہر زوجہ کو خورد و نوش اور بیمار ہو تو معالجہ یا تیمارداری اور اس قسم کے دیگر انتظامات کی انجام دہی کے لئے قضاءً مجبور کرنے کا مجاز نہ ہوگا کیونکہ عورت شوہر کی الفت، موانست اور حفظ نفس کا ذریعہ ہے نہ کہ ان افعال کے کرنے کے لئے جن کو شوہر مثل خادمین کرانا چاہتا ہے۔

---

(۱) امام خصاف نے قمیص کا ذکر کیا ہے اور امام محمدؒ نے کتاب الاصل میں "درع" تبلایا ہے ان دونوں کی حیثیت تقریباً یکساں ہے بعض عورتیں "درع" کا استعمال کرتی ہیں اور بعض قمیص کا "درع" اس لباس کو کہتے ہیں جس کا حصہ سینہ کی طرف کھلا ہوا کٹا ہوا ہو قمیص اس لباس کو کہتے ہیں جسکا حصہ مونڈھے کی طرف کٹا ہوا ہو۔ شرح ادب القاضی میں عورتوں کے مختلف لباس کو صراحت سے تبلایا گیا ہے

(۲) رد المحتار جلد ۲ صفحہ (۶۸۲) (۳) فتاوی عالمگیری جلد ۲ باب النفقات بحوالہ بحر الرائق۔

زوجہ کے خادمین اور ان کا نفقہ | زوجہ کی خدمت کے لئے خادم (۱) ہو تو خادم کا نفقہ شوہر کے ذمہ ہوگا اور اگر زوجہ اپنی خدمت کے لئے ایک خادم کے بجائے دو یا متعدد خادم رکھے۔ تو ان سب کے نفقہ کے متعلق فقہا کو اختلاف ہے

حضرت امام ابوحنیفہ رح اور امام محمد رح کی رائے ہے کہ عورت کے صرف ایک خادم کے نفقہ کی ادائی شوہر پر ضروری ہوگی ایک سے زائد خادمین کے نفقہ کی ادائی واجب نہیں

امام ابی یوسف رح کی رائے ہے کہ شوہر پر عورت کے جملہ خادمین کے نفقہ کی ادائی واجب ہے، اس لئے کہ اگر عورت ایک متمول خاندان کی ہو اور پہلے مرتبہ اپنے ساتھ متعدد خادمین کو لائی ہو تو ایسی صورت میں ان تمام کا نفقہ شوہر پر ہوگا

بیوی اور خادم کے نفقہ کا فرق | اس کے اوپر یہ بتلایا گیا ہے کہ عورت کا نفقہ مرد پر بوجہ استمتاع نفس ہے برخلاف اس کے خادم کا نفقہ خدمت کے معاوضہ میں ہے بلا خدمت وہ کسی معاوضہ یا نفقہ کی مستحق نہ ہوگی۔

زمانہ حج میں زوجہ کا نفقہ کس پر ہوگا | زمانہ حج میں اگر عورت غیر محرم کے ساتھ سفر کرے تو ایسی صورت میں شوہر پر ان ایام کے نفقہ کی ادائی لازمی نہیں ہوگی البتہ زمانہ حج میں شوہر بھی ساتھ ہو تو حسب رائے حضرت امام ابی یوسف ان ایام کا نفقہ شوہر پر ہوگا کیونکہ شوہر کو اس سے انتفاع کے مواقع حاصل ہیں (۱) مقدار نفقہ کے متعلق امام خصاف رح کی رائے ہے کہ حج سے پہلے عورت کو جو نفقہ دیا جاتا تھا وہی ادا کیا جائے سفر اور دوسرے مقامات کے حالات پر اعتبار نہیں کیا جائے گا کیونکہ شوہر پر نفقہ معروف کی ادائی واجب ہے نہ کہ نفقہ مقامی

عدت | عدت کے لفظی معنی شمار کرنے کے ہیں شرع میں اس مدت کا نام ہے جس میں عقد نکاح کے فسخ کے بعد عورت کو دوسرا نکاح کرنے کے قبل انتظار کرتے ہیں عدت کا مقصد یہ ہے کہ اس اولاد کے نسب کا صحیح طور سے پتہ لگ جائے جو فسخ نکاح کے بعد یا بیوہ ہونے کے بعد اس عورت سے پیدا ہو مطلقہ عورتوں کے لئے مدت عدت حنفیوں کے نزدیک تین حیض ہے شافعی اور مالکیوں کی رائے میں تین طہر۔ آئسہ اور نابالغہ کے لئے تین مہینے بیوہ کے واسطے چار ماہ دس دن حاملہ کے لئے خواہ مطلقہ ہو یا بیوہ وضع حمل تک عدت کے

---

(۱) چونکہ عہد حاضرہ میں غلاموں کی خرید و فروخت کا عمل متروک ہو گیا ہے ایسی صورت میں اگر عورت اپنی خدمت کیلئے کسی ملازم کو رکھے تو اس کی ماہوار کا بار شوہر پر ہوگا۔ (۱) جامع کبیر صفحہ (۱۹۳) مطبوعہ احیاء معارف النعمانیہ

ایام ختم کرنے کی ضرورت ہوگی [1]

ایام عدت کا نفقہ طلاق کے بعد ایام عدت کا نفقہ شوہر پر واجب ہوگا [2]

عورت اور بیماری اسلام نے جس وسعت سے عورت کی قدر و منزلت کی اور اس کو جو حقوق دے اس کی کوئی نظیر آج دنیا کے کسی اور مذہب میں نہیں مل سکتی اس سے بڑھکر اور کیا ہوگا کہ اگر عورت کسی بیماری (۳) میں مبتلا ہوجائے تو اس کا نفقہ ضائع نہیں ہوگا بلکہ شوہر پر نفقہ کی ادائی واجب ہوگی ۔ اس کی وجہ یہ بتلائی گئی ہے کہ زوجہ کی حالت بیماری میں بھی مرد کو استئناس نظر کے ذریعہ انتفاع کا موقع حاصل رہتا ہے [3]

ایلاء اور ظہار ایلاء کے معنے لغت میں قسم کے ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں یہ ہے کہ شوہر کا قسم کھانا اپنی منکوحہ سے چار مہینے یا اس سے زیادہ مدت تک صحبت نہ کرنے پر ایلاء کہلاتا ہے ضروری ہوگا کہ مدت معینہ کے اندر عورت سے صحبت کرے ایسی صورت میں صرف کفارہ دینا ہوگا مدت معینہ کے گزرنے کے بعد مباشرت نہ کرے تو عورت نکاح سے خارج ہوجائیگی ۔

شرع میں ظہار کی تعریف اس طرح کی گئی ہے کہ شوہر اپنی زوجہ کو ایسی عورت سے تشبیہ دے جو اس پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو کفارہ ادا کرنے کے بعد منکوحہ سے صحبت جائز ہوگی ۔ قسم کا کفارہ شرع میں ایک غلام آزاد کرنا یا دس مسکینوں کو صبح و شام پیٹ بھر کھانا کھلانا یا اسکی قیمت دینا اگر کوئی شخص ان تمام سے عاجز ہو تو اس کو چاہیئے کہ تین روز پے در پے روزہ رکھے

ایلاء اور ظہار میں نفقہ کی ادائی کس پر ہوگی ایلاء اور ظہار کی حالتوں میں بھی نفقہ کی ادائی شوہر پر ضروری ہوگی اس لئے کہ اسوقت صحبت یا حظ نفس کے جو موانعات پیدا ہوگئے ہیں ان کا وقوع شوہر کی طرف سے ہوا ہے اس لئے عورت مستحق حصول نفقہ ہوگی [5]

ایام عدت میں حق وراثت کا پیدا ہونا اور اس کے مختلف اقسام خاوند اگر زوجہ کو طلاق رجعی دے تو اندرون عدت ایک دوسرے کا وارث ہے اور ختم عدت کے بعد وارث نہیں

(۱) ہدایہ باب العدۃ (۲) فتاوی عالمگیری کتاب الطلاق باب النفقہ (۳) امراض کی تفصیل یہ ہے رتق۔ جذام۔ جنون برص وغیرہ (۴) ردالمختار جلد ۲ کتاب النکاح و فتاوی عزیزیہ صفحہ ۶۸ - (۵) کنزالدقایق

اور اگر شوہر زوجہ کو بلا اس کی رضامندی کے مرض موت کی حالت میں طلاق بائن یا مغلظہ دے تو اندرون مدت عدت زوجہ اس کی وارث ہوگی اور یہ اس کا وارث نہ ہوگا اور اگر زوجہ کی رضامندی سے طلاق دے تو اندرون عدت ہر ایک دوسرے کے وارث نہیں ہونگے اور ختم ایام عدت کے بعد کسی طلاق میں بھی زوجین ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوسکیں گے اس کے سوا شوہر بحالت صحت زوجہ کو طلاق بائن یا مغلظہ دے تو ہر ایک نہ اندرون ایام عدت وارث ہے اور نہ بعد (۱)

اگر شوہر نے زندگی میں بحالت صحت اپنی کل جائداد زوجہ کے نام ہبہ کرکے زوجہ کو اس پر یعنی اشیاء ہبہ پر قبضہ دیدیا ہو تو بعد وفات شوہر ورثاء متوفی کو ان املاک سے متمتع ہونے کا حق نہ ہوگا کیونکہ اشیاء موہوبہ کی حیثیت متوفی کی ملک سے نہیں ہوگی اور نہ ہبہ کو واپس لینا جائز ہوگا (۲)

جس عورت کو صحبت سے پہلے طلاق دے تو اس پر عدت لازم نہیں — اور زوجہ شوہر سے نصف مہر پانے کی مستحق ہوگی — اور اگر خلوت صحیحہ کے بعد طلاق ہو تو شوہر پر پورا مہر ہوگا ؎۳

عورت کی تجہیز وتکفین اور اس کے مصارف کی ادائی کس پر ہو گی

زوجہ مالدار ہو یا نہ ہو مذہب اسلام نے عورت کی تجہیز وتکفین کے جملہ مصارف شوہر کے ذمے واجب قرار دیے ہیں اور یہ قاعدہ بتایا ہے کہ زندگی میں جس پر نفقہ واجب ہے مرنے کے بعد بھی اس پر تجہیز وتکفین کے مصارف کی ادائی واجب ہوگی ؎۴

نکاح باطل وفاسد

جو نکاح مستقل محارم (حقیقی بہن یا خالی بہن بھتیجی وغیرہ) کے ساتھ کیا جائے وہ باطل ہے اور ایسی عورتوں سے جو عارضی طور سے ممنوع ہیں (۵) یا بغیر گواہوں کی موجودگی کے یا ایام عدت میں نکاح ہوا ہو تو وہ فاسد کہلائے گا ؎۶

نکاح باطل وفاسد میں عدت اور اس کے متعلقہ اصول

نکاح باطل اور فاسد میں خلوت صحیحہ ہو چکی ہو تو بعد تفریق شوہر پر زوجہ کا مہر مثل جو مہر مسمی سے کم ہو واجب الادا ہوگا اور اس قسم کی عورتوں کے لئے عدت میں بھی بیٹھنا ہوگا جیسا کہ رد المحتار جلد ۲ کتاب المہر صفحہ ۳۵۹ میں لکھا ہوا ہے

---

(۱) فتاوی عالمگیری جلد (۱) باب طلاق المریض وکتاب الآثار صفحہ (۱۳۶) (۲) ہدایہ کتاب الہبہ — (۳) فتاوی عالمگیری جلد (۱) باب العدۃ و باب المہر (۴) رد المحتار جلد (۱) صفحہ (۶۰۶) (۵) زوجہ کی حقیقی بہن یا اس کی حقیقی خالہ سے نکاح کرنے کو فاسد کہتے ہیں

وطی کے بعد قبل تنسیخ نکاح جو اولاد پیدا ہو ان کی حصانت اور ان کے نان و نفقہ کی ادائی بحیثیت تعلق کے باپ کے ذمہ ہوگی اس حد تک بچہ کا تعلق باپ سے متعلق رہے گا اگر ایسا نہ ہو تو بچہ کا تلف جان ہونا ممکن ہے مگر شرط یہ ہے کہ وطی سے (۶) مہینے یا اس سے زیادہ مدت گزرنے کے بعد بچہ پیدا ہوا ہو اگر چھ مہینے سے کم میں بچہ کی ولادت ہو تو ثبوت تعلق بقدر حق حصانت جاتا رہے گا۔

اگر خلوت صحیحہ ہونے سے پہلے نکاح باطل اور فاسد کی تنسیخ عمل میں آئے تو عورت پر عدت بھی نہیں ہوگی اور نہ زوج پر مہر کی ادائی کا لزوم ہوگا از فتاوی نوازل حضرت امام ابی اللیث صفحہ ۳۰

نکاح فاسد اور باطل میں میراث | جو بچے نکاح باطل اور فاسد کی حالت میں پیدا ہوتے ہیں۔ وہ باپ کی میراث سے کسی طرح تمتع حاصل کرنے کے مجاز نہ ہو سکیں گے اور نہ اس سے کوئی شرعی نتیجہ اخذ ہوگا جیسا کہ ردالمحتار جلد (۲) باب المہر صفحہ (۳۶۱) میں ثبوت النسب کے سلسلے میں بتلایا گیا ہے۔ اما الارث فلا یثبت فیہ وکذا النکاح الموقوف۔

نکاح باطل اور فاسد میں تنسیخ عقد نکاح کے بعد پہلی زوجہ کا نفقہ | اگر ایک شخص اپنی بیوی کی موجودگی میں اس کی بہن حقیقی یا خالہ حقیقی سے شادی کرے اور بوقت نکاح اس کو ان رشتوں کا علم نہ ہوا ہو اور جب وہ واقف ہو جائے تو اس کے لئے ضروری ہوگا کہ محارم بیوی کو فوراً علیحدہ کر دے اور قاضی اس بات کا حکم دے گا کہ وہ پہلی بیوی سے اس وقت تک علیحدہ رہے جب تک محارم بیوی (علیحدہ شدہ) کی عدت ختم نہ ہو اس عرصہ تک پہلی پہلی بیوی کا نفقہ شوہر پر ضروری ہوگا فتاوی النوازل صفحہ (۱۱۰) میں بتلایا گیا ہے

بھاگی ہوئی عورتوں کا نفقہ | جو عورتیں نافرمانی یا اجنبی شخص سے زنا میں مرتکب ہوتی ہیں۔ ان کا نفقہ شوہر پر واجب نہ ہوگا اور نہ ایسی عورتیں نکاح سے خارج متصور ہوں گی اور نہ ان کے اس عمل سے مہر ساقط ہوگا اس لئے ارتکاب زنا کی صورت میں عورت شرعی سزا کی مستحق ہوگی البتہ ارتداد یا سوتیلے لڑکے سے تعلقات پیدا کرے تو نکاح سے خارج اور مہر ساقط ہوگا جیسا کہ ردالمحتار جلد ۲ صفحہ (۲۳۹) میں بتلایا گیا ہے۔

ضائع شدہ نفقہ اور اس کے اصول اگر عورت ایک عرصے تک شوہر سے نفقہ طلب نہ کرے اور بعد میں طلب نفقہ کا دعوی عدالت میں پیش کرے تو عدالت گزشتہ زمانہ کا نفقہ شرعاً دلانے کی مجاز نہ ہوگی (۱) اسی طرح اگر عورت حاصل کئے ہوئے نفقہ کو ضائع کردے تو اس شکل میں بھی شوہر کے لئے یہ ضروری نہ ہوگا کہ وہ زوجہ کو دوبارہ نفقہ ادا کرے کیونکہ عورت کو جو نفقہ دیا جاتا ہے وہ حاجت اور تمکین نفس کے مقابلہ میں ہے جس کی ادائی ایک مرتبہ ہوگی۔ اس لئے اب شوہر کے لئے یہ ضروری نہ ہوگا کہ وہ دوبارہ نفقہ ادا کرے جیسا کہ قاضی یا اس کے عمال خزانہ شاہی سے ماہوار حاصل کرنے کے بعد ضائع کر دیں تو حکومت پر ان کی دوبارہ اجرائی لازمی نہیں۔ اس کے سوا محرم کے نفقہ کے متعلق بتلایا گیا ہے کہ اگر کسی محرم کا نفقہ ضائع یا سرقہ ہو جائے تو ایسی صورت میں دوبارہ نفقہ کی ادائی شخص ذمہ دار پر لازمی ہوگی کیونکہ اس شکل میں محرم کو ضرورت لاحق ہونے سے دوبارہ حاصل کرنے کا حق پیدا ہوتا ہے۔

محرم کے لباس کے سلسلے میں بتلایا گیا ہے کہ اگر محرم نے دیئے ہوئے لباس کو استعمال نہ کیا ہو تو اس کو دوبارہ حاصل کرنے کا حق نہ ہوگا مگر زوجہ کے لئے جو لباس دیا گیا ہے اس کو استعمال نہ کرکے دوبارہ طالب لباس ہوئی ہو تو اس کو دوبارہ حاصل کرنے کا حق ہوگا

زیادتی نفقہ کے اصول زوجہ کے نفقہ میں زیادتی یا کمی اور حصول نفقہ میں جو شکایت عورت کو رہا کرتی ہے اس کے متعلق ذیل میں چند اصول لکھے جاتے ہیں۔

(۱) اگر عورت نے شوہر سے ایک شئی معلوم پر مصالحت کر لینے کے بعد قاضی کے ہاں درخواست پیش کی کہ نفقہ جس پر مصالحت ہوئی تھی وہ ناکافی ہے وجوہ مدلل ہونے کی صورت میں قاضی کو اختیار حاصل ہے کہ عورت کے مقررہ نفقہ میں زیادتی کا حکم دے۔

(۲) اگر قاضی نے نفقہ میں روپیوں کے عوض اجناس مقرر کر دیا ہو اور یہ اجناس عورت کی ضروریات کے لئے کافی نہ ہو تو اس صورت میں بھی قاضی کو اضافہ

---

(۱) فتح القدیر جلد ۴ صفحہ (۲۰۴)

نفقہ کی اجرائی کا حق ہوگا خواہ شوہر کے ہاں اس وقت مال یا اجناس کے قسم سے
جو بھی ہو اس سے نفقہ کی ادائی ہو گی ۔ اسی طرح اگر شوہر کے ہاں اجناس اور مال
نہ ہو بلکہ پارچہ اور دیگر سامان ہو تو ایسی حالت میں بھی حسب رائے حضرت امام ابوحنیفہؒ
ان اسباب کو فروخت کرکے اس کی قیمت سے عورت کو نفقہ نہیں دلایا جائیگا
مگر حسب رائے امام ابی یوسفؒ اور امام محمدؒ ان اشیاء کو فروخت کرکے اس کی قیمت
سے نفقہ میں ادائی کا عمل ہو سکے گا ۔

عدم ادائی نفقہ میں قاضی کے اختیارات | قاضی کے نفقہ مقرر کرنے کے بعد عورت اپنے
شوہر کو قید کرنے کی درخواست کرے تو اس کی درخواست منظور نہیں ہو گی کیونکہ
کسی کے لئے قید کا حکم دینا موجب عقوبت ہے اور جب تک ظلم شوہر کے جانب
سے ظاہر نہ ہو اس وقت تک شوہر کے نام قید کا حکم جاری نہیں ہو سکیگا البتہ دوسری
مرتبہ عورت نے عدم ادائی نفقہ کی علت میں قید کی درخواست پیش کی تو تب اس کا
دعوی قابل سماعت ہوگا کیونکہ اب اس سے ظلم ظاہر ہوا ہے ظلم کا رفع کرنا قاضی
کے فرائض سے ہے خواہ نفقہ کی مقدار ایک درہم کی کیوں نہ ہو اور یہ اختیار اس کو
صرف عدم ادائی نفقہ کی صورت میں حاصل نہ ہوگا بلکہ ہر ظلم کی علت میں ظالم کو قید
کرنے کا اختیار رہے گا ۔

جس نفقہ کو قاضی مقرر کر دے اور اس کو شوہر ادا نہ کرے تو ایسی صورت
میں عورت کو اس امر کا حق حاصل ہوگا کہ وہ اپنی جائداد سے یا شوہر کے نام پر قرض
حاصل کرکے نفقہ حاصل کرے اس کی ادائی شوہر کے لئے لازمی ہوگی کیونکہ قاضی
اس کو قرض لینے کا اختیار دیا ہے ۔

قاضی جن جن اشخاص کو ظلم کی علت میں قید کا حکم دے گا ۔ وہ دو یا تین ماہ کے بعد
انکے حالات دریافت کرنے کا بھی حق رکھے گا ۔

مفلس اشخاص کو کاروبار پر لگانے کی ضرورت | جو شخص فقیر ہو اس کے لئے زکوۃ لینا جائز ہے
ایسا شخص جس کے پاس زکوۃ سے رقم وصول ہوئی ہو وہ کسی محارم کے ادائی نفقہ پر مجبور

نہیں کیا جائے گا البتہ وہ بیوی اور بچوں کے نفقہ پر مجبور ہوگا ایسی صورت میں وہ قید نہیں کیا جائے گا کیونکہ قید کی صورت میں —— قوی احتمال ہے کہ اس کی حاجت میں مزید اضافہ ہو اگر قاضی کی تحقیقات میں مفلس شخص تنگ دست نہ ہو تو ضرور قید کیا جائے گا شارح کتاب ہذا کی رائے ہے۔ مفلس شخص اگر صنعت و حرفت اور مزدوری کرنے کا قابل ہو تو وہ باپ کے نفقہ کی ادائیگی کے لئے کام کرنے پر مجبور کیا جائے گا تاکہ اس کے عمل سے باپ کو نفقہ حاصل ہو سکے۔

حصول نفقہ میں زوجہ کی شکایات شرع میں بیوی پر شوہر کے احکام کی اطاعت ضروری ہے اس طرح شوہر کے فرائض سے ہے کہ وہ اپنی زوجہ کو آرام و راحت سے رکھے اور اس کو برابر نفقہ پہونچاتا رہے۔ اگر حصول نفقہ میں زن و شو کے درمیان جھگڑا ہو تو قاضی کو اختیار ہے کہ وہ خود روزآنہ شوہر سے نفقہ پہونچانے کا انتظام کرائے یا کسی معتبر شخص کے ہاں جمع رہنے کا حکم دے۔

تاکہ عورت کو روزآنہ نفقہ برابر حاصل ہوتا رہے اگر عورت قاضی کے ہاں درخواست پیش کرے کہ شوہر سے نفقہ وقت پر وصول نہ ہونے کی وجہ عسرت کی زندگی بسر ہو رہی ہے۔ ایسی حالت میں تحقیقات کے بعد قاضی اس کے لئے ایک ایسی مقدار نفقہ کی مقرر کرے گا جو اس کی ضروریات کو پورا ہو سکے۔ اگر عورت کفیل کی خواہش کرے۔ تو کفیل بھی مقرر کیا جائے گا تقرر کفیل کے سلسلے میں حضرت امام ابو حنیفہ رح کی رائے خلاف ہے امام ابی یوسف رح کی رائے میں ایک ماہ کیلئے کفیل کا تقرر کرنا جائز ہے اور اس پر جمہور علماء کا فتوی ہے۔

کفالت کسی مطالبہ میں ایک شخص کا اپنی ذمہ داری کو دوسرے شخص کی ذمہ داری میں شریک کر دینا کفالت کہلاتا ہے جو شخص ضامن ہوتا ہے وہ کفیل اور جس کی طرف سے ضامن ہوتا ہے اس کو مکفول عنہ اور جس کے واسطے ضامن ہوتا ہے اس کو مکفول لہ کہتے ہیں۔

عورت مجاز ہوگی کہ شوہر سے ادائی نفقہ کے متعلق معاہدہ کفالت حاصل

کرے جیسا کہ شوہر نے ایک شخص کو کفیل بنایا اور کفیل مکفول لہا سے اس طرح کہا کفلت لک بنفقتک کل شھر عشرۃ دراھم یعنی میں تیرے نفقہ کا کفیل ہوں تجھ کو ہر ماہ دس درہم دیا کرونگا اس کے متعلق امام ابوحنیفہ کی رائے ہے کہ یہ کفالت صرف ایک ماہ کے لئے ہوگی کیونکہ کفیل نے لفظ شہر (مہینہ) کو کل کے ساتھ بیان کیا اور لفظ کل (تمام) کا اطلاق عمومیت پر ہوتا ہے اور یہ محال ہے اس لئے کل سے مراد ایک مہینہ لیا ہوگا جیسا کہ ایک شخص لک علی کل درھم کہتا ہے تو اسکے اس اقرار سے ایک درہم مراد لیا جائے گا نہ کہ اس سے ہمشگی مراد لیجائیگی اس لئے یہ ضروری ہوگا کہ اس قسم کے معاہدہ کفالت میں لفظ ہمشگی یا زن وشو کے تعلقات قائم رہنے تک جیسے الفاظ اضافہ ہوں لیکن امام ابی یوسف رح کی رائے ہے کہ یہ کفالت اس وقت تک قائم رہے گی جب تک ان دونوں میں زوجیت کا تعلق باقی رہے اسی پر جمہور علماء کا فتویٰ ہے۔

ایک دوسری صورت میں کفیل کفلت لک بنفقتک کل شھر عشرۃ دراھم ابداً او طلقھا الزوج یعنی میں تیرے نفقہ کا کفیل ہوں تجھکو ہمیشہ یا جب تک دونوں میں زن وشو کے تعلقات باقی رہینگے یا شوہر طلاق دیدے اس وقت تک نفقہ دیا کردونگا ایسی صورت میں کفیل کیلئے ضروری ہوگا کہ مکفول لہ کو زن وشو کے تعلقات قایم رہنے تک نفقہ ادا کرتا رہے۔

معاہدہ کفالت کی بناء پر عورت کفیل سے نفقہ حاصل کرنے کی مجاز ہوگی اگر اس عرصے میں شوہر زوجہ کو طلاق دیدے تو ایام عدت کا نفقہ بھی کفیل سے حاصل کرسکے گی۔

مرض الموت میں وراثت کے احکام

مرض الموت کیا ہے وہ ایسا مرض ہے جس سے عام طور پر اکثر موت کا خوف ہوتا ہے اور یہ مرض انسان کے دماغی اور جسمانی ضعف کے پیدا کرنے کا سبب ہوتا ہے اس لیئے ایک مریض پر لازم ہے کہ وہ اپنے ذمہ کی عبادت کو جہاں تک اس سے امکان میں ہو ادا کرتے رہے اور جو اشخاص اس مرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں ان کی جائداد سے ورثاء اور قرضخواہاں کے حقوق پیدا ہو جاتے ہیں اور اس کی زندگی کی غلطیوں اور خطاؤں کی اصلاح کے لیئے اس کو اپنی جائداد سے صرف ایک تہائی حصہ کے انتقال کا اختیار باقی رہتا ہے بعض معاملات میں اس کی ذمہ داری اس کی جائداد سے متعلق ہو جاتی ہے مثلاً اگر متوفی کسی جائداد کا امین ہو یا اپنی زندگی میں کسی زمین پر غاصبانہ قبضہ رکھتا ہو تو ان صورتوں میں اشیاء امانی اور اشیاء مغصوبہ اشخاص امناد اور مالک اشیاء مغصوبہ کے حوالے ہو جائینگے اس کے سوا باقی سے تجہیز و تکفین اور ادائی قرضہ کے بعد جو کچھ بچے وہ ورثاء پر تقسیم ہو گا۔[1] اور عورت مرض موت میں بغیر رضامندی ورثاء مہر معاف نہیں کر سکتی۔ (فتاوی صدارت العالیہ بحوالہ تنقیح حامدیہ جلد ۲ صفحہ ۲۵)

چونکہ متوفی فطری طور پر اپنے تمام فرائض سے سبکدوش ہو جاتا ہے اس لیئے اس سے تمام رشتہ داروں کے پرورش کی ذمہ داریاں بھی ختم ہو جاتی ہیں۔

وراثت کا نفاذ مورث کی وفات کے بعد اس کا مال متروکہ کہلائیگا۔ اور یہ متروکہ ورثاء میں قابل تقسیم ہوگا برخلاف اس کے کسی وارث کو اس کی زندگی میں اس کی جائداد پر دعوی کا حق نہ ہوگا۔ اور نہ ایک شخص کے حقوق مرجانے کے بعد اس کی جائداد سے کلیتاً زائل ہو سکتے بلکہ اس کی ضروریات تجہیز و تکفین کی حد تک باقی رہتے ہیں (۲)

وراثت مورث کی وفات کے بعد اس کی جائداد ان لوگوں پر منتقل ہوتی ہے جو بہ لحاظ شرکت خون و قرابت متوفی سے اپنا تعلق رکھتے ہوں۔

---

(۱) توضیح و تلویح صفحہ (۷۵۶) مطبوعہ مصر (۲) توضیح صفحہ (۷۵۷) و درمختار جلد ۵ کتاب الفرایض و فتاوی عالمگیری جلد ۶ کتاب الفرایض

ورثاء کے اقسام | ورثاء کے حسب ذیل اقسام ہیں [1]

(۱) اصحاب الفرائض (۲) عصبہ (۳) ذوی الارحام (۴) مولی الموالات واوصیا

(۱) اصحاب الفرائض وہ اصحاب ہیں جن کے حصص قرآن کے ذریعہ مقرر ہیں وہ یہ ہیں۔

۴ مرد۔ باپ۔ دادا۔ اخیافی بھائی۔ شوہر

۸ عورتیں۔ زوجہ۔ بیٹی۔ پوتی۔ حقیقی بہن۔ اخیافی بہن۔ علاتی بہن۔ ماں جدۂ صحیحہ

عصبات | غیر محجوب اور ذوی الفروض کے حصہ دینے کے بعد جو کچھ بچتا ہے اس کے مستحق عصبہ ہوتے ہیں یہ تین قسم کے ہوتے ہیں (۱) عصبہ بنفسہ (۲) عصبہ بغیرہ (۳) عصبہ مع غیرہ

عصبہ بنفسہ چار قسم کے ہوتے ہیں (۱) جز متوفی یعنی اسکے بیٹے اور پوتے خواہ کتنے ہی نیچے کیوں نہ ہو۔ (۲) اصل متوفی یعنی اس کا باپ و دادا خواہ کتنے ہی اوپر کے کیوں نہ ہو (۳) متوفی کے باپ کے اجزا یعنی اس کے بھائی یا بھائیوں کے بیٹے خواہ کتنے ہی نیچے کیوں نہ ہو (۴) متوفی کے دادا کے اجزا یعنی چچا اور ان کے بیٹے خواہ کتنے ہی نیچے کیوں نہ ہوں

۲ عصبہ بغیرہ وہ عورتیں ہیں جو بحیثیت ذوی الفروض کے نصف اور دو تھائی متروکہ پانے کی مستحق ہوتی ہیں لیکن وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ ہوکر برابر عصبات میں داخل ہو جاتی ہیں مثلاً ایک میت نے بیوہ۔ بھائی اور بہن کو چھوڑا تو بیوہ کو ایک چوتھائی ملے گا اور بقیہ تین چوتھائی میں سے بھائی دو حصے اور بہن ایک حصہ بحیثیت عصبہ پائیں گے۔

عصبہ مع غیرہ وہ وارث عورت ہے جو دوسری وارث عورت کے ساتھ ملکر عصبہ ہوجاتی ہے مثلاً جب ایک بہن ایک لڑکی کے ساتھ جمع ہو جائے۔ قرابتی عصبات کے سوائے بوجوہ خاص بعض عصبات ہوجاتے ہیں جیسے مولی العتاق اور اگر کوئی عصبہ نہ ہو تو ترکہ کا باقی حصہ ذوی الفروض قرابتداروں میں بہ مناسبت ان کے حصوں کے تقسیم ہوگا۔

ذوی الارحام | اس فہرست میں وہ تمام رشتہ دار شریک ہیں جو نہ ذوی الفروض ہیں یا

---

[1] کنز الدقائق دوسرا حصہ

اور نہ عصبہ ایسے ورثاء ذوی الارحام کہلاتے ہیں اور یہ چار قسم کے ہوتے ہیں۔
(۱) بعض متوفی کے اولاد میں ہوتے ہیں جیسا کہ بیٹوں اور پوتیوں کے لڑکے
(۲) وہ اصحاب جن کی اولاد میں خود متوفی ہو۔
(۳) وہ اصحاب جو متوفی کی والدین سے پیدا ہوئی ہوں جیسے بہن کی اولاد اور بھائیوں کی لڑکیاں۔
(۴) وہ اصحاب جو متوفی کے دادا اور نانا کی اولادیں ہوں جیسا کہ ماموں پھوپیاں۔ خالائیں۔ ان ورثاء میں حق توریث بہ ترتیب متذکرہ بالا پہونچتا ہے۔

مولی الموالات | مولی الموالات وہ لوگ ہیں جن سے متوفی نے معاہدہ کر لیا ہو کہ وہ اس کے مرنے کے بعد اس کے وارث ہوں گے یہ لوگ متوفی کے متعلق عہد کرتے تھے کہ اگر متوفی کے بعد کوئی جرمانہ یا دیت عاید ہوگی تو وہ اس کو ادا کرینگے

اوصیا | اگر متوفی کے بعد کسی قسم کے کوئی ورثاء ہوں تو اس کی جائداد ان لوگوں کو ملے گی جن کے حق میں متوفی وصیت کر گیا ہو ایسے لوگ اوصیا کہلائینگے۔

ملک کی تعریف | شریعت میں ملک کی تعریف اس طرح کی گئی ہے کہ وہ اس تعلق کا اظہار ہے جو ایک انسان اور اس شئی میں ہوتا ہے جو متذکرہ صدر انسان کے قطعی اختیار اور اقتدار میں ہونے سے کسی دوسرے انسان کو اس پر کسی قسم کے انتقال کا حق نہو (۱)

وصیت | شرع میں وصیت کی تعریف اس طرح کی گئی ہے کہ وہ ایسا انتقال ہے جو موصی کی وفات کے بعد عمل میں آتا ہے جو شخص وصیت کرتا ہے وہ موصی اور جس شخص کے واسطے وصیت کیجاتی ہے وہ موصی لہٗ اور جو شخص اس کے ہدایات کے موافق عمل کرنے کے لئے مقرر کیا جاتا ہے وہ وصی کہلاتا ہے۔

اشیاء وصیت پر قیود | شریعت نے اس مقصد کے لئے جائداد کے صرف ایک تھائی حصہ کو کافی تصور کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے دوسرے لوگوں

---

(۱) شرح وقایہ جلد ۲ صفحہ (۱۶۳)

کے حقوق پر اثر پڑتا ہے مصارف تجہیز و تکفین اور ادائی قرض کے بعد متروکہ کے تیسرے حصہ سے وصیت کی تکمیل ہوگی ثلث حصے سے زاید حصہ پر وصیت کا اثر پڑتا ہو تو اس میں ورثاء کی رضامندی ضروری ہوگی (۱)

وصیت کا نفاذ | بلحاظ اپنی نوعیت کے وصیت کا نفاذ موصی کی وفات سے ہوتا ہے اگر موصی لہ موصی کی وفات سے پہلے فوت ہوجائے تو سب کے نزدیک جائداد موصی بہا موصی کی جائداد میں شامل ہوجائیگی - وصیت کا نفاذ واجبات اور فرائض میں ہوگا - (فتادی صدارت العالیہ صفحہ ۱۱۱ بحوالہ تنقیح حامدیہ جلد ۲ کتاب الوصایا صفحہ ۲۸۲)

تنسیخ وصیت | موصی کو جس طرح وصیت کرنے کا حق ہے اسی طرح موصی کو یہ بھی حق ہے کہ وہ اپنی زندگی میں وصیت کو منسوخ کردے لیکن جب وہ اپنے غلام کے لئے وصیت کرے کہ وہ اس کے بعد آزاد ہوگا کسی طرح وہ ایسی وصیت کو اپنی زندگی میں منسوخ کرنے کا مجاز نہ ہوگا -

ودیعت | جب کوئی شخص اپنی جائداد کسی دوسرے شخص کے قبضہ میں معاہدہ کرکے بغرض حفاظت دیدے تو وہ ودیعت کہلاتی ہے

امین کی ذمہ داری | شریعت اسلام نے جہاں ہر ایک شخص کو دوسرے کی جائداد پر بطور امانت قبضہ رکھنے کی اجازت دے رکھی ہے وہاں امین کے لئے ضروری قرار دیا ہے کہ وہ اشیاء امانت کو نہایت حفاظت سے رکھے اگر اشیاء امانت کے تلف ہونے کا اندیشہ ہو تو اس کو قاضی کی اجازت سے فروخت کرکے اس کی قیمت اپنے پاس محفوظ رکھے اور جب مالک طلب کرے واپس کرے یا بعد تحقیق ورثاء پر بعد ادائی قرض تقسیم کردے لیکن کسی صورت میں بھی اشیاء امانت کو تلف یا خیر کے کاموں میں صرف کرنے کا مجاز نہ ہوگا - جیسا کہ فتادی عالمگیری جلد ۴ صفحہ ۳۵۱ میں لکھا ہے -

غاصب | اگر کوئی شخص کسی شی کو بغیر مالک کی اجازت کے اس نیت کے ساتھ کہ اس سے اصل مالک کو مستقل یا عارضی طور سے محروم کرکے خود قابض ہوجائے

درمختار کتاب الوصایا میں ہے - وتجوز بالثلث للاجنبی وان لم یجز الوارث ذالک لا الزیادۃ علیہ الا ان تجیزہ ورثتہ بعد موتہ

ایسا شخص غاصب کہلائے گا اور غاصب بمقابلہ اصلی مالک کے جائداد کے غاصبانہ قبضہ کے نتائج کا ذمہ دار رہے گا یعنی اگر وہ جائداد اس کے زمانہ قبضہ میں ضائع ہو جائے یا اس کو نقصان پہونچے خواہ اس میں اس کا کوئی قصور بھی نہ ہو تب بھی وہ ذمہ دار رہے گا۔

اشخاص متوفی کے ورثاء کا نفقہ

متمول ورثاء کا نفقہ ہر وارث جو متمول ہو اس کا نفقہ اس کے حصہ سے ادا ہوگا یہ ایک شریعت کا مسلہ قاعدہ ہے اس اصول کے تحت اگر ایک مالدار شخص وفات پا جائے اور اس کے ورثہ میں چند چھوٹے لڑکے ہوں تو ان کا نفقہ ان کے حصوں سے ادا ہوگا اسی طرح اگر ایک عورت جس کا شوہر فوت ہو جائے اس کا نفقہ شوہر کی جائداد سے ایصال نہیں ہوگا بلکہ بحیثیت وراثت جو حصہ عورت کو پہونچتا ہے اس کے حصے سے اس پر نفقہ کی ادائی کا حکم ہوگا کیونکہ شوہر جیسا کہ اوپر تبلایا گیا ہے بوجہ وفات پا جانے نفقہ کی ادائی سے مستثنیٰ ہے خواہ زوجہ حاملہ ہی کیوں نہ ہو۔

اشخاص متوفی کے جائداد کی حفاظت جب کوئی شخص وصی مقرر کئے بغیر وفات پا جائے ایسی حالت میں قاضی کو اس امر کا اختیار حاصل ہے کہ متوفی کے نابالغ پسماندگان کی حفاظت و نگرانی اور قرضوں کی ادائی وصایہ کی اجرائی اور اس کی جائداد کی حفاظت کے لئے وصی مقرر کرے اور ان سب پر اپنی نگرانی رکھے۔

اشخاص نابالغ کی جائداد اور اس کی حفاظت کسی شہر میں قاضی کا تقرر نہ ہو اس شہر میں اگر بڑے بھائیوں نے اپنے چھوٹے بھائیوں پر یعنی نابالغ بھائیوں پر ان کے حصوں سے ان پر رقم بطور نفقہ خرچ کئے ہوں تو ان کا یہ عمل جائز نہ ہوگا کیوں کہ یہ ان کے حصوں کی رقم کے سے ان پر خرچ کرنے کے مجاز نہیں اور نہ

ان کی حیثیت وصی کی ہے اس لئے اگر چھوٹے بھائی اپنے بڑے بھائیوں کے مقابلے میں عدالت میں رجوع ہوں تو ان کا دعوی قابل قبول ہوگا اور اس سلسلے میں چھوٹوں پر بڑوں کا جو کچھ سلوک رہا۔ اس کو استحسان سمجھا جائے گا۔

اشخاص متوفی اور ان کے ورثاء کا نفقہ | اگر کوئی مالدار یا صاحب جائداد عورت فوت ہو جائے ورثہ میں چھوٹے لڑکے یا لڑکیاں ہوں تو چونکہ یہ متوفیہ کے وارث ہیں۔ اس لئے ان کا نفقہ ان کے حصص سے ادا ہوگا اور اگر ان بچوں کا محتاج باپ بھی ہو تو باپ کا نفقہ بچوں کے حصص سے ادا ہوگا خواہ بچے چھوٹے ہوں یا بڑے ہر حالت میں باپ کا نفقہ بچوں پر ہوگا و نیز باپ کے دوسری بیوی سے جو بچے ہوں ان کا نفقہ بھی ان ہی بچوں کے حصص سے ادا ہوگا اس لئے کہ باپ کے مفلسی کی حالت میں باپ کو بمنزلہ میت قرار دیا جائے گا۔ اس حالت میں ایک بھائی کا نفقہ خواہ وہ علاتی ہو یا حقیقی اس کے بھائی کے حصے سے ادا ہوگا۔

مفلس اقرباء کا نفقہ | چند قیود کے ساتھ مفلس اقرباء بھی اپنے رشتہ داروں سے نفقہ پانے کے مستحق ہیں یہ حق صرف ان لوگوں کے مقابلے میں ہی جو محارم اور بلحاظ قرابت درجہ بدرجہ داخل ہیں جن کی چند صورتیں لکھی جاتی ہیں مفلس بہن کا نفقہ بھائی پر ہوگا اور بھائی ادائی نفقہ پر مجبور کیا جائے گا اگر بہن کے رہنے کے لئے وسیع گھر بھی ہو تو بھائی کو حق ہے کہ وسیع حصے سے باستثناء اس حصے کے جس میں بہن کو رہنے کا موقع ملے حصول نفقہ کے لئے باقی حصے کو فروخت کر کے اپنے نفس پر خرچ کرنے کی بہن کو ہدایت کرے۔

اگر ایک شخص وفات پائے ورثہ میں چھوٹے لڑکے باپ و زوجہ ہوں ایسی حالتیں بچے کا نفقہ دادا پر ہوگا کیوں کہ دادا کی حیثیت باپ کی سی ہوتی ہے ظاہر الروایہ کی بناء پر بحیثیت وراثت نفقہ قایم کیا جائیگا یعنی ایک ثلث ماں پر اور دو ثلث دادا پر ہونگے لیکن حسب رائے حضرت امام ابوحنیفہ رح کل نفقہ دادا پر ہوگا ایسی صورت میں بچے کی ماں مفلس ہو تو اسکے نفقہ کیلئے دادا مجبور نہیں کیا جائیگا۔ اسلئے کہ محارم کا نفقہ واجب ہونے سے منفق (وارث) اسکے خدمتگاروں کے نفقہ پر مجبور نہیں ہوگا البتہ بچہ باپ اور اس کے خدمتگاروں کے نفقہ پر مجبور رہیگا۔

اصحاب محارم کے نام اجرائی نفقہ کے احکام

شریعت نے بیٹے پر ماں باپ، دادا اور دادیوں کا نفقہ جبکہ یہ معذور ہوں واجب قرار دیا ہے
اسی طرح محرم رشتہ دار جو محتاج اور کمانے سے عاجز ہوں ان کا نفقہ وارثوں پر بقدر وراثت قرار
دیا ہے البتہ وہ معذور نہونے کی صورت میں ورثاء ایصال نفقہ پر مجبور نہیں کئے جائینگے۔

نابالغ بچوں اور بچیوں کی صورت میں خواہ یہ بچے اور بچیاں معذور نہوں نگران کے نفقہ کی
ادائی ماں باپ دادا اور نانا پر لازمی ہوگی چونکہ دادا اور نانا .... میں ابویت
کی صفت شریک ہے اس لئے یہ سب ان بچوں کے ایصال نفقہ پر مجبور کئے جائینگے

دادا کو نابالغ پوتے پر ولایت کا حق حاصل ہے اگر پوتا بالغ ہو معذور نہ ہو ایسی صورت
میں پوتے کا نفقہ دادا پر نہوگا البتہ پوتا معذور اور کسی کسب عمل پر قدرت نہ رکھتا ہو اس
صورت میں پوتا حصول نفقہ کا مستحق ہوگا کیونکہ اس کا کسب عمل پر قدرت نہ رکھنا بمنزلہ معذوری
سمجھا جائیگا جو بچے طلب علم میں مصروف رہتے ہیں اور بوجہ مصروفیات علمی کسی کسب کے ذریعہ
روزی کما نہیں سکتے ان کا نفقہ باپ پر ہوگا اور ان کی حالت طالب علمی معذوری سمجھی جائیگی
اسی طرح لڑکیاں بھی جبکہ ناکتخدا ہوں ان کا نفقہ باپ یا ان کے محارم پر ہوگا۔

باپ کا نفقہ بیٹوں پر ہوگا

اوپر بتلایا گیا ہے کہ باپ کا نفقہ بیٹے پر واجب ہے اگر
باپ کو دو بیٹے ہوں اور یہ دونوں بقدر مراتب مالدار نہوں ایسی حالت میں بعض علماء کی
رائے ہے کہ باپ کا نفقہ ان دونوں پر بلحاظ وسعت دولت ہوگا[1] اور بعض کی رائے
دونوں پر مساوی تقسیم کی ہے اسی پر علماء کا اتفاق ہے اگر ان میں سے ایک ایصال نفقہ سے
انکار کرے تو اس صورت میں قاضی دوسرے کے نام باپ کے جملہ نفقہ کی اجرائی کا حکم دیگا اور دوسرے
کو اجازت دیگا کہ وہ اپنے حصہ سے زاید جو کچھ خرچ کرے دوسرے بھائی پر لوٹائے یہ اسلئے ہوگا کہ
اگر باپ کو ایک ہی بیٹا ہونا تصور کیا جائے تو باپ کا نفقہ اسی ایک بیٹے پر واجب ہوگا اور یہ شریعت
کا حکم ہے کہ باپ کے لئے اولاد ایصال نفقہ پر مجبور کیجائیگی۔

باپ کے نفقہ کی تقسیم

بیٹا اور بیٹی کی موجودگی میں باپ کے ایصال نفقہ میں تقسیم کا عمل بلحاظ وراثت ہوگا

---

[1] مبسوط جو فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہے اس میں تفصیل سے ذکر ہے۔

بلکہ تقسیم کے وقت قرابت قریبہ کا لحاظ ملحوظ رکھا جائے گا اس لئے کسی تنگدست شخص کو لڑکا اور لڑکی ہو۔ ان دونوں میں ایصال نفقہ کی تقسیم مساوی ہوگی۔

تنگدست باپ اور اس کے چھوٹے لڑکوں کا نفقہ

اگر کوئی تنگدست ہو اور اس کے ساتھ چند حاجت مند نابالغ اولاد کے علاوہ ایک مالدار لڑکا بھی ہو ایسی صورت میں مالدار لڑکا اپنے باپ اور حاجت مند نابالغ بھائیوں یا بہنوں کے نفقہ پر مجبور کیا جائے گا کیونکہ باپ کی حالت تنگدستی میں باپ کی حیثیت مثل میت ہوگی اور مالدار بھائی پر تنگدست بھائیوں کا نفقہ لازمی ہوگا۔

علاتی ماں اور باپ کی ام ولد کا نفقہ کس پر ہوگا

اگر کوئی شخص مالدار ہو اور اس کو ایک علاتی ماں یا باپ کی ام ولد بھی ہو اس صورت میں مالدار شخص پر علاتی ماں اور باپ کی ام ولد کا نفقہ لازمی نہ ہوگا البتہ باپ کو خادمہ کی ضرورت ہو تو بوجہ ضرورت باپ کے خادمین کا نفقہ بیٹے پر ضروری ہوگا اس لحاظ سے علاتی ماں اور باپ کی ام ولد کا نفقہ مالدار بیٹے پر باپ کے خادمین کی حیثیت سے قرار دیا گیا ہے۔

زوجہ کے پہلے شوہر کے لڑکے پر کس حد تک ذمہ داری عاید ہوگی

زوجہ کا نفقہ زوج پر واجب ہے زوج اور زوجہ محتاج ہوں اور زوجہ کو پہلے شوہر سے ایک مالدار لڑکا ہو ایسی صورت میں بتلایا گیا ہے کہ اس مالدار لڑکے پر ضروری ہوگا کہ وہ قاضی کی اجازت سے اپنی ماں اور ماں کے شوہر پر بطور قرض خرچ کرے البتہ ماں کا شوہر نہ ہونے کی صورت میں ماں کا نفقہ بیٹے پر ہوگا

ایصال نفقہ کی مختلف صورتیں

شریعت نے محارم کے نام تقسیم نفقہ میں وراثت کا اصول ملحوظ نہیں رکھا بلکہ ہر صورت میں قرابت قریبہ کو ترجیح دی ہے اس قاعدے کے تحت اگر کسی شخص کے نواسا نواسی اور حقیقی بھائی سب کے سب مالدار (خوش حال) ہوں تو اس صورت میں شخص مذکور کا نفقہ نواسا اور نواسی پر ہوگا۔

اگر کوئی شخص معذور و محتاج ہو اور اپنے زیر پرورش نابالغ اولاد بھی رکھتا ہو۔ اور اس کو ایک مالدار بھائی بھی ہو ایسی صورت میں مالدار بھائی پر شخص مذکور اور اس کے تمام متعلقین کا نفقہ ہوگا اور وہ ایصال نفقہ پر مجبور کیا جائے گا۔

اگر ایک فقیر شخص اپنے بیٹے سے نفقہ طلب کرے جواب میں بیٹا خود کا تنگدست ہونا بتلائے اور باپ پر خرچ کرنے کی گنجائش کا نہونا ظاہر کرے ایسی صورت میں قاضی بیٹے پر باپ کا نفقہ مقرر نہیں کریگا البتہ بیٹا کسی کام کے کرنے پر قادر ہونے کی صورت میں اسکی آمدنی پر قاضی نگرانی قایم رکھے گا اور بعد نگرانی اس کی آمدنی سے اس کے ضروری خرچ کو منہا کر کے باقی حصے سے باپ کے نام اجرائی نفقہ کا حکم دیگا۔

متمول ورثاء کی صورت میں بچوں کا نفقہ شریعت نے تقسیم میں یہ قاعدہ مرتب کیا ہے کہ ورثا پر جب کسی کے نفقہ کی ادائی واجب ہوا یسی صورت میں تنگدست ورثاء کا شمار بوجہ عسرت استحقاق حق میں مثل میت متصور ہوگا اور ورثاء متمول پر بقدر میراث نفقہ کی تقسیم عمل میں آئیگی لیکن تنگدست ورثاء اظہار حصہ کے لئے مثل میت متصور ہونگے اس اصول کے تحت ذیل میں چند تمثیلات لکھی جاتی ہیں

(۱) اگر کسی بچے کی ماں بھائی اور دادا تینوں متمول ہوں ایسی صورت میں بچے کا نفقہ حسب رائے حضرت امام ابی یوسف اور حضرت امام محمد ماں پر ایک ثلث بھائی اور دادا پر ایک ایک ثلث ہوگا[۲] اور حسب رائے حضرت امام ابوحنیفہ ماں پر ایک ثلث دادا پر دو ثلث ہوگا[۳] ماں کے مفلسی کی صورت میں بچہ کا نفقہ بچہ کے بھائی اور دادا پر علی السویہ تقسیم ہوگا کیونکہ استحقاق حق کی صورت میں ماں کی حیثیت میت کے مانند قرار دیجائیگی۔

(۲) اگر بچہ کی ماں اور اس کے تین متفرق بھائی[۴] مالدار ہوں ایسی صورت میں بچہ کا نفقہ ایک سدس ماں پر ایک سدس اخیافی بھائی پر اور چار سدس حقیقی بھائیوں پر تقسیم ہوگا کیونکہ بچہ کے فوت ہونے کی صورت میں بچہ کی میراث اسی اصول پر تقسیم ہوگی۔

(۳) اگر بچہ کی ماں اور اس کے دو بھائی حقیقی اور علاتی مالدار ہوں اس صورت میں بحیثیت وراثت ماں پر ایک سدس اور حقیقی بھائی پر پانچ سدس نفقہ کی تقسیم ہوگی چونکہ علاتی بھائی بچہ کی وراثت میں محروم ہے اس لئے وہ نفقہ کی ذمہ داری سے مستثنیٰ رہے گا

(۴) اگر کسی بچہ کو حقیقی بہن کے علاوہ علاتی اور اخیافی بہنیں ہوں ان میں ماں اور حقیقی بہن مالدار ہو اور علاتی و اخیافی بہنیں تنگدست ہوں اس صورت میں بچہ کا نفقہ ماں پر دو خمس حقیقی بہن پر تین خمس بقدر سہام ہوگا علاتی

---

[۱] بعض علماء کی رائے ہے کہ اس صورت میں بیٹا متمول ہو تو ہر حالت میں بیٹا باپ کے نفقہ پر مجبور کیا جائیگا اسی پر فتوی ہے۔
[۲] حضرات صاحبین کی یہ رائے بربناء قول حضرت سیدنا زید ہے۔
[۳] حضرت امام صاحب کی رائے برنباء قول حضرت امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ ہے۔
[۴] متفرق بھائیوں سے مراد حقیقی، علاتی اور اخیافی بھائیاں ہیں۔

اور اخیافی بہنیں نہ صرف عسرت کی وجہ سے بلکہ میراث میں محروم ہونیکی وجہ ادائی نفقہ کے عمل سے مستثنیٰ رہنگی
(د) کسی بچہ کی ماں تنگدست اور اس کے مقابلے میں حقیقی علاتی، اور اخیافی خالائیں مالدار ہوں
اس صورت میں بچے کا نفقہ بچے کی حقیقی خالہ پر ہوگا ماں بوجہ عسرت مثل میت قرار دیجائیگی علاتی اور
اخیافی خالائیں بچے کی وراثت میں محروم الارث ہونے سے ادائی نفقہ میں مستثنیٰ سمجھی جائینگی
البتہ بچے کی ماں کا نفقہ بقدر سہام اس کی حقیقی بہن پر تین خمس علاتی اور اخیافی بہنوں پر ایک ایک خمس ہوگا
متذکرہ صدر صورت میں اگر بچے کے بجائے بچی ہو تو ماں اور لڑکی کا نفقہ ماں کی حقیقی بہن (یعنی بچے کی
حقیقی خالہ) پر ہوگا یہ امر واضح رہے کہ بیٹے کی موجودگی میں ماں کی وراثت کا عمل ہو تو ماں کی تمام
بہنیں محروم ہو جاتی ہیں اور جب بیٹے کو بوجہ عسرت استحقاق حق میں مثل میت قرار دیا جائے
تو ماں کی وراثت میں تمام بہنیں مستحق ہوں گی اس بناء پر ماں کی بہنوں پر بقدر سہام میراث کی
تقسیم ہوگی اور استحقاق نفقہ میں تنگدست بہن کا نفقہ مالدار بہنوں پر ہوگا۔

لڑکی کی موجودگی میں جبکہ بہن کو میراث میں حق دیا گیا ہے ایسی حالت میں لڑکی کی حیثیت
مثل میت قرار نہیں دیجائیگی بلکہ لڑکی کی موجودگی میں بچہ کی حقیقی خالہ مستحق حصول میراث ہو گی
البتہ علاتی اور اخیافی خالائیں ادائی نفقہ سے مستثنیٰ متصور ہونگی ان اصول کے تحت جو اشخاص
تنگدست اور معذور ہوں ان کا نفقہ ان کے اصحاب ذوی الارحام پر ہوگا۔

بلوغ کے بعد بچوں کی نگرانی | جب بچے بالغ ہو جائیں اور وہ بالکل مامون (نیک کردار اچھے
خصائل کے) ہوں تو بچوں کی نگرانی اور حفاظت کا تعلق باپ سے متعلق نہ رہے گا اور ایسے بالغ
بچے باپ سے علٰحدہ رہنے کے مجاز ہونگے اگر باپ کو ان بالغ بچوں کے علٰحدہ رہنے میں
خوف ہو تو دیانتہً ان پر اپنی نگرانی قایم رکھنے کا حق ہوگا تاکہ ان کو آئندہ کسی قسم کا کوئی ضرر نہ پہونچے
بالغ ثیبہ لڑکی جبکہ اس کو محفوظ حالت میں رہنے کا یقین ہے اور باپ کو اس کی حالت
سے اطمینان ہو ایسی صورت میں باپ کے لئے ضروری نہ ہوگا کہ وہ اپنی نگرانی اس پر قایم رکھے
بصورت خوف لڑکی کو اپنی حفاظت میں رکھنے کا حق رکھے گا خواہ اس مسئلہ میں باپ اور بیٹی کے
درمیان سخت اختلاف ہو جائے ہر حالت میں بالغ لڑکی پر باپ کی نگرانی قایم رہے گی۔
باپ کی عدم موجودگی میں بھائیوں چچاؤں یا دیگر قرابتداروں کو بھی جبکہ یہ سب اچھے

عادات و نیک کردار کے حامل ہوں ان بالغ لڑکیوں پر نگرانی قایم رکھنے کا حق رکھینگے یا اگر قرابتداروں میں کوئی بھی ماموں نہ ہوں اس صورت میں شریعت کا حکم ہے کہ نیک کردار اور دیندار عورتوں کی نگرانی اپنے پر قایم رکھیں تاکہ آرام او حفاظت سے رہ سکیں [1]

والدین پر بچوں کے حقوق[2] بچوں کے حقوق باپ پر یہ ہیں کہ باپ بچہ کا نام اچھا رکھے اور ہو سکے تو ساتویں روز عقیقہ کرے جب (۶) سال کو پہونچے اس کا بچھونا علحدہ کر دے اچھی تعلیم و تربیت دلانے کی سعی کرے علم دین کے ساتھ فوجی تعلیم (تیر وغیرہ چلانے کی تعلیم) بھی دلائے اور اس کے مال کی حفاظت کرے مالدار نہ ہونے کی صورت میں جوان ہونے تک مال حلال سے ان کے حوائج ضروریہ کی تکمیل کرے اور جب سولہ سال کی عمر میں پہونچے تو اس کا نکاح کرا دے اور نکاح کے بعد اس سے مخاطب ہو کر اسطرح کہے " تیری تعلیم و تربیت ہو چکی - اور نکاح بھی کرا دیا گیا اب میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں کہ اللہ مجھے دنیا میں تیرے فتنہ سے بچائے او آخرت میں تیرے عذاب سے نجات دے ...... اسی طرح ماں پر یہ حق ہے کہ اس کی حالت درست رکھے اور باپ کے کم استطاعت ہونے یا اناتہ نہ ملنے کی حالت میں اس کو دودھ پلائے (فتاوی عالمگیریہ جلد ۲ و ۳ ۲ الاحیاء العلوم غزالی)

امین کس حد تک اپنے افعال کا پابند رہے[3] اس کے پہلے بتلایا گیا ہے کہ ہر حیثیت سے امین اشیاء امانت کا محافظ تلف کی صورت میں کسی طرح ذمہ داری سے بری متصور ہو سکیگا البتہ آگ لگنے یا ڈوب جانے کے خوف سے اپنے پڑوسی کو یا دوسرے کنبہ والے کو سونپ دے تو بر وقت تلف ضامن نہ ہوگا [3] (کنز الدقایق از کتاب الودیعۃ)

امین کس حد تک اشیاء امانت میں اپنے افعال کا پابند ہے ذیل میں چند صورتیں لکھی جاتی ہیں

(۱) اگر امین جبکہ اسکے شہر میں قاضی موجود ہو بغیر اجازت قاضی اشیاء امانت مثلاً دودھ وغیرہ کو بوجہ فساد فروخت کر دے تو اس صورت میں امین اشیاء امانت کا ضامن ہوگا۔

(۲) قریہ جہاں قاضی نہ ہو بلکہ شہر میں قاضی کا وجود ہو لیکن اطلاع دینے سے پہلے اشیاء امانت کے تلف ہونے کا خوف ہو اس بنا پر اگر امین اشیاء امانت کو فروخت کر دے تو

---

[1] شرح نفقات صفحہ ۵

[2] حق الولد على الوالد ان يحسن اسمه ويحسن موضعه ويحسن ادبه - اضربوا على الصلواة لسبع واعزلوا فراشه لتسع وزوجه لسبع عشرة ان كان فاذا فعل ذالك فيجلسه بين يديه ثم يقول لاجعلك على فتنة فى الدنيا ولا فى الآخرة -
کنز العمال جلد (۸) صفحہ ۲۶۹ و ۲۷۴)

اس پر کسی قسم کا کوئی ضمان استحساناً[1] نہ ہوگا

(۳) دو آدمی حالت سفر میں ہوں ان میں سے ایک بے ہوش ہو جائے اور دوسرا اس کے مال سے جو اس کے ہاں موجود ہے اس پر خرچ کرے اس صورت میں خرچ کنندہ شریک پر استحساناً کسی قسم کا ضمان نہ ہوگا جیسا کہ عبید یا ذونین[2] میں بتلایا گیا ہے جبکہ عبید یا ذونین ایک دوسرے شہر میں ہوں اور وہاں ان کو مولی کے انتقال کی اطلاع پہونچے اور مولی کے جائے انتقال پر پہونچنے کی غرض سے وہ جو کچھ مصارف ادا کریں بوجہ خرچ ان پر کسی قسم کا ضمان نہ ہوگا

(۴) مسجد کے لئے جائداد اوقافی ہو لیکن اس کا کوئی متولی نہ ہو اس صورت میں اہل محلہ سے کسی نے مسجد کے لئے ضروری اشیاء مثل جانماز وغیرہ خرید سے عنداللہ اس پر کسی قسم کا ضمان نہ ہوگا — مگر عدالت میں مقدمہ پیش ہونے کی صورت میں خرچ کنندہ قابل مواخذ ہوگا۔

(۵) حضرت امام محمدؒ نے ایک واقعہ اس طرح بیان فرمایا ہے۔
آپ کے شاگردوں میں سے ایک شاگرد کا انتقال ہوا اور شخص متوفی نے کسی کو وصی بھی مقرر نہیں کیا محمد بن حسنؒ نے ان کے کتابوں کو فروخت کر کے اس کی قیمت سے تجہیز و تکفین کے مصارف ادا کیے جب ان سے ایسا کیوں کیا گیا پوچھا گیا تو جواب میں وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ[3] فرمایا اس قیاس پر وہ استحساناً ضمان سے مستثنیٰ رہینگے لیکن حکم میں ضامن ہونگے

(۶) متوفی کے بڑے عمر (بالغ) کے ورثا چھوٹوں (نابالغ) پر خرچ کر کے حلف کے ساتھ اس امر کا اقرار کریں کہ جو کچھ اب تک ان پر خرچ کیا گیا ان کے حصوں سے خرچ ہوا ہے اب ان کے پاس ان کے حصص کے بابتہ کسی قسم کی کوئی رقم واجب الادا نہیں ایسی حالت میں عنداللہ ان پر کسی قسم کا مواخذہ نہ ہوگا اور نہ وہ گناہگار ہونگے لیکن حکم میں جبکہ نابالغ لڑکے اپنے بڑے بھائیوں پر حصول متروکہ کا دعویٰ کریں تب ان کا دعوی قابل قبول ہوگا اور خرچ کنندہ اشخاص موجب مواخذہ ہونگے۔

---

[1] استحسان کے لغوی معنی ترجیح دینا یا ایک شئی کو اچھا سمجھنے کے ہیں شریعت میں اس کا دوسرا نام قیاس خفی ہے اگر کوئی شخص مصلحت عام کے لحاظ سے شرعی احکام کے خلاف غور و خوض کے بعد ایسا حکم اختیار کرے جو انسانی فلاح و بہبود کے مقاصد کو پورا کرے فقیہ کے اس اختیار استعمال کا نام شرع میں استحسان ہے (توضیح و تلویح جلد دوم مطبوعہ مصر صفحہ ۱۷۵) [2] جن غلاموں کے مالک اپنے غلاموں کو تجارت کے ذریعہ مال تجارت مالک تک پاس پہونچانے کی ہدایت کرتے ہیں ایسے غلاموں کو عبید یا ذونین کہتے ہیں [3] اور اللہ تو مفسد کو مصلح سے الگ جانتا ہے سورۃ البقرہ پ ۲

(۷) وصی کو موصی کے قرض کا علم ہے وصی نے ورثاء موصی اور قاضی کے اطلاع کے بغیر موصی کے قرض کو ادا کر دیا ایسی صورت میں وصی عند اللہ ماخوذ نہ ہوگا لیکن حکم میں ضامن ہوگا

(۸) جو شخص اپنی امانت کو دوسرے کے پاس محفوظ کراتا ہے وہ مودع کہلاتا ہے

جب کوئی شخص کسی شی کو بطور امانت کے دوسرے کے پاس رکھوا لے اور اسی مقدار میں مودع امین کا قرضدار ہو اگر ادائی قرض سے پہلے مودع وفات پا جائے اس صورت میں مودع کے اشیاء امانت کو جو مودع کے ذمہ واجب الوصول تھے اپنے قرض میں محسوب کرے تو اس کا یہ عمل جائز ہوگا خواہ امین اس کی اطلاع مودع کے ورثاء کو دے یا نہ دے ہر حالت میں امین کو محسوب کرنے کا حق رہے گا۔

(۹) اگر شخص متوفی کے ورثہ میں چھوٹے لڑکے یا لڑکیاں ہوں اور وصی بھی ہو ایسی صورت میں وصی کو ورثاء پر متوفی کے مال سے خرچ کرنے کا حق ہوگا البتہ وصی نہ ہونے کی صورت میں وصی کے تقرر کا حق قاضی کو حاصل ہے تاکہ وصی جائداد میت سے متوفی کے ورثاء پر بقدر حاجت خرچ کا انتظام کرے اور ضرورت پر وصی کو خدمتگاروں کے تقرر کا حق رہے گا۔

(۱۰) اگر کسی کے پاس از قسم جانور (گائے۔ بکریاں) وغیرہ بطور امانت ہوں اور مودع غائب ہو جائے ایسی صورت میں اگر امین اپنے مال سے بلا اجازت قاضی اشیاء مودع پر نفقہ خرچ کریگا تو امین کی حیثیت متطوع کی ہوگی [۱]

خلاصہ یہ کہ اگر اشیاء امانت کی حفاظت میں خوف یا اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو ہر حالت میں امین کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ قاضی عدالت کی اجازت سے اس کو فروخت کر دے کیونکہ قاضی غائب کا نائب ہوتا ہے اس لئے امین بصورت اجازت قاضی ضامن نہ ہوگا اجازت کے نہ ہونے کی صورت میں امین کا ہر عمل قابل مواخذ متصور ہوگا [۲]

اسلئے امین کیلئے ضروری ہوگا کہ اشیاء امانت تلف ہونے والے نہ ہوں تو انکو احتیاط سے رکھے اور اگر ان کے تلف ہونے کا اندیشہ ہو تو قاضی کی اجازت سے فروخت کر کے قیمت محفوظ رکھے تا مالک کو پاسے تو واپس کرے اور اگر مالک کے مرنے کی خبر ملے تو ورثہ کو تلاش کر کے بعد ادائی قرض اگر وصی ہو تو وصی کے ذریعہ

---

[۱] حاشیہ شرح کتاب النفقات صہ ۲۳ [۲] حاشیہ شرح کتاب النفقات صہ ۲۳

ورنہ حسب فرائض ورثاء پر تقسیم کرے بصورت ثانی یعنی اس کی کوئی خبر تلاش کے بعد معلوم نہونے کی صورت میں مال کو محکمہ قضاء میں پیش کرے قاضی حسب احکام شریعت ورثاء پر تقسیم کا حکم دیگا۔ لہ

طلاق اور خلع

جہاں شریعت نے نکاح کے ذریعہ دو مختلف اصناف میں صحبت جائز قرار دی ہے وہاں مرد کو بغیر کسی روک ٹوک کے معاہدہ نکاح کی تنسیخ کا اختیار بھی دیا ہے جو قید شریعت سے نکاح کے باعث ہوتی ہے اس کے دور کردینے کو طلاق کہتے ہیں شوہر یہ حق اس وقت تک استعمال نہیں کر سکتا جب تک وہ بالغ اور عاقل نہو

اس میں شک نہیں اسلام نے مرد کو تنسیخ نکاح کا کامل اختیار دیا ہے لیکن یہ بھی تاکید کی ہے کہ وہ اس اختیار کو بلا شدید ضرورت کے استعمال نہ کرے اور جب تک معقول وجہ نہو اسوقت تک معاہدہ نکاح کو منسوخ نہ کرے

ایک حدیث میں طلاق کو ابغض المباحات لہ بتلایا گیا ہے یعنی جن امور کی شرع اجازت دیتی ہے ان میں سب سے زیادہ مکروہ اور برا فعل طلاق ہے۔

دوسری حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ جو عورت بلا ضرورت اپنے خاوند سے طلاق مانگے اس پر جنت کی بو حرام ہے سہ (رواہ احمد و ترمذی وابی داود و ابن ماجہ)

اگر زن و شوہر میں ناموافقت پیدا ہوجائے اور اس کا علاج سوائے تنسیخ کے اور کچھ نہو ایسی صورت میں مرد کو چاہیئے کہ نہایت احتیاط اور کامل غور و خوص کے بعد بغیر عجلت اور غصے کے اس اختیار کو استعمال کرے جسکی چند صورتیں یہ ہیں۔

(۱) اس زمانے میں جبکہ عورت پاک و صاف ہو اور مرد اس کے ساتھ مجامعت کر سکتا ہو اس وقت صرف ایک دفعہ طلاق دیجائے طلاق کے الفاظ دہرانے کے بعد تین مہینے تک مرد ہمبستری نہ کرے یہ صورت بہت ہی معنی خیز ہے اس عرصے میں مرد کو سوچ بچار کا موقع ملتا ہے اگر مرد غصے کی حالت میں یا کسی وجہ سے دیا ہے تو اس مدت کے اندر طلاق واپس لے سکتا ہے ایسی طلاق احسن کہلائے گی۔

لہ فتاوی نظامیہ جلد ثانی صفحہ ۳۴ بحوالہ فتاوی عالمگیری جلد ۴ کہ کتاب الآثار صفحہ ۱۲۸ سہ رواہ ابو داود وغیرہ

(۲) جب عورت طاہرہ ہو ہر مہینے میں ایک طلاق دیجاے آخری طلاق کے بعد وہ قطعی ہوجائیگی
اس صورت میں بھی مرد کو غور کرنے کا کامل موقع ملتا ہے یہ طلاق حسن اور سنی کہلائیگی
یہ دو نو طریقے جو رجعی کہلاتے ہیں یعنی ایام عدت کے اندر شوہر طلاق کو واپس لیکر تعلقات
زوجیت کو دوبارہ قایم رکھ سکتا ہے اور بعد ختم عدت جدید عقد کے ذریعہ بھی قایم رکھ سکتا ہے
مسنون اور مطابق شریعت ہیں ان کے سوا

(۳) تیسرا طریقہ جو وقت واحد میں تین دفعہ طلاق کے الفاظ دُہرانے کا ہے شریعت
نے اس کو مکروہ اور ناپسند سمجھا ہے اس صورت میں فریقین دوبارہ نکاح کو قایم نہیں رکھ سکتے
اگر ایسا کرنا چاہیں تو صرف ایک صورت یہ ہوگی کہ عورت ایک غیر مرد کے ساتھ نکاح کرے اور
وہ شخص ہم بستری کے بعد اس عورت کو طلاق دیدے اس وقت سابقہ خاوند بعد ایام عدت
نکاح کر سکتا ہے اس عمل کا نام طلاق بائن ہے یہ قاعدہ شریعت نے خاص مفاد کو پیش نظر
رکھکر وضع کیا ہے جو بے انتہا فائدہ مند ہے تاکہ مرد اپنے اختیار کو بے سرویا استعمال نہ کرے
اس شرط کے قایم ہونے سے سب سے بڑا فائدہ طلاق کا سد باب کرنا بھی ہے ۔

اگر مرد طلاق بائن میں تین بار طلاق کے الفاظ نہ دُہرا سے بلکہ مرد عورت کو لکھے کہ تجھ پر
ایک طلاق بائن ہے ایسی صورت میں شریعت نے پھر مرد کو اس امر کا اختیار دیا ہے کہ
وہ اندرون یا ختم عدت کے بعد دوبارہ جدید عقد کے ذریعہ تعلقات زوجیت کو قایم رکھ سکے
جیسا کہ اذا کان الطلاق بائنا دون الثلث فلہ ان ینزوجہا فی العدۃ وبعد انقضائہا[۱]
میں تبلایا گیا ہے اور ایک دوسرے مقام پر علما کا وینکح مبانۃ بما دون الثلاث فی العدۃ
وبعدھا بالاجماع ۔ اتفاق ہے[۲]

خلع | تنسیخ نکاح کی ایک صورت جو شوہر کے کامل اختیار میں ہے وہ طلاق ہے اس کے
علاوہ ایک صورت علحدگی کی خلع ہے اس کی کیفیت یہ ہے کہ عورت کو علحدگی کی خواہش ہو
تو مہر معاف کرکے یا اور کوئی چیز عوض میں دیکر شوہر سے طلاق حاصل کرے اس طرح تنسیخ
نکاح کے عمل کو شریعت نے خلع کہا ہے حکم یہ ہے کہ اگر زیادتی مرد کی ہے تو وہ عورت سے
کوئی معاوضہ نہ لے اور اگر عورت کی زیادتی ہے تو مرد کو معاوضہ لینے کا بھی حق ہے مرصورت

---

[۱] از فتاوی عالمگیری جلد ۲ باب الرجعۃ (۲) در مختار برحاشیہ رد المحتار جلد ۲ باب الرجعۃ

میں مرد کو حق حاصل ہے کہ وہ عورت کی خواہش خلع کو قبول یا رد کرے لیکن عورت شوہر کے مظالم سے تنگ آ جائے اور اس کی یہ کیفیت اندیشہ ہلاکت یا اندیشہ خرابی عصمت تک پہونچ جائے[۱] اس صورت میں حاکم عدالت پر فرض ہوگا کہ عورت کو ظالم شوہر کے ظلم سے بچائے اور ظالم شوہر سے اس کی رضامندی یا جبر کے ذریعہ طلاق دلوائے[۲] اگر اس پر بھی ظالم ظلم سے باز نہ آئے تب تنسیخ نکاح کے لئے قاضی ان صورتوں پر عمل کرے گا

(۱) پہلی صورت یہ ہوگی کہ تنسیخ نکاح کے مقدمہ کو مالکی مذہب کے قاضی کے پاس منتقل کر دے گا تاکہ وہ اپنے مذہب کی بنا پر تنسیخ نکاح کا حکم جاری کرے[۳]

(۲) دوسری صورت یہ ہوگی کہ ایسی ضرورت شدیدہ میں حنفی قاضی کو دوسرے مجتہد کے قول پر عمل کرنے کی اجازت ہوگی اور یہ اجازت اتباع ہوی کی بنا پر نہیں بلکہ ضرورت داعیہ کی وجہ سے متصور ہوگی اسی بنا پر علماء نے اہل فتوی کو مذہب غیر پر فتوی دینا جائز قرار دیا ہے[۴]

(۳) مالکی مذہب کے لحاظ سے ایسا مقدمہ قاضی اسلام یا مسلمان حاکم اور ان کے نہ ہونے کی صورت میں جماعت مسلمین کے سامنے پیش ہو سکے گا اور یہ اصحاب بعد ثبوت شرعی شہادت کے عورت کا دعوی اگر صحیح ثابت ہو تو شرعی قاعدہ کے مطابق تفریق کا حکم دینے کے مجاز ہوں گے لیکن کسی صورت میں غیر مسلم کا فیصلہ نافذ نہ ہوگا یہاں تک کہ مقدمہ کی روداد غیر مسلم حاکم لکھے اور فیصلہ مسلمان حاکم لکھے یا اس کے بالعکس تب بھی فیصلہ نافذ نہ ہوگا[۵]

جس جگہ مسلمان حاکم موجود نہ ہو یا مسلمان حاکم کی عدالت میں مقدمہ لے جانے کا قانوناً اختیار نہ ہو یا مسلمان حاکم قواعد شرعیہ کے مطابق فیصلہ نہ کرتا ہو ان تمام صورتوں میں مالکی مذہب کے مطابق دیندار مسلمانوں کی پنچایت فیصلہ تفریق کی مجاز ہو سکیگی اور ایسا فیصلہ قضاء قاضی کے قائم مقام ہوگا[۶]

یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ مذہب مالکیہ کے موافق تفریق نکاح کا حق استعمال کرتے وقت

---

[۱] ضرورت سے مراد وہ ضرورت ہوگی جس کو علماء اور اہل بصیرت ضرورت محسوس کریں جیسا کہ الاشباہ والنظائر جلد ا قاعدہ ۵ بحوالہ فتح القدیر میں بتلایا گیا ہے [۲] درمختار و ردالمحتار جلد ۲ باب الظہار صفحہ ۵۷۶ [۳] ردالمحتار کتاب المفقود جلد ۳ صفحہ ۳۳

[۴] شفاء العلیل جلد (۱) صفحہ (۱۶۳) وعقود رسم المفتی صفحہ (۴۵) از علامہ شامی — ردالمحتار جلد (۳) کتاب المفقود صفحہ ۳۴

[۵] لان الکافر لیس باھل للقضاء علی المسلم (۶) الحیلۃ الناجزۃ للحیلۃ العاجزۃ میں بحوالہ شرح الدردیر جلد ۲ صفحہ ۲۸۶) وان لم یوجد قاض خیرت فی الرفع للوالی والساعی فان رفعت لجماعۃ المسلمین مع

[illegible]

حاکم کیلئے ضروری ہوگا کہ اس کی سب شرطیں مذہب مالکیہ کے موافق لئے جائیں کیونکہ اس مذہب کے احکام کے
لحاظ سے قاضی کیلئے عادل ہونا شرط ہے اسلئے غیر عادل کا حکم نافذ نہ ہوگا اور حنفی مذہب کے لحاظ سے
قاضی کا عادل ہونا شرط کے درجہ میں نہیں ہے اس لئے جماعت مسلمین میں دیندار پنچایت کی
از حد ضرورت ہوگی۔

عدل سے مراد وہ شخص ہے جو فاسق نہ ہو یعنی گناہ کبیرہ سے مجتنب ہو اور صغائر پر بھی
نہ ہو سود یا رشوت نہ لیتا ہو داڑھی نہ منڈھواتا ہو نماز کا پابند ہو ایسا شخص جماعت مسلمین
کی پنچایت کا رکن ہو سکے گا اور ایسی ہی جماعت حق تفسیخ نکاح کے استعمال کی مجاز ہوگی اور اس
قسم کی پنچایت کا وہی فیصلہ معتبر ہوگا جو باتفاق ہو کثرت رائے کا اعتبار نہ ہوگا کیونکہ اس
کے معتبر ہونے کی کوئی دلیل نہیں اور بغیر دلیل کے کوئی حکم ثابت نہیں ہو سکتا[1] البتہ
کسی عدالت کا مسلمان حاکم اس قسم کے مقدموں کو چند دیندار اہل علم کی پنچایت میں منتقل اور ان کے
فیصلہ کو نافذ کرنے کا ارادہ کرے تو ایسا فیصلہ صحیح اور جاری ہو سکے گا۔

تفویض طلاق تفسیخ نکاح کی ایک تیسری شکل یہ بھی بتلائی گئی ہے کہ نکاح کے وقت اگر مرد اپنے
حق طلاق کو عورت یا امام المسلمین یا اسلامی پنچایت کے سپرد کرے تو فقہاء نے اس عمل
انتقال کو جائز قرار دیا ہے اسلئے اس عطاء اختیار کا نام شریعت میں تفویض ہوگا۔
ایسی صورت میں مرد کے لئے ضروری ہوگا کہ ترتیب معاہدہ تفویض طلاق کے وقت نہایت غور وخوض
اور اہل علم وفہم سے مشورہ کرے اور معاہدہ تفویض وقوع طلاق کے وقت معافی مہر کا اضافہ کرلے

معاہدہ تفویض طلاق کی ترتیب اور اس کی اجرائی تفویض طلاق کی شکل ایک معاہدہ کی ہے اور معاہدہ کی تکمیل جائز ہے
اس لحاظ سے ان عورتوں کو جو شوہر کے مظالم سے تنگ
آ گئے ہوں اور اس کی رہائی سوائے علیحدگی کے اور کچھ نہ ہو ایسی شدید ضرورت میں کسی
دوسرے مذہب پر تفسیخ نکاح کے عمل میں نہ صرف دشواریاں ہیں بلکہ قوی نقصان کا
احتمال ہے عہد حاضرہ میں اگر مسلمان حاکم بھی فیصلے کیلئے منتخب ہو حنفی یا مالکی مذہب کے
اعتبار سے اس پر قضاء قاضی کی تعریف صادق نہیں آتی اس کے سوا ضرورت شدید
اندیشہ ہلاکت کی تحقیق کا ذریعہ اسوقت لیڈی ڈاکٹر کی تحریر ہے جو کسی طرح قابل اعتبار نہیں

[1] قال صاحب الہدایہ ولو حکما رجلین لابد من اجتماعہما لانہ امر یحتاج فیہ الی الرای فلا بد من اجتماعہما حتی لو حکم احدہما دون الآخرۃ لا یجوز لانہما رضیا برایہما ورای الواحد لا یکون کرای الاثنین
از ہدایہ جلد (۲) صـ ۲۹

ان خطرناک حالات کا اعتبار کر کے اگر تفویض طلاق کے قاعدے کو چند شروط کے ساتھ جاری کیا جائے تو فقہ حنفی کی رو سے عورت بوقت ابتلاء ظالم کے ظلم سے نجات پا سکے گی۔

حیدرآباد ایک اسلامی سلطنت ہے اور حیدرآباد میں عدالتیں موجود ہیں جن کے حکام اکثر مسلمان ہیں لیکن ان سب پر قاضی شرعی کی تعریف صادق نہیں آتی تاہم یہ لازم کیا جا سکتا ہے کہ ایسا مسلمان حاکم ہر معاملہ میں علماء سے فتوی حاصل کر کے فیصلہ تفریق جاری کیا کرے اور یہاں اس امر کا بھی امکان ہے کہ موجودہ ضابطہ فوجداری کے لحاظ سے کسی پر شرعی جبر کا امکان ہو تو کم از کم ایک مالکی شخص قاضی منتخب ہو سکتا ہے ایسی صورت میں مالکی قاضی اپنے مذہب کے موافق تنسیخ نکاح کے احکام اجرا کر سکے گا لیکن ہندوستان میں اس قسم کی سہولتوں کا پیدا ہونا ناممکن ہے اس لئے جہاں بھی اس قسم کی صورتیں پیدا ہوں وہاں تفویض طلاق کے قاعدہ کو جاری کرنا بہتر ہوگا حیدرآباد کے حدتک مروجہ کابین نامے میں ایک خانہ تفویض طلاق کا بڑھا دیا جائے تو تمام مشکلات جو اس وقت پیش آرہی ہیں بلا تقرر قاضی آسانی سے رفع ہو جا سکتی ہیں۔

زوجہ متعنت[1] اور اسکے نفقہ کا نظم | شوہر باوجود قدرت کے بیوی کے حقوق نان ونفقہ ادا نہ کرتا ہو ایسی صورتیں میں عدالت کیلئے ضروری ہوگا کہ اولاً شوہر سے خلع دلوائے اور اگر کوئی صورت خلع کی ظاہر نہ ہو سکے تو سخت مجبوری[2] کی حالت میں حسب مذہب امام مالک[رح] قاضی اسلام یا مسلمان حاکم اور اس کے نہ ہونے کی صورت میں جماعت مسلمین کو تفریق نکاح کا حق حاصل رہیگا اسمیں کسی مدت کے انتظار ومہلت کی ضرورت نہیں ہوگی

زوجہ غائب کے احکام | شوہر غائب ہے اور اس کا پتہ بھی معلوم ہے لیکن وہ خود آتا ہے اور نہ بیوی کو اپنے پاس بلاتا ہے اور نہ طلاق دیتا ہے اور نہ اس کے اخراجات کا انتظام کر سکتا ہے ایسی صورت میں بتلایا گیا ہے کہ خاوند کو خلع پر راضی کیا جائے اور اگر وہ راضی نہ ہو اور عورت کے اندیشہ ہلاکت میں مبتلا ہونے کا قوی اندیشہ ہو ایسی صورتوں میں مذہب مالکیہ کے موافق بعد ثبوت جبکہ عورت کی خواہش تفریق کی ہو تو قاضی اسلام یا اس کے قائم مقام

---

[1] متعنت اصطلاح میں ایسے شخص کو کہتے ہیں جو باوجود قدرت کے بیوی کے حقوق نان ونفقہ کو ادا نہ کرے
[2] مجبوری کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ عورت کے خرچ کا کوئی انتظام نہ ہو سکے یعنی نہ تو کوئی شخص عورت کے خرچ کا بندوبست کرتا ہو اور نہ خود عورت ضبط وآبرو کے ساتھ کسب معاش پر قدرت رکھتی ہو دوسری صورت مجبوری کی یہ ہوگی کہ اگر سہولت یا بدقت خرچ کا انتظام ہو سکتا ہو لیکن شوہر سے علحدہ رہنے میں ابتلاء معصیت کا قوی اندیشہ ہے۔

تفریق کا حکم دینے کے مجاز ہونگے۔[1]

زوجہ متعنت کی تفریق اور تنسیخ نکاح کے بعد اندرون عدت شوہر اپنی حرکت سے باز آجائے اور زوجہ کے حقوق ادا کرنے پر رضامند ہو تو اس کے دو احتمال ہیں ایک یہ کہ اس تفریق کو طلاق رجعی قرار دیا جائے اور اندرون عدت رجعت کو صحیح سمجھا جائے دوسرا یہ کہ طلاق بائنہ قرار دیا جائے اور رجعت کا حق خاوند کو نہ دیا جائے۔

احتمال اول کی بناء پر یہی فتوی ہے کہ تعنت سے باز آنے کی صورت میں عورت کو اس کے پاس رہنا ہوگا خواہ عورت راضی ہو یا نہ ہو کیونکہ رجعت میں عورت کی رضامندی ضروری نہیں احتیاطاً تجدید نکاح ہو جائے تو بہتر ہے اور دوسری صورت میں خاوند کو رجعت کا حق نہ ہوگا اور یہی حال ختم عدت کے بعد کا ہے البتہ تراضی طرفین سے دوبارہ نکاح قائم ہو سکتا ہے

زوجہ غائب کے متعلق بھی یہی بتلایا گیا ہے کہ اگر شوہر غائب اندرون عدت واپس ہو کر حقوق زوجہ ادا کرنے پر آمادہ ہو تو اُس کو رجعت کا حق ہوگا اور اگر وہ رجعت نہ کرے تو عدت کے بعد نکاح ٹوٹ جائے گا اور اگر شوہر غائب ختم عدت اور زوجہ کے عقد ثانی کے بعد آسے اور عورت کے دعوی فسخ نکاح کو غیر صحیح ثابت کرے تو اس صورت میں اس کو عورت ملجائیگی خواہ اس مرتبہ دوسرے شوہر سے اولاد بھی پیدا ہو چکی ہو تب بھی شوہر اول ہی کا نکاح باقی سمجھا جائے گا البتہ اس صورت میں عورت کو ایام عدت کے گزارنے کی ضرورت ہوگی شوہر اول کو تجدید نکاح و تجدید مہر کی ضرورت نہ ہوگی شوہر ثانی کے لئے ضروری ہوگا کہ خلوت صحیحہ ہونے کی صورت میں پورا مہر ادا کرے ورنہ مہر ساقط متصور ہوگا۔[2]

مطلقہ عورتوں کا نفقہ

اگر کوئی شخص اپنی عورت کو تین طلاق یا طلاق بائن دے تو ایسی صورت میں مطلقہ عورت کا نفقہ اور مقام سکونت کا انتظام حسب رائے حضرت امام ابی حنیفہؒ ختم عدت تک شوہر کے ذمہ ہوگا خواہ مطلقہ حاملہ یا غیر حاملہ ہو حمل کی صورت میں تا وضع حمل نفقہ عدت کی اجرائی ہوگی حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک صرف حاملہ عورتیں وضع حمل تک مستحق حصول نفقہ عدت ہیں۔

---

[1] الحیلة الناجزة ص۶۳ و ۶۶ و ۱۵۲ [2] الحیلة الناجزة ص۶۳ و ۶۶ و ۱۵۱

شریعت میں وضع حمل کی آخری مدت جو باتفاق طے ہوئی وہ دو سال کی ہے اگر کوئی حاملہ مطلقہ عورت حصول نفقہ کی درخواست کرے اس کے نام تاوضع حمل دو سال تک نفقہ جاری رہے گا اس مدت کے ختم کے بعد اگر وضع حمل ہو یا نہ ہو ہر صورت میں نفقہ مقررہ ساقط ہوگا اس مدت کے ختم کے بعد وہ آئسہ متصور ہوگی اور یہاں سے عدت کی مدت تین ماہ قرار دیجائیگی اگر اس عرصہ میں عورت حائضہ ہوجائے تب عدت کا شمار زمانہ حیض سے شروع ہوگا یعنی تین حیض تک جو اس کی مدت عدت ہے حصول نفقہ کی مستحق ہوگی۔

اگر کوئی شخص اپنی نابالغ عورت کو جس کو حیض نہ آتا ہو باوجود استفادہ کے طلاق دیدے اور تین ماہ تک جو اس کی مدت عدت ہے نفقہ عدت ادا کرتا رہے ایام عدت میں نابالغ مطلقہ عورت بلوغیت پر پہونچ جائے ایسی صورت میں اس کی عدت تین حیض قرار پائیگی اس لئے یہ تین طہر تک نفقہ عدت حاصل کرنے کی مجاز ہوگی۔

جو عورتیں مختلعہ اور مبانۂ[1] ہوں ان کے لئے نفقہ عدت اور مقام سکونتی شوہر پر لازم ہوگا اگر کوئی عورت بوقت وقوع خلع مقام سکونتی سے دست بردار ہوجائے اس کی یہ برأت صحیح نہیں ہوگی اس لئے کہ نفقہ مختلعہ کا حق ہے اور مقام سکونتی (سکنی) شریعت کا حق ہے وہ اپنے حق سے دست بردار ہوسکتی ہے لیکن حق شرع سے دست برداری کی شرط صحیح سمجھی نہیں جائیگی۔ اس صورت میں شوہر کے لئے مناسب ہوگا کہ اگر وہ گھر اس کا ذاتی ہے تو خود وہاں سے علحدہ ہوجائے اور ایام عدت تک اس کو وہاں رہنے دے اور اگر وہ گھر کرایہ کا ہے تو اس کا کرایہ ادا کرے زیادہ بہتر ہوگا کہ زوجہ مختلعہ کو اس گھر میں رہنے دے جہاں وہ بزمانہ نکاح رہا کرتی تھی اور یہی صورت بائنہ عورتوں کی ہے

طلاق رجعی کی صورت میں شوہر پر زوجہ مطلقہ کا سکنی اور نفقہ کی ادائی لازمی ہے اس کے متعلق بتلایا گیا ہے کہ عورت کو اس مکان میں رہنے دے جہاں وہ بزمانہ نکاح رہا کرتی تھی اس مکان سے اس کی علحدگی نامناسب بتلائی گئی ہے اگر طلاق رجعی کی حالت میں کوئی عورت اپنے شوہر کے لڑکے سے زنا میں مرتکب ہوجائے تو شوہر پر ایسا نفقہ کا لزوم نہیں ہوگا اس سے پہلے یہ بتلادیا گیا ہے کہ جو عورت اپنے شوہر کے لڑکے سے زنا میں مرتکب یا

---

[1] جو عورتیں شوہر سے خلع لیتی ہیں ان کو مختلعہ کہتے ہیں اور جن کو ان کے شوہر طلاق بائن دیتے ہیں انکو بائنہ کہتے ہیں۔

اس کو شہوت سے دیکھے تو ایسی عورت کسی نفقہ کی مستحق نہ ہوگی ارتکاب عمل کا ابتدائی وقوع شوہر کے لڑکے سے ہونے کی وجہ سے نفس فعل موجب معصیت ہوگا لیکن عورت ایام عدت کے نفقہ کی مستحق ہوگی

ایام عدت میں اگر مطلقہ بائنہ مرتد ہو جائے تو بصورت ارتداد شوہر سے نفقہ کی ادائی کا لزوم اٹھ جائے گا۔

شوہر کے لڑکے سے ہم بستری کی صورت میں اور اس بائنہ مرتدہ کی صورت میں یہی فرق ہوگا کہ یہ دونوں صورتیں موجب معصیت ضرور ہیں لیکن پہلی صورت میں معصیت وقوع میں جو آئی اس کی ابتدا عورت کی طرف سے نہیں ہوئی بلکہ زوجہ شوہر کے لڑکے کی طرف سے اس لئے وہ باوجود معصیت کے مستحق نفقہ ہوئی اور ارتداد موجب معصیت ہے لیکن ارتداد میں قید کا حکم شریعت کا حق ہے ایسی حالت میں شوہر سے نفقہ عدت ساقط ہو جائے گا اس لئے ایسی مطلقہ مرتدہ عورتوں کا نفقہ عدت ان کے شوہروں پر نہیں ہوگا۔

لعان[1] اور شوہر کے عنین ہونے کی صورت میں زوج اور زوجہ کے درمیان تفریق ہو جائیگی لیکن زمانہ عدت کا نفقہ اور سکنی ان کے شوہر پر ہوگا۔

اگر کوئی عورت اپنے شوہر سے نفقہ طلب کرے اور قاضی کے سامنے شوہر نے کہا کہ ایک سال کا عرصہ ہوتا ہے میں نے اس کو طلاق دیدیا ہے اور اب عدت کی مدت بھی ختم ہو چکی ہے جواب میں عورت نے قول طلاق سے انکار کی ایسی صورت میں شوہر کا قول معتبر نہ ہوگا کیونکہ شوہر نے بدنیتی سے زوجہ کے نفقہ کو ضائع کرنے کے لئے طلاق کا عذر پیش کیا ہے شوہر کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ اپنے دعوی کے ثبوت میں شہادت لسانی پیش کرے اگر قاضی شہود سے ناواقف ہو اور عورت طالب نفقہ ہو تو ایسی صورت میں قاضی نفقہ مقرر کرنے کا مجاز ہوگا۔

---

[1] لغت میں لعان کے معنی آپس میں لعنت کرنے کے ہیں اور شریعت میں اس سے مراد یہ ہے کہ اگر شوہر اپنی زوجہ پر زنا کی تہمت لگائے تو اس صورت میں قاضی کیلئے ضروری ہوگا کہ شوہر اور بیوی ہر دو سے چار چار مرتبہ شرعی طور پر حلف لے اور اگر عورت حلف سے انکار کرے تو اس کو قید کا حکم دیا جائیگا زنا کے اقرار کی صورت میں عورت حد زنا کی مستوجب ہوگی اسی طرح مرد حلف سے انکار کرے تو وہ بھی قید کیا جائیگا اور اگر وہ جھوٹ کہا تھا تو اس کو گالی کی سزا دیجائیگی بہرحال لعان کی صورت میں زوج اور زوجہ سے حلف کے بعد قاضی تفریق کا حکم دے سکیگا اس کے متعلق قرآن میں نص قطعی موجود ہے ملاحظہ ہو آیت سورہ نور پارہ ۱۸ لیکن عدالت العالیہ حیدرآباد دکن میں مقدمہ شیخ کریم بنام حاجی بی میں ہال ہی حسبنا کو قانون انصافی قرار دیا گیا اور بلا حلف کے تفریق کرا دیگئی ہے جو احکام شریعت کے خلاف ہے ملاحظہ ہو [illegible] ۱۹۴۳

کیونکہ عدالت نفقہ مقرر کرتے وقت اس نتیجہ پر پہونچی کہ شوہر سے اس وقت طلاق کا ظہور یقین سے ہو رہا ہے اسلئے قاضی تا تصفیہ اہلیت شہود نفقہ مقرر کرنے کا مجاز ہوگا اگر قاضی کی تحقیقات میں نہ صرف شہود کی اہلیت بلکہ عورت کا حائضہ ہونا بھی ثابت ہو جائے ہر حالت میں عدالت زوجہ مطلقہ کو واپسی نفقہ محصلہ کا حکم دیگی۔ کیونکہ اس صورت میں عورت نے بلا کسی وجہ شرعی کے نفقہ حاصل کی ہے۔

طلاق رجعی کی حالت میں زوجہ شوہر سے نفقہ عدت اور سکنی حاصل کرنے کی مجاز ہے اگر زمانہ عدت میں عورت اپنے شوہر کے لڑکے سے زنا یا اس کے ساتھ اسباب شہوت میں مبتلا ہو جائے تو نفقہ عدت کے حصول سے محروم ہو جائیگی۔

نکاح باطل میں نفقہ کی اجرائی | جو نکاح محارم سے ہو وہ نکاح باطل متصور ہوگا اور شریعت اسلام کے لحاظ سے منکوحہ محرمہ کسی قسم کے حصول نفقہ کی مستحق نہو گی اسی طرح اگر کوئی شخص ایک عورت سے نکاح کرے اور نکاح کے بعد زوجہ شوہر سے نفقہ حاصل کرتی رہے اس اثناء میں دو گواہوں نے اس امر کی شہادت دی کہ زوجہ زوج کی رضائی بہن ہے بعد ثبوت اہلیت قاضی کے ذریعہ ان دونوں میں تفریق کرادیجائیگی اور جو کچھ شوہر کی جانب سے زوجہ پر خرچ کیا گیا ہے اس کو واپس لینے کا شوہر کو حق رہے گا[1]

باطل نکاح میں شرع نے زوج اور زوجہ ہر ایک کو یہ حق دیا ہے کہ بدون اجازت و حاضری دوسرے اس نکاح کو فسخ کرے اور علحدہ ہو جائے[2]

---

[1] شرح تفقات صفحہ ۶۲ و مقدمہ منور بی بنام حافظ ظہور علی میں بیان کیا گیا ہے کہ مدعیہ اور مدعی علیہ کے درمیان رضاعی تعلق ہے اور یہ ایسا تعلق ہے جسے محرمات شرعیہ کہا جا سکتا ہے ایسی صورت میں نکاح بالکلیہ باطل ہوتا ہے اور ممکن الانفساخ ہونیکا سوال ہی باقی نہیں رہتا وہ ابتدا ہی سے کالعدم ہے اسلئے مدعیہ کسی رقم کے

مطلقہ عورتوں کی اولاد اور ان کے حقوق

جن بچوں یا بچیوں کی مائیں مطلقہ ہوجاتی ہیں وہ اپنے باپ کے متروکہ سے محروم نہیں ہوتیں۔ [1]

بحالت مرض زوجہ کا نفقہ کس پر ہوگا۔

زوجہ اگر کسی مرض میں مبتلا ہوجائے تو وہ نفقہ شرعیہ سے محروم نہیں ہو سکتی اور نہ زوج اور زوجہ کو یہ حق ہے کہ وہ مرض کی وجہ سے نکاح فسخ کرائیں (فتاوی عالمگیری جلد ا کتاب النکاح)

ملک غیر میں رہنے سے انکار کی صورت میں عورت کا نفقہ کس پر ہوگا۔

اگر شوہر زوجہ کو غیر کی ملک جو اس کی مغضوبہ ہے اس میں رہنے کے لئے کہے اور زوجہ اس میں رہنے سے انکار کرے۔ بصورت انکار زوج ادائی نفقہ سے انکار کرے ایسی صورت میں نبلایا گیا ہے کہ شوہر کا ادائی نفقہ سے انکار صحیح متصور نہ ہوگا اور ہر حیثیت سے عورت مستحق حصول نفقہ ہوگی (فتاوی عالمگیری جلد ۳ باب النفقات)

دعوئ نکاح یا طلاق میں تا تصفیہ مقدمہ عورتوں کا نفقہ اجرا ہوگا یا نہیں [2]

زوجہ کا نفقہ مرد پر جو واجب قرار دیا گیا ہے وہ شوہر کے انتفاع کی وجہ سے ہے اسی طرح طلاق میں نفقہ عدت کی ادائی کا لزوم شوہر پر عائد کیا گیا ہے اگر دو گواہوں نے کسی شخص کے متعلق اس امر کی شہادت دی کہ اس نے اپنی زوجہ کو تین طلاق دینے کے باوجود زوجہ مطلقہ کے ساتھ تعلقات کو قایم رکھا اور شرع نے دو شاہدین کی شہادت کو امتناع تعلقات کے لئے موثر قرار دیا ہے ایسی صورت میں عورت مدعی طلاق ہو یا منکر طلاق ہر حالت میں قاضی عدالت کو اختیار ہوگا کہ وہ پہلے شوہر کو قیام تعلقات سے روکے اس دوران میں عورت تقرر نفقہ کی درخواست کرے تو قاضی نفقہ عدت مقرر کرنے کا مجاز ہوگا اس حد تک تصفیہ کے بعد قاضی اہلیت شہود کی دریافت آغاز کرے گا۔ اگر اس دریافت کا دوران اس قدر بڑھ جائے کہ مدت عدت بھی ختم ہوجائے تو اس کے بعد مزید ایام کے لئے نفقہ مقرر کرنے کا قاضی کو اختیار نہ ہوگا اگر قاضی کی تحقیقات میں شہود عادل ثابت ہوں تو جاری شدہ نفقہ حق بجانب متصور ہوگا اور اگر غیر عادل ثابت ہوں تو عورت کیلئے

---

[1] فتاوی نظامیہ جلد ۲ صد ۳۰۱ [2] شرح کتاب النفقات صد [illegible]

ضروری ہوگا کہ وہ محصلہ نفقہ کو واپس کرے اس لئے کہ اس نے بغیر کسی حق کے حصول نفقہ کی کوشش کی اگر نفقہ کی اجرائی حکم قاضی کے بجائیے شوہر کی رضا مندی سے عمل میں آئی ہو تو اس صورت میں زوجہ پر واپسی نفقہ محصلہ کا لزوم نہ ہوگا۔

یہ واضح رہے کہ عورت جس کسی مقدمہ میں مستحق نفقہ ہوتی ہے اس میں ثبوت نکاح یا طلاق کے بعد خلوت صحیحہ کے ہونے کی شرط بھی ہے اگر خلوت صحیحہ نہ ہوئی ہو تو وہ کسی قسم کے نفقہ کی مستحق نہیں ہوگی اور نہ عدت کا لزوم اس پر عائد ہوگا البتہ وہ نصف مہر کی مستحق ہوگی۔ سلہ

۲۔ اگر ایک عورت اس امر کی مدعی ہے کہ وہ مدعی علیہ کی زوجہ منکوحہ ہے اور ثبوت دعویٰ میں پیش سازی شہادت کے ساتھ طالب نفقہ ہے لیکن مدعی علیہ کو مدعیہ کے زوجہ ہونے سے انکار ہے اور قاضی مدعیہ کے شہود سے ناواقف ہے بوجہ ناواقفیت وقوع نکاح میں شک واقع ہونے سے قاضی کسی قسم کا کوئی نفقہ تا تصفیہ اہلیت شہود مقرر کرنے کا مجاز نہ ہوگا باوجود اس کے کسی مصلحت کی بنا پر مدعیہ کے لئے نفقہ مقرر کرنا چاہے تو ہر ماہ قاضی کے لئے تقرر نفقہ کے ساتھ شہادت بھی رکھنا ضروری ہوگا اگر اہلیت شہود کی دریافت میں شاہد عادل ثابت ہو جائیں تو تقرر نفقہ کا فیصلہ علی حالہ بحال رہیگا ورنہ غیر عادل ہونے کی صورت میں مدعیہ پر محصلہ نفقہ کی واپسی کا لزوم ہوگا۔

۳۔ اگر شوہر کسی عورت کو اپنے نکاح میں ہونے کا مدعی ہو، اور عورت (مدعیہ) دعویٰ نکاح سے انکار کرے مدعی ثبوت میں شہود کو پیش کرے ایسی صورت میں تا تصفیہ مقدمہ مدعیہ کسی قسم کے حصول نفقہ کی مستحق نہیں ہوگی۔

۴۔ اگر دو بہنیں اس امر پر مدعی ہوں کہ مدعی علیہ نے ان دونوں کو اپنے عقد نکاح میں لیا ہے اسلئے ان دونوں کا نفقہ اجرا کیا جائے۔ ثبوت میں مدعی علیہما نے شہود بھی پیش کئے کہ ایک کا عقد ایک ہزار درہم اور دوسرے کا ایکسو دینار پر ہوا ہے لیکن گواہوں نے یہ نہیں تبلایا کہ ان دونوں کا نکاح وقت واحد میں ہوا یا ان دونوں کے

سلہ در مختار جلد ع۲ باب المہر

درمیان فاصلہ رہا جواب میں مدعی کا بیان مدعی علیہا کے خلاف رہا (دعوی نکاح سے انکار) ایسی صورت میں تا تحقیقات اہلیت شہود قاضی کو اختیار ہوگا کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کے نام اجرائی نفقہ کا حکم صادر کرے اس لئے کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کا نکاح صحیح متصور ہوگا اور دوسرے کا فاسد کہلائے گا۔ اہلیت شہود کی دریافت میں شہود عادل ثابت ہوں تو بموجب شہادت پیش شدہ استحساناً ادائی مہر کی ڈگری دی جائے گی اور بطور قیاس مہر بھی لیکن مقررہ مہر میں جو مہر سب سے کم مقدار میں ہو اوس کا نصف دیا جائے گا۔ کیونکہ ان دونوں میں ایک کا نکاح فاسد ہونے سے بصورت خلوت صحیحہ مہر مسمی اور مہر مثل میں جو سب سے کم ہو اس کا نصف دیا جاتا ہے اسلئے مہر مسمی اور مہر مثل سے جو کم ہو اس کا نصف دیا جائے گا اور ہر دو میں اس کی تقسیم علی السویہ عمل میں آئے گی اس طرح ان میں سے ہر ایک کو ان کے مقررہ مہر کا ربع مہر ملیگا۔

استحسان کی جو صورت بتلائی گئی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ نکاح کا عمل فاسد اور غیر معروف ہے لیکن ان دونوں عورتوں نے لاعلمی سے اپنے نکاح کو صحیح سمجھا جس کی بناء پر شہود بھی پیش کئے اور شہود کی شہادت سے خلوت صحیحہ کا ہونا ثابت ہے اس لئے یہ دونوں عورتیں حسب تفصیل بالا مستحق مہر کہلائی گئیں۔

مفقود اور اسیر

ایک شخص دو طرح پر مفقود ہو سکتا ہے ایک وہ مفقود ہوگا کہ اس کا کسی کو علم نہ ہو اور نہ کسی کو اس کا پتہ معلوم ہو، دوسرا وہ شخص ہوگا جو اپنے مقام سے غائب ہے اور اس کا پتہ بھی معلوم ہے اس لئے شرع میں مفقود سے مراد وہی شخص ہوگا جس کے وجود اور موت وحیات کا کسی کو علم نہ ہو۔ ایسا ہی شخص مفقود کہلایا جائے گا۔

مفقود کو تمام ائمہ مجتہدین نے اپنے مال میں اس وقت تک زندہ تسلیم کیا ہے جب تک اس کے ہم عمر و ہم عصر اشخاص زندہ اور بقید حیات پائے جائیں اور جب اس کے مقام کے ہم عمر لوگ ختم ہو جائیں اس وقت اس کو مردہ تصور کرکے قاضی اس کی میراث تقسیم کرنے کی اجازت دے گا اسی لئے حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

زوجہ مفقود میں بھی حکم باقی رکھا کہ جب تک مفقود کے ہم عمر لوگ ختم نہ ہوں اس وقت تک وہ زندہ ہے اور اس کی بیوی دوسری جگہ نکاح کرنے کی کسی طرح مجاز نہیں

مفقود کے مدت حیات سے متعلق بعض علماء نے نوے برس، پچھتر برس اور ستر برس قرار دی ہے ایسے شخص کے لئے قاضی ایک آدمی مقرر کرے کہ وہ اس کا حق جو لوگوں کے ذمہ ہو وصول کرے، اس کے مال کی حفاظت کرے اور اس مال سے غائب شخص کے وہ رشتہ دار جو ماں باپ یا اس کی اولاد اور بیوی ہو ان پر خرچ کرے۔

قاضی کسی طرح مجاز نہ ہوگا کہ مفقود کی بیوی کو اس سے جدا کرے البتہ عمر طبعی جو اوپر مقرر کی گئی ہے اس کے بعد اس کے موت کا حکم نافذ کرنے کا مجاز ہوگا ایسی صورت میں اس کا متروکہ بھی تقسیم ہوگا اور بیوی کے لئے عدت بھی لازمی ہوگی۔ یہ واضح ہو کہ ایسا مفقود شخص کسی کا ترکہ نہیں پا سکتا۔[1]

بعض صورتوں میں حنفی مذہب کے لحاظ سے زوجہ مفقود کو اس کے ہم عمروں کے ختم ہونے سے پیشتر بھی قاضی نکاح کی اجازت دینے کا مجاز ہوگا اور وہ یہ ہیں۔

۱۔ جب کہ اس مفقود کے ظاہری حال سے اس کی ہلاکت و موت کا غالب گمان ہو، مثلاً ایک شخص جو معرکہ جنگ میں گم ہو گیا۔ (۲) یا ایسے مرض کی حالت میں نکل گیا ہو جس میں موت کا گمان غالب ہے (۳) یا سمندر میں سفر کیا ہو اور ساحل پر پہنچنے کا پتہ نہ چلے اس قسم کی تمام صورتوں میں جب کہ حاکم کو مفقود کے فوت ہونے کا غلبہ ظن ہو جائے شرع نے قاضی کو اختیار دیا ہے کہ مفقود کے لئے حکم بالموت کا حکم نافذ کرے اور اس کی عورت کو بعد ایام عدت عقد ثانی کی اجازت دے۔[2]

مفقود کے مسئلہ میں یہ بھی تبلایا گیا ہے کہ اگر عورت صبر کر سکے تو وہ بموجب مذہب حنفی مفقود کے حیات طبعی تک پہنچنے کا انتظار کرے ورنہ بہ لحاظ ضرورت شدید علماء حنفی نے مذہب مالکی کی بنا پر چار سال انتظار کرکے اور ایام عدت کے گذرنے کے بعد قاضی شرعی کی اجازت سے دوسرا نکاح کرنے کی اجازت دی ہے۔[3] اس اجازت کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ جب کسی مسئلہ میں دوسرے امام کے مذہب کے موافق احکام لینے کی ضرورت ہو، تب یہ بھی لازم ہوگا کہ

---

[1] کنز الدقائق کتاب المفقود [2] شامی جلد ۳ صد ۵۱۱ [3] رد المختار جلد ۳ کتاب المفقود ص ۳۶۰

المغنی جلد ۹ ص ۱۴۳

اس مسئلہ میں اس امام کے نزدیک جو شرائط ہوں ان سب کی رعائت ملحوظ رکھی جائے ۔
مالکی مذہب کے لحاظ سے زوجہ مفقود کے لئے علیٰحدگی زوجیت سے متعلق حسب ذیل اصول ہیں

۱۔ عدالت میں بذریعہ شہادت اپنے نکاح کو ثابت کرائے ۔

۲۔ شہادت کے ذریعہ زوج کا مفقود ہونا ثابت کرے ۔

۳۔ قاضی خود بھی کامل تحقیق کرے ۔

اور جب قاضی کی تحقیقات میں مفقود کا پتہ نہ چلے تب تاریخ تجویز سے چار سال اور ایام عدت کے گذرنے کے بعد قاضی عورت کو عقد ثانی کی اجازت دے سکیگا ۔[1]
اگر کوئی عورت چار سال تک انتظار نہ کر سکتی ہو اور اندیشہ ابتلا ظاہر کرے تو ایسی صورت میں اس کی بھی گنجائش ہے کہ مذہب مالکیہ نے چار سال کی میعاد میں تخفیف کر دی ہے ۔ اور جب عورت کے ابتلا کا اندیشہ شدید ہو تو حسب مذہب حضرت امام مالکؒ بجائے چار سال کے ایک سال صبر کے بعد قاضی تفریق کا حکم دے سکیگا ۔ اور بعد عدت عورت عقد ثانی کرنے کی مجاز ہوسکے گی ۔

واپسی مفقود کے احکام | بموجب مذہب حضرت امام مالک کسی مفقود کے زوجہ کی تفریق ہوجائے اور مفقود حکم بالموت کے بعد واپس آجائے تو اس کی دو صورتیں ہونگی ایک یہ کہ شوہر ثانی کے ساتھ خلوت صحیحہ ہونے سے پہلے آجائے خواہ عدت وفات کے اندر یا بعد اور خواہ نکاح ثانی سے پہلے یا بعد

دوسری صورت یہ ہے کہ ایسے وقت واپس آجائے جب کہ عدت گزارنے کے بعد دوسرے مرد سے نکاح اور خلوت صحیحہ بھی ہو چکی ہو، ان میں سے پہلی صورت کا حکم بالاتفاق یہ ہے کہ زوجہ شوہر اول ہی کے نکاح میں بدستور رہے گی دوسرے خاوند کے پاس نہیں رہ سکیگی ۔
دوسری صورت میں مالکیہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ زوجہ دوسرے خاوند کے پاس رہے گی ۔ شوہر اول کا اب اس سے کوئی تعلق نہیں رہے گا شرط یہ ہے کہ دوسرے خاوند کو اس بات کی خبر نہ ہو کہ اس عورت کا خاوند لاپتہ ہے اور اگر خبر ہو کہ اوس کا خاوند لاپتہ ہے

---

[1] المنتقی للباجی المالکی جلد ۵ کتاب الاقضیہ صـ۲۰۳

تو پھر شوہر ثانی کے دخول وہمبستری کے بعد واپس آنے پر بھی شوہر اول کا نکاح باقی رکھا جائیگا جیساکہ مختصر الخلیل اور اسکی شرح علامہ الدردیر جلد ۲ صفحہ ۴۸۷ (الحیلۃ الناجزہ صفحہ ۵۸) میں بتلایا گیا ہے۔ اس بارے میں سراج الائمہ حضرت امام ابو حنیفہ رض کا مذہب یہی ہے کہ اگر مفقود حکم بالموت کے بعد آجائے تو اس کی عورت ہر حال میں اس کو ملے گی خواہ وہ نکاح ثانی ہی کرلے اور خلوت صحیحہ بھی ہو چکی ہو اسلئے کہ شوہر اول کے واپسی کی وجہ سے نکاح ثانی باطل متصور ہوگا۔

اگر خلوت صحیحہ ہو چکی ہے تو پورا مہر جو بوقت نکاح مقرر کیا گیا تھا ادا کرنا واجب ہوگا اور اگر خلوت صحیحہ نہ ہوئی ہو تو مہر نہیں ملے گا اور جو اولاد دوسرے خاوند سے ہوگی ان کا نسب دوسرے خاوند سے ثابت ہوگا۔

مفقود کو حسب رائے حضرت امام ابو حنیفہ و ائمہ مجتہدین اپنے مال میں اس وقت تک زندہ تسلیم کیا ہے جب تک اوس کے ہمعمر وہمعصر اشخاص زندہ پائے جائیں اور جب یہ لوگ فوت ہو جائیں تو اوس وقت مفقود کو متوفی تصور کرکے تقسیم میراث اور زوجہ کو عقد ثانی کی اجازت دیجائے گی اگر مفقود نے اموال از قسم جائداد اور غلام وغیرہ چھوڑے اور وہ دوسروں کا قرضدار بھی ہو تو ایسی صورت میں مفقود کی زوجہ اور اس کے بچوں پر قاضی نان ونفقہ مقرر کرنے کا مجاز ہوگا۔

قاضی کو نان ونفقہ مقرر کرتے وقت زوجہ مفقود سے مفقود کے حاضر ہونے کے بعد اس کے آمد کی اطلاع اور کفیل یا ضامن لینے کا بھی اختیار رہیگا اور جب مفقود حاضر ہو کر عدالت میں بیان کرے کہ اس نے اپنی زوجہ وغیرہ کے لئے نان ونفقہ چھوڑا تھا تو اس حالت میں زوجہ کے لئے محصلہ نفقہ واپس کرنا ہوگا۔ (شرح کتاب النفقات صفحہ ۴۳)

اشخاص غائب اور ان کے ورثاء کا نفقہ | کسی شخص کے غائب ہونے پر اس کی زوجہ اور شخص غائب (زوج) کے والد کے ساتھ قاضی کے پاس آئی اور طالب نفقہ ہوئی اس صورت میں تقرر نفقہ کے وقت قاضی کے لئے دو شکلیں ہولنگی پہلی شکل یہ ہوگی کہ شخص غائب کا باپ غائب کی زوجہ اور اوس کا لڑکا ہونے کا اقرار کرے گا اور دوسری شکل انکار دعوی مدعیہ کی ہوگی۔ اقرار کی صورت میں لڑکے کا نفقہ مقرر کیا جائے گا لیکن اس

اقرار سے لڑکے کا نسب ثابت نہ ہوگا۔ انکار کی صورت میں مدعیہ شہود کو پیش کرے گی حسب رائے
حضرت امام ابو حنیفہ رض قاضی کے لئے شہود کی شہادت رد کردیجائے گی اس لئے کہ غائب پر
کسی قسم کی کوئی قضا نہیں ہوسکتی اس کے متعلق حضرت امام ابی یوسف رض کی رائے ہے کہ
قاضی شہادت مدعیہ ثبوت نسب کو مستثنیٰ کرکے صرف تقرر نفقہ کی حد تک قبول کرنے کا مجاز
ہوگا۔ جیساکہ اس مثال میں جائز قرار دیا گیا ہے۔

"کسی نے ایک لونڈی کو خریدا بعد میں یہ لونڈی صاحب زوج معلوم ہوئی اس عیب کی
وجہ سے مشتری امبیعہ (لونڈی) کو واپس کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اور اثبات دعوی میں اس
امر کی شہادت بھی رکھتا ہے کہ اس لونڈی کا شوہر غائب ہے ایسی صورت میں قاضی کو شہود کے
شہادت کی سماعت کا اختیار دیا گیا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ شخص غائب کی زوجہ اپنے
دعوی کے ثبوت میں شہادت پیش کرے تو قاضی سماعت سے انکار کرے۔ ذیل کی دو صورتوں
میں سماعت شہادت کا اختیار قاضی کو دیا گیا ہے۔

شخص غائب اور اوس کی ذمہ داریاں | غائب کے معینہ مال کا اگر کوئی شخص کفیل ہو جائے
تو بوجہ کفالت کفیل پر معینہ رقم کی ذمہ داری عائد ہوگی لیکن غائب شخص جب حاضر ہو جائے
تو اس پر کسی قسم کا کوئی بار (التزام۔ضمان) نہ ہوگا۔ اسی طرح شخص غائب کے متعلق
ایک مرد اور دو عورتوں نے گواہی دی کہ یہ مال سرقہ کا ہے۔ ایسی صورت میں تا بحد مال
ان گواہوں کی شہادت قابل قبول ہوگی لیکن اس شہادت سے شخص غائب جب حاضر
آجائے تو اس کو قطع ید کی سزا نہیں دیجائے گی۔ لہذا حسب رائے امام ابی یوسف قاضی مدعیہ کو پیش سازی
شہود کا موقع دے گا۔

حقوق زوجین اور اس کی حفاظت

ہندوستان میں آج مسلمان عورتوں کو اپنی ازدواجی زندگی میں جو مشکلات اور مصائب
پیش آرہے ہیں ان کا کوئی دفعیہ موجودہ حکومت کے قوانین میں موجود نہیں جن سے ان کے
باہمی نزاع کا منصفانہ تصفیہ ہوسکے۔

۱۸۵۷ء کے بعد چند سال تک انگریزی عدالتوں کے تمام سررشتوں میں فقہ اسلام نافذ
رہا مگر امتداد زمانہ کے ساتھ فقہ اسلام کے احکام یکے بعد دیگرے متروک ہوکر ان کی جگہ

مجلس وضع قوانین کے ایکٹ قایم ہوتے گئے اور اب یہ حالت ہوگئی کہ شرع اسلام ملک کا قانون نہیں رہا[۱] جس کی وجہ یہ ہے کہ ملک میں عام طور پر قاضی شرعی کا وجود نہیں جس کی وجہ سے احکام اسلام کی تعمیل میں آئے دن مختلف مشکلات پیش آرہی ہیں دیگر مسائل کی طرح زن وشوی کے تعلقات میں عورتوں کو جو کلفتیں پیش آرہی ہیں ان کو رفع کرنے کی ملک کے ہر حصہ میں جدوجہد جاری ہے مگر افسوس ہے کہ اس جدوجہد میں ایک غلط پہلو یہ بھی شامل ہے کہ فقہ حنفی میں کوئی ایسی تدبیر نہیں جس سے عورتوں کو مصائب سے نجات حاصل کرنے کا طریقہ مل سکے۔

ہندوستان | مسلمان عورتوں میں جب کبھی نزاع باہمی اختلاف طبائع یا دیگر وجوہ کے بناء پر پیدا ہو جائے اسوقت بدرجۂ مجبوری رشتۂ نکاح سے آزادی حاصل کرنے کے لئے کوئی قانون موجود نہیں جسکی وجہ سے بہت سی عورتیں مرتد ہو جا رہی تھیں اس لئے مسٹر سید محمد کاظمی صاحب ایم۔اے۔ال۔ال۔بی نے حکومت کی مجلس وضع قوانین میں ایک مسودہ قانون فسخ نکاح پیش کیا لیکن مسودہ میں شرعی حیثیت سے بہت سی خامیاں تھیں جسکی وجہ سے ملک میں عام ہیجان پیدا ہوا۔ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے خاص طور پر ان مسائل میں ایک رسالہ مرتب فرمایا جس میں نہایت وضاحت اور تحقیق سے انفساخ نکاح کے تمام مشکلات کو حل فرماتے ہوئے ان دو امور پر زیادہ زور دیا

۱۔ ملک میں تفویض طلاق کے قاعدہ کو جاری کیا جائے اس سے ایک فائدہ یہ ہوگا کہ عورتوں کو مشکلات میں چھٹکارا پانے میں سہولت ہوگی۔

۲۔ بضرورت شدید (اندیشہ ہلاکت) حنفی مسلمان مالکی مسلک کے موافق قاضی اسلام اور اگر یہ نہ ہو تو مسلمان حاکم یا دیندار علماء کی پنچایت میں مقدمہ پیش کر سکیگا اور پیشی بعد ثبوت نکاح انفساخ نکاح کے مجاز ہو سکیں گے ان ہر دو صورتوں میں احکام اسلام کی پابندی ہر فسخ کنندہ نکاح کے لئے لازمی ہوگی۔

مجلس شوریٰ جمعیۃ علماء ہند نے بھی مسلمان عورتوں کے حقوق فسخ نکاح سے متعلق ایک مسودہ شرعی کو پیش کیا اس مسودہ میں بھی بوقت ضرورت حضرت امام مالک رض کے مسلک کے موافق انفساخ نکاح کی رائے دی ہے اور ساتھ ہی یہ بتلایا کہ اس قسم کے مقدمات کا انفصال صرف مسلمان حاکم کر سکیگا۔[۲]

---

[۱] اصول فقہ اسلام جسٹس سید عبدالرحیم ص۴۷ [۲] مسودہ قانون شائع کردہ جمعیۃ العلماء ہند ۵ رفبروری ۱۹۳۶ء

سرکار بھوپال کا ضابطہ تحفظ حقوق زوجین | اعلیٰحضرت فرماں روائے بھوپال اپنی مسلم رعایا کی اس اہم ضرورت کی طرف توجہ کر کے علمائے ریاست کو ایک ضابطہ تحفظ حقوق زوجین پر متفق کیا اور اپنی منظوری سے ریاست کیلئے ایک ضابطہ کو جاری فرمایا اس ضابطہ میں سب سے پہلے یہ تبلایا گیا ہے کہ

مذہب حنفی میں اس بات کی اجازت دیگئی ہے کہ باقتضائے ضرورت حاکم کے حکم کے مطابق دیگر ائمہ کے مسلک[1] کو اختیار کیا جا سکتا ہے اس اصول کے تحت حالات حاضرہ اور ضروریات موجودہ کی بناء پر ایک ضابطہ مرتب اور نافذ کیا جاتا ہے۔

اس ضابطہ کی خاص خصوصیت یہ بھی ہے کہ انفساخ نکاح کے جملہ مقدمات محکمۂ قضا میں پیش اور منفصل ہوں گے اور اس کی معیت میں محکمہ افتاء بھی شریک رہے گا کوئی غیر مسلم حاکم جو مسائل شرعیہ سے واقف نہ ہو وہ انفساخ نکاح کا مجاز نہ ہوگا۔[2]

حیدرآباد دکن | تاریخ اور قانونی حیثیت سے حیدرآباد ایک اسلامی ریاست ہے شرع اسلام ملک کا قانون ہے جس کی وجہ ہے کہ سرکار عالی کی عدالتوں میں جس قدر مقدمات پیش ہوتے ہیں ان کا انفصال فقہ حنفی کی رُو سے عمل میں آنے کے احکام ہیں مستقر دار الخلافت میں دار القضاء کے نام سے ایک خاص عدالت قایم ہے۔ ہائیکورٹ میں "مفتی اعظم" کی ایک خاص خدمت بھی ہے باوجود اس کے حیدرآباد میں اس امر کی کوشش کی جارہی ہیں کہ ریاست بھوپال کی طرح ایک قانون حیدرآباد میں بھی مرتب اور نافذ ہو جائے اس سلسلہ میں جو کوششیں کیگئیں ان کی مختصر فہرست درج کی جاتی ہے۔

۱۔ مسودہ قانون انفساخ پیشکردہ مولوی خلیل الزماں صاحب صدیقی وکیل ہائیکورٹ حال جج ہائیکورٹ

۲۔ مقالہ "عورتوں کو خلع کا حق اسلام میں" مرتبہ مولانا محمد عبد القدیر صاحب صدیقی سابق صدر شعبہ دینیات جامعہ عثمانیہ (شائع شدہ مجموعہ تحقیقات علیہ جلد ۱ ص ۲۹ سنہ ۱۹۳۳ء)

۳۔ مقالہ اسلام اور حق خلع مرتبہ ملا محمد عبد الباسط صاحب ناظم عدالت ضلع رائچور شائع شدہ ۲۹ نومبر ۱۹۳۴ء

---

[1] شامی جلد ۱ ص ۵۶ (۲) شامی جلد ۲ (۳) ملاحظہ ہو ضابطہ حقوق زوجین شائع شدہ معارف جلد ۲۹ ص ۱۶۸

۴۔مسودہ مرتبہ مجلس علما، حیدرآباد مرتبہ مولانا سید محمد بادشاہ حسینی صاحب (نظامیہ) معتمد مجلس علماء دکن

۵۔کیفیت متعلق ضابطہ تحفظ حقوق زوجین مرتبہ انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ شائع شدہ بابتہ ۱۳۵۱ھ

۶۔مقالہ مرتبہ مولانا سید مناظر احسن صاحب صدر شعبہ دینیات جامعہ عثمانیہ شائع شدہ اخبار رہبر دکن ۲۳ر شعبان ۱۳۵۲ھ وغیرہ

۷۔رپورٹ تحفظ حقوق زوجین مرتبہ مولانا علامہ مفتی محمد رحیم الدین صاحب (نظامیہ) صدر مجلس علما نظامیہ شائع شدہ مجلہ نظامیہ بابتہ ربیع المنور ۱۳۵۶ھ

۸۔فتوی حضرۃ الافاضل علامہ ابو الوفا صاحب فقیہ جامعہ نظامیہ وصدر احیاء المعارف النعمانیہ شائع شدہ اخبار صحیفہ ۲۷ر فروردی ۱۳۴۳ف

۹۔مضمون مولوی محمد عبد الحمید صاحب استاذ العقائد و الکلام جامعہ نظامیہ مورخہ ۴ر اردی بہشت ۱۳۴۴ف از صحیفہ

۱۰۔قانون حقوق ازدواج پر ایک نظر از مولوی میر یوسف علی خاں صاحب پیشکار دفتر دوم تعلقداری از صرف خاص مبارک

۱۱۔نکاح اور طلاق از جناب حسین احمد بیگ صاحب ناظم عدالت ۲۰ر شوال ۱۳۵۲ھ از رہبر دکن۔

۱۲۔مضمون شائع کردہ مولوی سید اولیا قادری صاحب وکیل ہنمکنڈہ از رہبر دکن ۲۱ر فروردی ۱۳۴۳ف

متذکرہ صدر مقالات اور سوالات نمبر ۱ تا ۴ سب کے سب اس امر پر متفق تھے کہ فقہ حنفی میں عورتوں کو مشکلات سے نجات پانے کی کوئی ایسی راہ نہیں جو فی زمانہ قابل نفاذ ہو سکے اس لئے حسب مسلک حضرت امام مالک رضؓ عدالتوں کو انفساخ نکاح کا اختیار ملنا چاہیئے مقالات نمبر ۵ تا ۱۲، اس نظریہ کے مخالف تھے کہ فقہ حنفی میں ہر قسم کی سہولتیں موجود ہیں جن پر عمل کی کوشش کی جائے تو تمام مشکلات نہایت آسانی سے

دور ہو جا سکتی ہیں۔ فقہ حنفی کا کام تدبیر بتلانا ہے اگر مسلمان اس پر عمل نہ کریں تو فقہ حنفی مورد الزام نہیں ایسے حاکم اور قاضی مقرر کئے جائیں جو بہ زور طاقت ان قضایا کو فیصل کر سکیں اور اگر اس کی قوت نہ ہو تو حکومت موجودہ سے مطالبہ اور کوشش کریں کہ مسلک حضرت امام مالک رضہ ایک مالکی مشرب کا قاضی مقرر کر دے تاکہ اس کے ذریعہ اس قسم کے مقدمات کا انفصال عمل میں آسکے۔

انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ جس کی ذیلی مجلس "جمعیتہ العلماء" سے موسوم ہے اس نے وقت کی نزاکت اور اہمیت کا لحاظ کر کے احکام شرع کے بموجب ایک ضابطہ کے تدوین کی طرف متوجہ ہوئی۔ علامہ مفتی محمد رحیم الدین صاحب (نظامیہ) کی صدارت میں وسیع الخیال جید علماء کی ایک مجلس قائم کی اس مجلس نے ترتیب احکام سے پہلے عالم اسلام سے اس قسم کا مواد طلب کیا تاکہ ترتیب جدید میں سہولت اور آسانی ہو سکے۔

جمعیتہ العلماء کی اس استدعا پر افغانستان۔ مصر۔ شام۔ ترکی۔ عرب وحجاز اور مراکش سے متعدد قوانین اور رائیں وصول ہوئیں اور ان کی روشنی میں ایک خاص مسودۂ احکام شرع کا مرتب فرمایا۔ جو عام طور پر شائع کیا گیا جس سے ملک اور بیرون ملک کے صدہا علماء نے اتفاق کیا۔

عالم اسلام سے جو مسودات اور قوانین وصول ہوئے ہیں ان میں اور ہمارے ملک کے حالات میں بہت بڑا فرق ہے ان ممالک میں مہر کی ایسی تعداد مقرر نہیں ہوتی جیسا کہ ہمارے ملک کا رواج ہے۔ ان ممالک میں عقد ثانی کو معیوب سمجھا نہیں جا سکتا جیسا کہ ہمارے ملک میں عقد ثانی کا مقبول عام رواج نہیں ان ممالک کے مسلمان مرد اور عورتوں میں مذہبی شعور ہے ہمارے ملک میں نہ مردوں میں شعور ہے اور نہ عورتوں میں مذہبی شعور ہے۔ جہالت عام ہے جس کا نتیجہ ہے کہ آج ملک میں فقہ حنفی کو سخت سمجھا جا رہا ہے حالانکہ فقہ حنفی سے آسان فقہ اور کوئی نہیں۔ جس کی دنیا کوئی نظیر پیش کر سکے۔

یہ واضح رہے کہ عالم اسلامی کے ہر حصہ میں مسلمانوں کے خصوصی مسائل کے تصفیہ کیلئے محاکم شرعیہ[1] موجود ہیں۔ جہاں مسلمانوں کے احکام کی بناء پر مقدمات کا انفصال عمل میں آتا ہے اور

---

[1] قانون وزارۃ حقانیہ مصر مطبوعہ سنہ ۱۹۳۱ء

حنفی قاضی کے ساتھ مالکی اور حنبلی مشرب کے قضاۃ بھی مامور ہیں جس کسی مسئلہ میں حنفی قاضی ضرورت محسوس کرے تو ان کے انفصال کے لئے دوسرے ائمہ کے قضاۃ کے پاس مقدمہ کو منتقل کر دیا جاتا ہے اس حد تک احتیاط ان ممالک میں کیجاتی ہے و نیز وہ ممالک جو آزاد نہیں بلکہ اجنبی حکومت کے تحت ہیں یا اجنبی حکومت میں رہنے والے ہیں ان مقامات میں بھی وہاں کے مسلمانوں نے اپنے مقدمات کے انفصال کے لئے حکومت سے محاکم شرعیہ کو قایم کروالیا ہے اور ان مقامات کے ہر حصہ میں مدارس اسلامیہ اور محاکم شرعیہ خاص طور پر قایم ہیں جہاں مسلمانوں کے مقدمات کا انفصال عمل میں آتا ہے۔ افسوس ہے کہ ہندوستان جہاں دس کروڑ سے زائد مسلمان آباد ہیں اس امر کی کوئی کوشش نہیں کیگئی کہ تا بحد مسلمین قضایا کے تصفیہ کے لئے محاکم شرعیہ قایم ہوں اگر ایسی کوششیں جاری رہیں تو توقع ہے کہ مسلمانوں کی موجودہ مذہبی حالت میں نہ صرف اصلاح بلکہ ان میں مذہبی شعور پیدا ہو جائے اور اگر ایسا نہ ہو تو انصاف کرنا چاہیئے کہ فقہ حنفی پر اعتراض کرنا بالکل لغو ہے۔

فقہ حنفی کی روشنی میں ضابطہ تحفظ حقوق زوجین

حنفی فقہ میں جب کہ زن و شو کے درمیان اختلاف طبائع کے باعث نزاع باہمی پیدا ہو جائے ایسی صورت میں انسداد ظلم اور بدرجہ مجبوری رشتہ نکاح سے آزادی حاصل کرنے کی گنجائش ہے یا نہیں۔ ان مسائل پر شرعی نقطہ نظر سے غور و فکر کرنے کے لئے ایک جماعت قایم کیگئی تھی جس کے صدر حکیم الامت مولانا مفتی محمد رحیم الدین صاحب زید فضلکم تھے اس مجلس نے جو یادداشت مرتب کی اس کو نقل کیا جاتا ہے اس یادداشت کے دیکھنے سے واضح ہو گا کہ فقہ حنفی میں ہر قسم کی رعایت موجود ہے بشرطیکہ عمل کرنے والے عمل پر آمادہ ہوں۔

فسخ نکاح زوجہ مجبوب عنین خصی خنثیٰ ۱ اگر کسی عورت کا نکاح لاعلمی سے کسی ایسے شخص کے ساتھ ہو جائے جو مجبوب (مقطوع) یا عنین، یا خصی یا خنثیٰ ہو، اور عورت طالب تفریق ہو تو مجبوب کو فی الفور اور بقیہ کو ایک سال کی مہلت دینے کے باوجود قادر نہ ہونے پر، اپنی زوجہ کو طلاق دیدینے کا حکم دیا جائے گا نہ ماننے تو تفریق کر دی جائے گی بشرطیکہ عورت رتقا، قرناً نہ ہو (یعنی عورت میں کوئی عیب مانع جماع نہ ہو) (فتح القدیر جلد ۴ باب العنین صفحہ ۱۲۶ تا ۱۳۱)

کفایہ جلد ۴ صفحہ ۱۳۱

عدم فسخ نکاح بوجہ عیوب حادثہ [۱۲] اگر شوہر میں عیوب مذکورہ ہونے کے باوجود عورت اس کے ساتھ رہنے پر رضامند ہو جائے یا عیوب مذکورہ نکاح اور جماع کے بعد پیدا ہوں تو تفریق نہ کی جائے گی (فتح القدیر جلد ۴ صفحہ ۱۲۹ و کفایہ جلد ۴ صفحہ ۱۳۳)

احکام دیگر عیوب و امراض [۱۳] اگر کسی عورت کا نکاح مجنون یا مجذوم یا مبروص کے ساتھ ہو جائے یا شوہر اور کسی عیب یا مرض میں مبتلا ہو تو عورت کو نکاح فسخ کرانے کا اختیار نہ ہوگا۔ سلہ

۲- لیکن اگر شوہر مجنون سے زوجہ کو اپنی ہلاکت کا اندیشہ ہو یا جذام اس درجہ ہو کہ وہاں ٹھہرنا دشوار ہو۔ یا برص تمام جسم پر محیط ہو اور قاضی فیصلہ تفریق صادر کرے تو اس کا ایسا فیصلہ نافذ ہو جائے گا۔ (ہدایہ باب العنین و الدر المنتقی جلد ۱ صفحہ ۴۶۲ بحر الرائق جلد ۴ صفحہ ۱۲۷)

عدم تفریق بوجہ حدوث عیوب مذکورہ [۱۴] اگر عیوب و امراض مندرجہ فقرہ (۲) نکاح و جماع کے بعد پیدا ہوں تو تفریق نہ کی جائے گی۔

نفقہ

انتظام نفقہ از شوہر مستطیع [۱۵] اگر عورت کو شکایت ہو کہ شوہر نفقہ نہیں دیتا ہے اور شوہر مستطیع ہو تو عدالت اس کو نفقہ ایصال کرنے کا حکم دے گی۔ نہ مانے تو اس کی آمدنی سے دلائے گی، آمدنی نہ ہو اور جائداد ہو تو نفقہ کیلئے فروخت کرے گی۔ مال یا جائداد کا پتہ نہ چلے تو شوہر کو حوالات میں دے گی تا آنکہ وہ نفقہ ایصال کرے (فتح القدیر جلد ۳ باب النفقہ صفحہ ۲۰)

عدم استحقاق ناشزہ و ملازمہ [۹] اگر عورت ناشزہ ہو یا رات کو یا دن کو گھر میں نہ رہتی ہو (مثلاً کہیں ملازم ہو) تو وہ نفقہ پانے کی مستحق نہ ہوگی۔ یہاں تک کہ وہ اپنے شوہر کے گھر آجائے اور رات دن گھر ہی میں رہنے لگے۔ (درمختار جلد ۲ صفحہ ۱۰۰)

فسخ نکاح بوجہ عدم قدرت نفقہ یا مہر [۱۶] اگر کسی عورت نے اپنا نکاح بلا رضامندی اولیاء کسی ایسے شخص سے کرلیا ہو جو ادائے نفقہ یا مہر پر قادر نہ ہو اور اولیاء فسخ نکاح کی درخواست کریں تو نکاح فسخ کر دیا جائے گا۔ سلہ

فسخ نکاح بوجہ غلط بیانی شوہر [۱۸] اسی طرح اگر شوہر نے بوقت نکاح یہ باور کرایا ہو کہ وہ مہر اور نفقہ پر قادر ہے اور بعد نکاح اس کا بیان غلط پایا جائے تو اس صورت میں عورت کو

سلہ الدر المنتقی شرح الملتقی ج ۱ باب العنین صفحہ ۲۶۳ سلہ ہدایہ باب الکفاءۃ

بھی اپنا نکاح فسخ کرانے کا اختیار ہوگا۔ (ردالمحتار جلد ۲ صـ ۳۱۸)

عدم فسخ نکاح بوجہ عجز حادث[۸] اگر شوہر نکاح کے وقت تو نفقہ وغیرہ پر قادر تھا پھر عاجز ہوگیا اسلئے عدالت اوس کے مستطیع ہونے تک عورت کو حکم دے گی کہ وہ قرض یا ادھار کے ذریعہ اپنے نفقہ کا انتظام کرے اور اس قرض یا ادھار کی ادائی شوہر کے ذمہ ہوگی یہ مستطیع ہونے کے بعد وہ اس کو ادا کرے۔ (ہدایہ باب النفقہ)

انتظام قرض از مال زوجہ[۹] اگر خود عورت کا مال ہو تو عدالت عورت کو اوسے اپنے نفقہ میں خرچ کرنیکا حکم دیگی[۱]

اگر عورت بھی نادار ہو تو شوہر کے نہ ہونے کی صورت میں اوس کا نفقہ جن لوگوں پر واجب ہوسکتا تھا اون سے عدالت قرض دلائے گی جس کی ادائی شوہر کے ذمہ ہوگی اگر یہ لوگ قرض نہ دیں تو عدالت اون کو حوالات میں دے گی۔ (فتح القدیر جلد ۴ صـ ۲۰۳ باب النفقہ)

قرض از اقربائے زوجہ[۱۰] ان قرابت داروں میں جو نادار ہوں اون کو معدوم تصور کیا جائیگا اور ان کے بعد والے ورثاء سے بقدر میراث قرض لیا جائے گا۔ (عنایہ جلد ۴ صـ ۲۲۵)

قرض از مکسوبات زوجہ[۱۱] اگر ایسے اشخاص بھی نہوں جن پر عورت کا نفقہ واجب ہوتا تو عدالت عورت کو اجازت دے گی کہ وہ خود دستکاری خیاطت، تعلیم و تدریس، محنت، مزدوری یا ملازمت وغیرہ کے ذریعہ اپنے نفقہ کا انتظام کرے اور اس کو شوہر پر دین تصور کرے[۲]

اجازت خروج از مکان شوہر[۱۲] اگر ان کاموں کیلئے عورت کو گھر سے باہر جانے کی حاجت ہو تو عدالت اس کو اجازت دے گی اور شوہر کو اس صورت میں روکنے کا حق نہ ہوگا[۳]

قرض بذریعہ چندہ وغیرہ[۱۳] اگر کوئی عورت اس پر بھی قادر نہ ہو تو اوس کو جائز ہے کہ قاضی کی اجازت سے ایک ایک دن کی خوراک چندہ وغیرہ کے ذریعہ مانگ لیا کرے اور اس کو بھی شوہر پر دین تصور کرے (چونکہ یہ صورت بدرجہ مجبوری اور باجازت قاضی اختیار کی جائے گی لہذا یہ نہ تو ناجائز ہے اور نہ عیب) بدائع الصنائع)

قرض از بیت المال[۱۴] اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو قاضی اموات لاوارث کے متروکہ کی گنجائش سے نفقہ دلائے گا (جو شوہر پر دین ہوگا اور دیگر مطالبات سرکاری کی طرح وصول کیا جاسکے گا فی زمانہ جن جاگیرداروں کو اموات لاوارث کے متروکہ سے استفادہ کا حق

---

[۱] ہدایہ جلد ۴ صـ ۲۲۰ [۲] ردالمحتار جلد ۲ صـ ۵۶۷ [۳] بدائع الصنائع جلد ۲ صـ ۳۳۰

عطا کیا گیا ہے اون کے علاقہ کی ایسی عورتوں کو نفقہ بطور قرض ان جاگیرات سے دلایا جا سکتا ہے
اس سے حکومت کے خزانہ پر اس حد تک بار نہ پڑے گا) (واقعات المفتین صہ کتاب الزکاۃ)

انتظام نفقہ زوجہ معسر مسجون وغائب ومفقود [15] ان احکام کے مدنظر شوہر کی ناداری یا اوس کے قید، یا غائب، یا مفقود ہو جانے کی وجہ سے نفقہ نہ ملنے کی بنا پر تفریق کا فیصلہ شرعاً درست نہ ہوگا۔ اگر خود قیدی یا غائب یا مفقود کا مال موجود ہو تو اوسی سے اولاً اون کی زوجات کے نفقہ کا انتظام کیا جائے گا۔ اوس کے ختم ہو جانے یا موجود نہ ہونے کی صورت میں دیگر تدابیر مذکورہ بالا پر عمل آوری ہو سکیگی۔

انتظام شب باشی [16] اگر کسی شخص کی متعدد زوجات ہوں اور وہ اون میں عدل نہ کرتا ہو یا ایک ہی زوجہ ہو مگر وہ اس کے پاس نہ رہتا ہو تو ایسی صورت میں عدالت اس کو عدل کرنے اور اپنی تمام زوجات کے پاس باری باری سے رہنے کا حکم دے گی زوجہ ایک ہی ہو تو کم از کم ہر چوتھے روز اوس کے ساتھ شب باشی کرنے کا حکم دے گی۔ [1]

ایسی شکایت پہلی دفعہ پیش ہونے پر عدالت تعزیر سے کام نہ لے گی صرف ہدایت پر اکتفا کرے گی [2] نہ ماننے تو سزا دیگی۔ لیکن سزائے قید نہیں (درمختار جلد ۲ صہ۶۱۸ باب القسم)

احکام مخصوصہ [17] اگر ترک وطی کی شکایت ہو اور عقد کے بعد سے ایک دفعہ بھی نوبت نہ آئی ہو تو مثل عنین کے حکم دیا جائے گا۔ ورنہ قاضی اوس کو ہدایت دے گا کہ کم از کم چار مہینے میں ایک دفعہ تو نوبت آنے دے (رد المحتار جلد ۲ باب القسم صہ۶۱۵)

طلاق جبری بوجہ غفلت شوہر [18] اگر کوئی شخص ایسا ہے کہ نہ تو وہ اپنی زوجہ کے ساتھ شب باشی کرتا اور نہ چار چار مہینے تک بغیر کسی عذر معقول کے ہمبستری کی نوبت آنے دیتا ہے اور عورت طالب تفریق ہو تو قاضی اوس کو مجبور کر سکیگا کہ یا تو شکایت رفع کرے یا طلاق دیدے [3]

انسداد زد و کوب [19] اگر کسی عورت کو اس کا شوہر بے وجہ مارتا، یا ایذا دیتا ہو تو قاضی اس کا علم ہونے پر یا علم نہ ہو تو اس کے ہمسایہ لوگوں سے دریافت کر کے اطمینان کر لینے پر شوہر کو زجر کرے گا اگر قاضی کو اوس کے ہمسایہ لوگوں کے بیان پر وثوق نہ ہو یا وہ شوہر کی طرفداری کر رہے ہوں تو عورت کو قابل اعتماد لوگوں کے محلہ میں رکھے گا۔ [4]

---

[1] درمختار جلد ۲ باب القسم صہ۶۱۴ [2] رد المحتار جلد ۲ باب القسم صہ۶۱۸ [3] رد المحتار جلد ۲ صہ۶۱۵
[4] فتح القدیر جلد ۲ باب النفقہ صہ۳۰۲

فی زمانہ عدالت سرکاری تحصیل کو متعین کرتی ہے یا عورت کو میکے میں رکھ کر نفقہ دلاتی ہے
اس سے بھی ظلم دفع ہوتا ہے۔

السداد تہمت | [۲۰] اگر شوہر اپنی زوجہ پر زنا کا الزام لگائے اور زوجین اہلیت شہادت رکھتے ہوں اور عورت عفیفہ ہو تو عورت کے استغاثہ پر قاضی لعان کا حکم دے گا۔ [۱]

احکام لعان | [۲۱] اگر شوہر لعان نہ کرے تو اوس کو قید کرے گا تا آنکہ وہ لعان کرے یا اپنی تکذیب کرے۔ (ہدایہ جلد ۴ صـ۱۱۱)

تکذیب شوہر و مردودی شہادت | [۲۲] اگر شوہر اپنی تکذیب کرے تو اس کو سزائے تازیانہ دی جائے گی اور اوس کے مردود الشہادۃ ہونے کا اعلان کر دیا جائے گا اس کے بعد اگر وہ توبہ بھی کرلے تو اوس کی شہادت نہ لی جائے گی (فتح القدیر جلد ۵ باب حد القذف صـ۱۰۱)

تفریق بوجہ لعان | [۲۳] اگر شوہر لعان کرے تو عورت سے بھی لعان کرایا جائے گا۔ جب دونوں لعان کرلیں تو قاضی شوہر کو حکم دے گا کہ وہ طلاق دیدے نہ مانے تو قاضی اون میں تفریق کردے گا۔ کیونکہ لعان کے بعد زوجین میں حرمت قایم ہوجاتی ہے۔ [۲]

تفریق بوجہ ایلاء | [۲۴] اگر کسی عورت کے شوہر نے حلف کرلیا ہو کہ وہ اپنی زوجہ سے کبھی مقاربت نہ کرے گا یا چار مہینے یا اس سے زیادہ مدت کے لئے حلف کرے اور اس پر قایم رہے تو چار مہینے گذرتے ہی ایک طلاق بائن پڑ جائے گی۔ ہدایہ جلد ۴ باب الایلاء صـ۱۴

جبری طلاق بوجہ عدم ادائی کفارہ ظہار | [۲۵] اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ سے ظہار کرلیا ہو یعنی اوس کو اپنی ماں۔ بہن وغیرہ محرمات سے تشبیہ دی ہو، اور باوجود اس کے کفارہ ادا نہ کرتا ہو، اور عورت استغاثہ کرے تو قاضی اوس شخص کو مجبور کرے گا کہ یا تو وہ کفارہ ادا کرے یا طلاق دیدے (بحر الرائق جلد ۴ باب الظہار صـ۹)

فسخ نکاح بوجہ ارتداد شوہر | [۲۶] اگر کسی عورت کا شوہر (العیاذ باللہ) مرتد ہوجائے تو تفریق ہو جائے گی۔ (بحر الرائق جلد ۴)

احکام زوجہ مرتدہ | [۲۷] اگر عورت مرتد ہوجائے (نعوذ باللہ منہا) تو (فی زمانا) تفریق نہ کی جائے گی۔ اس کو توبہ کرنے پر مجبور کیا جائے گا (کفایہ جلد ۴ باب النکاح اہل الشرک صـ۲۹۶)

---

[۱] ہدایہ جلد ۴ باب اللعان صـ۱۱۱۔ [۲] ہدایہ جلد ۴

انتظام نشوز زوجین ۲۸ اگر زوجین میں ناراضی پیدا ہوگئی ہو تو قاضی تحکیم سے کام لے گا۔ یعنی شوہر کی طرف سے ایک حکم مقرر کرے گا اور حکمیں کو زوجین سے پورے اختیارات دلائیگا یعنی عورت کی طرف سے جزو مہر یا کامل مہر سے دست برداری کا، اور شوہر سے طلاق کا۔ اب حکمین جو فیصلہ کریں نافذ ہو جائے گا ۔[1]

خیار بلوغ بصورت نکاح غیر اب وجد ۲۹ اگر کسی نابالغ کا نکاح باپ یا دادا کے سوا کسی دوسرے ولی نے کر دیا ہو تو بفور بلوغ یا علم اس کو اپنا نکاح فسخ کرانے کا اختیار رہے گا اور اگر نکاح مذکور غیر کفو میں صریح نقصان کے ساتھ ہوا ہو تو نکاح ہی صحیح نہ ہوگا ۔[2]

خیار بصورت نکاح اب وجد ۳۰ اگر کسی نابالغ کا نکاح باپ یا دادا نے کرا دیا تھا تو بعد بلوغ نکاح مذکور فسخ نہ ہو سکیگا۔ لیکن اگر ولی مذکور کا فاسد التدبیر ہونا معروف ہو یا وہ فسق و فجور میں مشہور ہو یا شراب خواری کی حالت میں کسی شریر یا فاسق یا غیر کفو سے نابالغ کا نکاح کرایا ہو تو ایسا نکاح بھی فسخ کرایا جائیگا[3]

فسخ نکاح و تفریق بصورت اندیشہ ہلاکت زوجہ ۳۱ اگر عورت اپنے شوہر کی وجہ سے کسی ایسی تکلیف میں مبتلا ہو جائے جس سے عورت کی ہلاکت کا اندیشہ پیدا ہو اور وہ تفریق کی درخواست کرے اور آئمہ اربعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی کے پاس بھی تفریق جائز ہو تو قاضی ایسے مقدمہ خاص کو اس مذہب کے قاضی کے پاس منتقل کر سکیگا اس صورت میں اگر اس مذہب کا قاضی فیصلہ تفریق صادر کرے تو اس کا ایسا فیصلہ نافذ ہو سکے گا۔

توضیح:۔ عورت کے مبتلائے زنا ہونے کا اندیشہ بھی اندیشہ ہلاکت متصور ہوگا۔

عدم نفاذ فیصلہ غیر مسلم ۳۲ فسخ نکاح یا تفریق کے بارہ میں کسی غیر مسلم کا فیصلہ نافذ نہ ہوگا۔

ارتداد اور اس کے احکام مسلمان ہو کر کافر ہو جانے کو ارتداد کہتے ہیں۔ اسلام مرتد کو شریعت کے دائرہ حفاظت سے خارج کر دیتا ہے مگر شریعت نے اس کے ساتھ یہ بھی رعایت رکھی ہے کہ وہ چاہے تو ارتداد سے دوبارہ اسلام میں شامل ہو جائے رجوع نہ ہونے کی صورت میں مرتد تین دن تک بحکم عدالت قید کیا جائے گا اور اس کے بعد سزائے شرعی (قتل) کا مستوجب ہوگا مگر عورتوں کے لئے سزائے شرعی کے بجائے سزائے قید رکھی گئی ہے۔ یہاں تک کہ وہ توبہ کرے[4]

---

[1] فتح القدیر جلد ۳ باب الخلع صفحہ ۸۵ [2] درمختار جلد ۲ باب الاولیاء [3] ہدایہ جلد ۳ باب الاولیاء صفحہ ۲۸۶ و نیز دیکھو اصول شرع اسلام صفحہ ۲۵۷ مقدمہ عزیز بانو بنام محمد صفحہ ۱۹۲۵ انڈین کیسز (۹۱) ۱۹۲۵ء
[4] کنز الدقائق باب المرتد

اگر کسی عورت کا خاوند مرتد ہو جائے تو اس کا نکاح خود بخود فسخ ہو جائے گا[1]۔ یہ ارتداد خلوت صحیحہ سے پہلے ہوا ہے تو مرتد شوہر پر نصف مہر کی ادائی کا لزوم ہوگا اور عورت کیلئے عدت لازم نہیں ہوگی۔ خلوت صحیحہ کی صورت میں حسب قاعدہ شرعی پورے مہر کی ادائی شوہر مرتد پر واجب ہوگی اور عورت پر عدت بھی ہوگی اور مرتد شوہر پر عورت کے ایام عدت کا نفقہ بھی ہوگا[2]۔

مرتد کو مہلت دئے جانے سے پہلے اس کو کوئی مسلمان قتل کر دے تو گو یہ فعل مذموم متصور ہوگا لیکن قاتل سزائے شرعی کا مستوجب نہ ہوگا[3]۔

مرتد ہونے سے مرتد کی ملک اس کے مال پر سے جاتی رہتی ہے۔ اور حسب رائے حضرت امام اعظم رح ارتداد کے ساتھ ہی اس کی کل جائداد ورثاء پر منتقل ہو جاتی ہے۔ مگر حضرت امام شافعی رح کی رائے اس کے خلاف ہے بوجہ ارتداد زوال ملک عارضی طور پر ملتوی رہتا ہے یعنی اگر وہ پھر مسلمان ہو جائے تو ملک بھی بدستور قایم رہے گی۔ اگر حالت ارتداد میں مرجائے یا قتل کیا جائے تو اس کا مسلمان وارث جو کچھ مال اس کا بحالت اسلام کمائی کا ہوگا بعد ادائی قرضہ جملہ اموال کا وارث ہوگا، اور جو کچھ اس نے حالت ارتداد میں کمایا ہوگا اس میں سے حالت اسلام اور حالت ارتداد ہر دو حالتوں کے قرضوں کی ادائی کے بعد جو کچھ باقی رہے گا وہ مال غنیمت متصور ہوگا[4]۔

عورت کے مرتد ہونے سے نکاح فسخ ہو جائے گا لیکن پھر اس کو حبس وقید کے ذریعہ تجدید اسلام پر مجبور کیا جائے گا تاکہ وہ اپنے پہلے ہی خاوند سے تجدید نکاح کرے۔ حالت ارتداد میں رہنے کے سبب عورت شوہر سے کسی قسم کے حصول نفقہ کی مستحق نہ ہوگی، اور نہ شوہر پر مہر کی ادائی ہوگی[5]۔

مرتد عورت کی نسبت بعض علماء کی رائے ہے کہ عورت کے مرتد ہونے سے نکاح فسخ نہیں ہوگا بلکہ بدستور یہ عورت شوہر سابق کے نکاح میں رہے گی (فتح القدیر جلد ۳ باب النکاح اہل الشرک صفحہ ۲۹۰)

ایک روایت حضرت امام اعظم رض سے یہ بھی ہے کہ یہ عورت دارالاسلام میں بھی کنیز بنا کر رکھی جائیگی اور اس کے خاوند کا قبضہ بدستور رہے گا۔ اس میں شرط ہوگی کہ اس مرتدہ کو خاوند دارالاسلام میں امام المسلمین سے قیمت دیکر خریدے یا امام المسلمین مفت دیدے البتہ دارالحرب میں اجازت امام کی ضرورت نہیں ہوگی جب کبھی خاوند اس پر قبضہ پالے وہ اس کی ملک ہو جائے گی۔ (شامی جلد ۲ صفحہ ۴۰۳ وحاشیہ کتاب الآثار صفحہ ۱۶۱)

---

[1] اصول شرع اسلام صفحہ ۴۳۱ میں مقدمہ امین بیگ بنام سائن سنہ ۱۹۱۰ع انڈین کیسز ۲۴۲۔ [2] درمختار جلد ا باب النکاح [3] حاشیہ کتاب الآثار صفحہ ۱۶۱۔ [4] الرد علی سیر الاوزاعی فی باب الکتاب للمرتد المال فی ردتہ صفحہ ۱۱ [5] جامع کبیر صفحہ ۱۹۹ و ردالمحتار جلد ۲ صفحہ ۳۲۹ (برطانوی ہندکی عدالتوں کے بعض مقدموں میں تبدیل مذہب سے حق وراثت یا دوسرے حقوق متاثر نہ ہونا بھی ہوئے ہیں دیکھو اصول شرع اسلام صفحہ ۴۲۲ بحوالہ ایکٹ سنہ ۱۸۵۰ع۔

اگر مرتد دوبارہ مسلمان ہو جائے تو تجدید اسلام کے ساتھ تجدید نکاح کی بھی ضرورت ہو گی لیکن انقضائے عدت کی ضرورت نہ ہو گی۔

کفر کے بعد مسلمان ہونا مرد اور عورت دونوں میں سے کوئی ایک مسلمان ہو جائے اور دوسرا بدستور کفر پر رہے تو اس کی دو صورتیں ہوں گی۔ پہلی صورت یہ ہو گی کہ مرد مسلمان ہو جائے اور عورت کفر پر رہے اس کا حکم یہ ہے کہ اگر عورت کتابیہ ہے تو نکاح باقی رہے گا اور اگر عورت مشرکہ ہے تو فسخ ہو جائے گا۔ اور بوجہ انفساخ عورت مسلمان شوہر سے کسی قسم کا نفقہ پانے کی مستحق نہ ہو گی۔

دوسری صورت یہ ہو گی کہ عورت مسلمان ہو جائے اور خاوند کفر پر رہے تو ہر حال میں اس کا نکاح قایم نہیں رہے گا۔ اس کی جائداد کی وراثت سے شرع اسلام کے احکام متعلق ہونگے اور اس کے مرنے کے بعد اس کی جائداد مسلمان ورثاء پر منتقل ہو گی [۱]

(نوٹ) جوڈیشل کمیٹی حیدرآباد نے بہ مقدمہ عبدالقادر بنام دلاری بائی میں اس بنا پر نفقہ دلایا گیا کہ عبدالقادر نے جو اسلام قبول کیا، اس کا اسلام قبول کرنا حقیقی نہ تھا بلکہ بیوی کے نفقہ سے بچنے کے لئے تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ فیصلہ احکام اسلام کے خلاف ہونے سے علماء کی جانب سے نظر ثانی کی خواہش کی گئی ہے قریب میں انفساخ فیصلہ کی توقع ہے۔

دارالاسلام اور دارالحرب جس ملک پر ایک مسلمان حکمران ہو، اور شریعت کے مطابق احکام اجراء کرتا ہو اس پر دارالاسلام کی تعریف صادق آئے گی اور اس میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہ ہو گی مگر وہ ممالک جس پر غیر مسلموں کی حکمرانی ہو اور جس میں اہل اسلام ذاتی مصالحت کے ساتھ نہیں رہ سکتے اور نہ اپنے مذہبی فرایض آزادی کے ساتھ ادا کر سکتے ہیں۔ یقیناً ایسے ممالک دارالحرب کہلائیں گے لیکن اس سے یہ نتیجہ ہرگز اخذ نہ ہو سکیگا کہ وہ ممالک بھی جو ایک زمانہ میں دارالاسلام اور اسلامی فرمانرواؤں کے ماتحت تھے وہ زمانے کے انقلابات کی وجہ سے غیر مسلموں کی حکمرانی یا نگرانی میں آ چکے ہوں وہ دارالحرب کہلائے جائیں کیونکہ حضرت سراج الائمہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ان ممالک کے متعلق

---

[۱] اصول شرع اسلام کے صفحہ ۵ ایر مشر بین سنگھ بنام مقبول حسن خان ۱۹۳۰ء ۵۷ انڈین اپیلز ۳۱۳-۲۵ سی ڈبلیو این میں اور نیز اسی کتاب کے صفحہ ۳۷۲ میں بحوالہ ہندوستان کے عیسائیوں کے ازدواج کا ایکٹ ۱۵ ۱۸۷۲ء کے سلسلے میں بتلایا گیا ہے کہ چونکہ مسلمان عورت بعیسائی سے نکاح کی مجاز نہیں اسلئے ظاہر ہے کہ ایسا نکاح جو قایم ہو چکا ہے وہ ایکٹ مذکور کی رو سے منعقد نہیں ہو سکتا۔

رائے ہے کہ جب تک کسی ملک میں یہ تین شرطیں نہ پائی جائیں وہ کسی طرح دارالحرب نہیں ہو سکتے۔

(۱) غیر مسلم قوانین اور قواعد جاری کر دیے جائیں اور احکام اسلامی کا اجرا موقوف ہو گیا ہو۔

(۲) اس کے چار طرف غیر مسلم ممالک ہوں کسی جانب دارالاسلام سے اتصال نہ رہا ہو۔

(۳) کسی مسلمان یا ذمی کو ایسا امن نصیب نہ ہو جیسا کہ اس کے پہلے عہد اسلامی میں تھا۔

ہندوستان دارالاسلام ہے یا دارالحرب مندرجہ بالا شروط کی روشنی میں دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ ہندوستان اور اس کے مختلف ریاستوں میں اذان، جماعت، نماز جمعہ وعیدین، یا دیگر احکام اسلامی کے اجرائی میں کسی قسم کی کوئی رکاوٹ نہیں اور تقسیم ترکات نکاح وطلاق کے فیصلے بالعموم احکام اسلامی کے بموجب عمل میں آتے رہتے ہیں اور دوسری شرط کی رو سے ہندوستان، افغانستان، جیسی اسلامی ریاست کے متصل ہے اور ان دونوں ممالک کے درمیان کوئی غیر مسلم حکومت حائل نہیں اور تیسری شرط کے لحاظ سے مسلمانوں کو جو امن شاہان اسلام کے زمانہ میں حاصل تھا اب بھی وہ باقی ہے بحیثیت اسلام اور مسلمان ہونے کے کسی سے تعرض نہیں کیا گیا۔ اس لئے ان تینوں شرائط کے لحاظ سے ہندوستان دارالحرب نہیں کہلایا جائے گا۔ یہ اور بات ہے کہ ہندوستان میں اسلام کا غلبہ نہیں مگر ان احکام اسلامی کے باقی رہنے سے ہندوستان دارالحرب نہیں کہلایا جائے گا۔ بلکہ ہندوستان کی حیثیت دارالاسلام کی رہے گی۔ اس لحاظ سے ہندوستان میں سودی کاروبار کا عمل جائز متصور نہ ہو گا۔

سلہ۔ درالمختار جلد ۳ صفحہ ۲۷۔ وفتاوی عالمگیری ج ۲ صفحہ ۵۳۔

مشترک اشیاء اور ان کے نفقوں کی ذمہ داری

جب کسی جائداد کے دو مالک بحیثیت وراثت یا وصیت یا خریداری کے ہوں تو شے مشترکہ کی حفاظت اور انکے نفقوں سے متعلق شریعت اسلام کا یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ جس شریک کو شے مشترکہ سے انتفاع کا موقع ملے اسی کے ذمہ اس کا نفقہ اور اس کی درستی اور حفاظت کی ذمے داری عاید ہوگی اس معینہ اصول کے تحت جو صورتیں شے مشترکہ میں پائی جائیں ان کی مختلف حالتوں کے لحاظ سے چند احکام لکھے جاتے ہیں۔

۱۔ اگر ایک غلام یا لونڈی دو شخصوں کی ملک میں ہو اور ان دونوں میں شے ملک پر نفقہ خرچ کرنے کے متعلق جھگڑا ہو جائے تو ایسی صورت میں شئی نزاعی پر دونوں کو ملکیت کا حق حاصل ہونے سے دونوں کو غلام یا لونڈی کے نفقے پر خرچ کرنے کا حکم دیا جائے گا اور عدالت سے دونوں کے نام شے ملک کے نفقے کی ڈگری اجرا ہوگی۔

۲۔ اگر کسی نے ایک شخص کے لیے لونڈی اور دوسرے کے لیے لونڈی کے جنین کی جو بوقت وصیت اس کے پیٹ میں ہو وصیت کرے ایسی صورت میں لونڈی سے حصول منفعت کا حق موصی لہٗ کو دیا گیا ہے اس لیے لونڈی کا نفقہ مالک (موصی لہٗ) لونڈی سے متعلق رہے گا۔

۳۔ ہر شخص کو اپنے مال کے ثلث حصے کے حد تک وصیت کرنے کا اختیار ہے اس حق کی بناء پر اگر موصی نے ایک شخص کے لئے گھر کی اور دوسرے کے لیے اس میں رہنے کی وصیت کرے اس شکل میں گھر کی تعمیر و ترمیم کی ذمے داری اس موصی لہٗ سے متعلق رہے گی جو اس میں رہتا (صاحب سکنی) ہو کیونکہ صاحب سکنی کو بوجہ سکونت انتفاع کا موقع حاصل ہے اور اگر موصی لہٗ کے قبضے سے پہلے گھر منہدم ہو جائے یا موصی لہٗ موصی کی اجازت سے منہدمہ گھر کو تیار کرلے تو اس کا یہ فعل موصی کے حق میں موجب احسان نہ ہوگا کیونکہ موصی لہٗ موصی بہا کے حصول میں مضطرب تھا بوجہ اضطراب

اس نے ایسا عمل کیا۔

۴۔ کسی نے ایک کے لئے جھاڑ اور دوسرے کے لئے اس کے ثمرے کی وصیت کرے (اور یہ وصیت جائز ہو) ایسی صورت میں جھاڑ کے حفاظت کی ذمے داری صاحب ثمرہ موصی لہٗ سے بوجہ منفعت متعلق رہے گی البتہ جھاڑ کے صاحب ثمرہ نہ ہونے کی صورت میں نگرانی صاحب درخت سے متعلق رہے گی۔

۵۔ ایک دیوار دو گھر کے درمیان میں ہو اور دونوں اس دیوار کے مالک ہوں لیکن دیوار کے منہدم یا قابل انہدام ہونے کی صورت میں نئی تعمیر یا ترمیم پر دونوں کو اختلاف ہو جائے تو اس اختلاف کی چار صورتیں ہوں گی۔

پہلی صورت یہ ہو گی کہ ان دونوں میں سے ایک نے کہا کہ اس مشترک دیوار کو توڑ دیا جائے دوسرے نے انکار کیا ایسی صورت میں کیا دوسرا توڑنے اور اس کے بنانے میں حصہ لے گا اور کیا وہ حصہ لینے پر مجبور کیا جائے گا۔

دوسری صورت یہ ہو گی کہ منہدمہ دیوار کو ایک بنائے اور دوسرا بنانے سے انکار کرے بصورت انکار منکر (فریق ثانی) بنانے پر مجبور کیا جائے گا اور کیا اس پر اخراجات تعمیر یا ترمیم عائد کئے جائیں گے؟

تیسری صورت یہ ہو گی کہ منہدمہ دیوار کو ایک نے بنوا دیا ہو تو کیا دوسرے پر اس کے مصارف کا بار عائد کیا جائے گا۔

چوتھی صورت یہ ہو گی کہ اگر پہلے نے دوسرے پر مصارف بنا منہدمہ کو لوٹائے تو کس طرح لوٹائے اور دوسرے پر کس حد تک ادائی بنا کی رقم قابل ایصال ہو گی۔

سوال نمبر ۱ کے متعلق حضرت امام ابوبکر محمد بن فضل[۵] کی رائے ہے کہ دیوار مشترکہ کے سقوط سے اندیشہ ہلاکت کا اندفاع ہوتا ہو تو دوسرے شخص کو بھی سقوط دیوار پر جبر کیا جائے گا ورنہ نہیں۔

۵۔ المتوفی ۳۸۱ھ از جواہر المضیہ جلد ۲ صفحہ ۱۰۸ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن۔

سوال نمبر ۲ کی پھر دو صورتیں ہوں گی، پہلی صورت یہ ہوگی کہ اگر دیوار کا عرض اس قدر چوڑا ہو کہ دونوں اپنے حصے کے موافق علیحدہ دیواریں تیار کرسکیں یا دوسری صورت میں دیوار مشترک کا عرض ایسا چوڑا نہ ہوگا جس میں دو دیواریں تیار ہوسکیں اس لحاظ سے پہلی صورت میں جبکہ ایک ہی عرض میں دو دیوار تیار ہوسکیں تو دوسرا شخص بنانے پر مجبور نہ ہوگا البتہ دوسری صورت میں جب کہ عرض چوڑا نہ ہو اور ان دونوں میں تقسیم ناممکن ہو ایسی صورت میں دیکھنا یہ ہوگا کہ دیوار خود بخود ٹوٹ گئی ہے یا گرائی گئی ہے اگر خود بخود دیوار یا گھر ٹوٹ گیا ہے تو دوسرا اس کے بنانے پر مجبور کیا جائے گا یا گرانے کی صورت میں شریک اُس کے انہدام یا بنوانے میں حصہ لینے پر مجبور نہیں ہوگا۔

تیسری صورت کے تین شکلیں ہوں گی پہلی شکل یہ ہوگی کہ اس دیوار پر ان دونوں میں سے کسی کی عمارت نہ ہو اور یہ دیوار حائط الکرم والخص کے مانند ہو (یعنے انگور کے درخت کی دیوار بنائی ہوئی ہو) اس کے متعلق امام ابی اللیث[۱] کی رائے ہے کہ دوسرے پر مصارف بناء جدید کی تقسیم ضروری نہ ہوگی اور جس شریک نے اس دیوار کو بنوایا ہے اس کا فعل بناء متطوع ہوگا۔

دوسری شکل یہ ہوگی کہ اس دیوار پر دونوں کی عمارت ہو ایسی صورت میں بتلایا گیا ہے کہ اگر دیوار کا عرض اس قدر وسیع ہو کہ اس پر دونوں چاہیں تو علیحدہ دیواریں تیار کرنے کی صورت میں اگر بغیر اجازت شریک بنوایا ہے تو بنانیوالا متطوع ہوگا اور ضروری نہ ہوگا کہ دوسرے پر مصارفِ بنا لوٹائے اور اگر شریک کی اجازت سے دوسرے نے بنوایا ہے تو شریک پر مصارف بنانے لوٹانے کا حق رہے گا۔

تیسری شکل یہ ہوگی کہ اس دیوار پر صرف ایک کی عمارت ہو ایسی حالت میں جس شریک کی عمارت ہوگی وہی اس کے مصارف بناء کو ادا کرے دوسرا اپنا نہ

---

[۱] تاریخ وفات ۳۷۳ھ از کشف الظنون۔

مجبور نہیں کیا جائے گا۔

اصل مسئلے کی چوتھی صورت یعنے سوال نمبر۱۰ میں بتلایا گیا ہے کہ جدید دیوار تیار کرانے والے شریک کو اس امر کا اختیار دیا گیا ہے کہ وہ دوسرے شریک سے مصارف بناء لینے تک شریک کو استعمال دیوار سے روکے اور اس منعیت سے یہ مراد نہیں لیا جائے گا کہ شریک سے اُجرت بنوائی نہ لی جائے بلکہ ہر صورت میں اس کو شریک سے اجرت بنوائی لینے کا حق رہے گا اگر شریک جدید دیوار کے استعمال سے محترز رہے تو ایسی صورت میں بھی وہ ادائی اجرت بنوائی سے مستثنیٰ نہیں ہو سکے گا البتہ اجرت بنوائی کی تقسیم کس طریقے پر ہوگی اس کے متعلق یہ طے کیا گیا ہے کہ جدید دیوار کی تیاری پر جو کچھ مصارف حقیقی عائد ہوئے ہوں اس کا نصف شریک ادا کرے اور اس تقسیم کو استحسان سمجھا گیا ہے اس رائے کے متعلق بعض علماء متاخرین کی رائے ہے کہ اگر شریک نے اس دیوار کو حسب اجازت عدالت بنوایا ہے تو بنوانے پر جو کچھ اخراجات عائد ہوئے ہیں اس کا نصف شریک کے ذمے واجب الادا ہوگا بلا اجازت عدالت کی صورت میں اصلی منہدمہ دیوار کی جو کچھ قیمت قرار پائے اس کا نصف شریک کے ذمے عائد ہوگا اسی پر علما کا فتوی ہے۔

۶۔ اگر زراعت دو شخصوں میں مشترک ہو ایک نے اس پر خرچ کرنے سے انکار کرے ایسی صورت میں فریق ثانی خرچ پر مجبور نہیں کیا جائے گا البتہ عدالت دوسرے شریک کے حصے کے موافق اس شرط پر اجازت دیگی کہ بعد ختم زراعت اس کی آمدنی سے خرچ شدہ اخراجات کا نصف حاصل کرے اس حکم کے تحت شریک دوسرے شریک کے حصے کے موافق خرچ کرنے کا مجاز ہوگا اگر ختم زراعت کے بعد کسی وجہ سے اتنی آمدنی وصول نہ ہونے کی صورت میں بتلایا گیا ہے کہ شریک کے حصے کی رقم وضع کرنے کے بعد جو رقم قابل ایصال قرار پائے اس کی ادائی شریک ثانی پر لازمی ہوگی۔

۷۔ اگر ایک حمام دو آدمیوں کے درمیان مشترک ہو اور اشیاء حمام (دیگچہ وغیرہ) خراب ہونیکی صورت میں ایک شریک درستی سے انکار کرے تو اس میں بھی بتلایا گیا ہیکہ دوسرا شریک اس کو درست کرے اور بعد درستگی حمام سے جو کچھ منافع حاصل ہو شریک منکر کے حصے سے اس کی پابجائی کرلے ایسی صورت میں درست کرنیوالا شریک متطوع نہ ہوگا یا اگر حمام بالکلیہ طور پر منہدم ہوجائے اور دوسرے نے اسکے بنوانے سے انکار کرے ایسی حالت میں حکم ہیکہ حمام کی زمین دونوں پر تقسیم کردیجائے تقسیم کی صورت میں حمام کی بناء ممکن نہو تو دوسریکو اختیار دیا گیا ہیکہ حمام کے سوا جو چاہے بنالے کسی حالت میں منکر شریک بناء جدید پر قضاءً مجبور نہیں کیا جائیگا

۸۔ ایک قوم یا جماعت کے درمیان مشترک نہر ہو وہ قوم اور ان کی اراضی اس نہر مشترکہ سے فائدہ اٹھاتی رہتی ہے جس کی وجہ سے پوری قوم پر نہر کا محصول ادا کرنے کی ذمہ داری عائد ہوگی لیکن قوم کے بعض افراد ادائی محصول سے رک جانے کی صورت میں باقی اصحاب کے نام ادائی محصول کا حکم دیا جائے گا اور یہ (اصحاب متبرع نہ ہوں گے) اور ان کو اجازت دیجائے گی کہ وہ ادائی محصول کے بعد ان اصحاب سے جو محصول ادا نہیں کئے ہیں ان سے بطریق اقساط وصول کرلیں کیونکہ بغیر ادائی محصول تمام نہر کا انتفاع ناممکن ہے اس حد تک وصولی تصفیے کے بعد یہ امور لائق غور رہیں کہ (۱) کیا وہ اصحاب جو محصول ادا نہیں کئے ہیں وہ ادائی پر مجبور کئے جائینگے (۲) اور کیا ان اصحاب کو استفادہ نہر سے اس وقت تک روکا جائیگا جب تک کہ وہ اپنے ذمہ کا محصول ادا نہ کردیں۔

ان دو امور کے متعلق قاضی امام ابو علی نسفی[۱] کی اور ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بعض علماء کرام کی رائے ہے کہ وہ اصحاب جو محصول ادا نہیں کئے ہیں استفادہ نہر سے روکے جائینگے لیکن شیخ الاسلام امام عبدالعزیز احمد البخاری حلوانی[۲] کی رائے ممتنعین محصول کو استفادہ نہر سے روکنے کی نہیں ہے کیونکہ ایسی صورت میں ان کا حق ضائع ہوگا اسلئے استفادہ نہر سے ممنوع متصور نہ ہوں گے۔ البتہ ان سے واجب الوصول محصول حاصل کیا جاسکیگا ادائی کی جو بھی صورت عدالت مقرر کرے۔

(۱)۔ تاریخ وفات سنہ ۴۲۴ھ (۲) تاریخ وفات سنہ ۴۴۹ھ۔

۹۔ ایک جانور کے دو مالک ہوں ان میں سے ایک جانور پر خرچ کرنے سے انکار کرے اور دوسرا شریک قاضی سے اس پر خرچ کرنے کی درخواست کرے تو خرچ کنندہ شریک متطوع نہ ہوگا اور قاضی شریک ممتنع کو اس پر خرچ کرنے یا اپنے حصے کو فروخت کرنے کے لیے کہے گا اور اس حکم پر اس کو مجبور کرنے کا بھی حق رہے گا کیونکہ عدم جبر میں شریک کی ملک کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔

۱۰۔ اگر نہر ایک شخص کی ملک ہو لیکن اس میں دیگر لوگوں کو شفعہ[1] کا حق بھی پہنچتا ہو حسب رائے قاضی امام ابوعلی نسفی شخص واحد جس کی ملک ہے وہ نہر کی اصلاح اور درستی پر مجبور کیا جائے گا اور مستحقین حق شفعہ درستی پر مجبور نہیں کئے جائیں گے کیونکہ ان کو توجہ دلانا یا ان کو درستی پر مجبور کرنا محالات سے ہے اسکے مقابلے میں اگر شخص واحد مجبور نہ کیا جائے تو تمام مسلمین کا مفاد ضائع ہونے کا اندیشہ ہے یہی حال کنویں کا بھی ہے جب کہ اس میں دیگر لوگوں کو حق شفعہ پہنچتا ہو صرف شخص واحد جس کی ملک ہے وہی اصلاح پر مجبور کیا جائے گا۔

خلاصہ یہ کہ جبر سے متعلق چار صورتیں (۱) بہ مشترک[1]۔ نہر مشترک[2]۔ نہر واحد[3] جس میں دوسرے لوگوں کو حق شفعہ پہنچتا ہے۔ کنواں[4] واحد جس میں دوسرے لوگوں کو شفعہ کا استحقاق ہے) بیان کی گئی ہیں ان میں سوائے نہر مشترک کے باقی سب صورتوں میں ممتنع اصلاح شخص کو اس کی اصلاح اور درستی پر جبر کیا جائے گا اس پر جمہور علماء کو اتفاق ہے۔

۱۱۔ گھر یا دکان دو آدمیوں کے درمیان مشترک ہو اور ان کی تقسیم بھی ناممکن رہو ایسی حالت میں دونوں میں جھگڑا ہو جائے ان میں کا ایک گھر یا دکان کے

لہ۔ شریعت نے یہ حق صرف ان کو دیا ہے جو مبیع سے کسی قسم کا تعلق بوجہ شرکت حق یا ہمسائگی رکھتے ہوں ایسے اصحاب اس امر کے مجاز ہیں کہ بائع کی جائداد کو اس قیمت پر جس پر اس نے جائداد مذکور کو فی الحقیقت فروخت کر رہا ہے اسی قیمت پر شفعہ کے ذریعے حاصل کرے مستحقین شفعہ کو بائع پر جبر کرنے کا بھی اختیار دیا ہے۔ (کنز الدقائق)

محصول کی ادائی سے اس طرح انکار کرے کہ نہ میں کرایہ ادا کرتا ہوں اور نہ اس سے مستفید ہوتا ہوں، اس کے مقابلے میں دوسرے نے کہا میں اس سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں، ایسی صورت میں شریعت کا حکم ہے کہ ممتنع شخص کو ادائی محصول پر مجبور کیا جائے گا اور جبر کے ساتھ اس کو فائدہ اٹھانے کا موقع دیا جائے گا کیونکہ عدم جبر کی صورت میں شریک کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔

۱۲- کسی نے ایک شخص کے لیے گیہوں کی اور دوسرے کے لیے اس کے بھوسے کی وصیت کرے ایسی صورت میں بتلایا گیا ہے کہ وصیت کا نفاذ ثلث حصے سے عمل میں آتا ہے اگر ثلث حصے میں اور کچھ حصہ باقی موجود ہے تو اس باقی حصے سے گیہوں اور بھوسہ کو علٰحدہ کرایا جائے گا اور باقی نہ رہنے کی صورت میں دونوں پر چھٹکارے کے مصارف عائد ہوں گے کیونکہ بھوسہ کوئی پوشیدہ شے نہیں ہے بلکہ ظاہر ہے اسکے چھٹکارے میں دونوں کو حصول منفعت کا امکان ہے۔

۱۳- کسی نے ایک شخص کے لیے تیل کی اور دوسرے کے لیے اس کے کھلی کی وصیت کرے ایسی صورت میں تیل سے کھلی علٰحدہ کرانے کی ذمے داری تیل کے موصی لہٗ پر عائد ہوگی کیونکہ تیل ایک پوشیدہ شے ہے اور پوشیدہ شے کو ظاہر کرنا موصی لہٗ پر ضروری ہے اور اس اظہار ضرورت کی بنا پر اس کے مصارف علٰحدگی کی ذمے داری صرف تیل کے موصی لہٗ پر عائد ہوگی اور اسی طرح دودھ اور مسکہ کی صورت میں عمل ہوگا۔

۱۴- کسی نے ایک شخص کے لیے زندہ بکری کے گوشت کی اور دوسرے کے لیے چمڑے کی وصیت کرے ایسی صورت میں صاحب گوشت موصی لہٗ کے ذمے علٰحدگی کی اجرت عائد ہوگی البتہ ذبح کی ہوئی بکری میں بھی نمبر ۱۳ کے موافق عمل ہوگا ان دونوں صورتوں میں حضرت امام محمدؒ کی بھی یہی رائے ہے۔ (از شرح نفقات)

نوٹ :- مشترک اشیا اور ان کے نفقے از قسم اصلاح اور ادائی محصول سے متعلق (۱۴) صورتیں بتلائی گئی ہیں ان صورتوں کے موافق آج ہمارے جن مسائل میں اس قسم کی شکل پیدا ہو ان کا تصفیہ شرعی اصول سے ہو سکتا ہے۔ اشتراک میں جو پیچیدگیاں حصہ داران کو پیدا ہوتی رہتی ہیں ان کا ارتفاع متذکرہ صدر اصولوں سے بخوبی ہو سکیگا (مرتب)

غیر مسلمانوں کے عام حقوق

شرع اسلام میں احکام کا نفاذ بر بناء دین اسلام ہوتا ہے اس لیے ایک غیر مسلم شخص کی شرعی اہلیت ناقص متصور ہو گی یعنے شریعت غرا کے نفاذ میں اس کا جہل مانع اور مزاحم ہوگا اس لحاظ سے شریعت اسلام کو غیر مسلموں سے جو تعلق ہے وہ محض ملکی ہے یعنے وہ صرف ان غیر مسلموں پر جاری اور نافذ ہوتا ہے جو اسلامی سلطنت کے حدود ارضی میں رہتے ہیں اور ایسے غیر مسلمین کو دیوانی اور تعزیراتی قوانین میں ایک مسلمان کے مانند حقوق دیے گئے ہیں یعنے جرائم کی جو سزا مسلمان کو دی جائے گی وہی غیر مسلم کو دی جائے گی غیر مسلم کا مال مسلمان چرائے یا مسلمان کا مال غیر مسلم چرائے ان سب صورتوں میں سارق کا ہاتھ کاٹا جائے گا کوئی مسلمان غیر مسلم مسلمان عورت سے یا اس کے خلاف زنا کرے ہر حالت میں دونوں مساوی سزا کے مستحق ہوں گے[1]

دیوانی قوانین میں بھی مسلمان اور غیر مسلمان دونوں کا مساوی درجہ ہے حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ اموالھم کاموالنا کے معنے یہی ہیں کہ ان کے مال کی ویسی ہی حفاظت ہونی چاہئے جیسی مسلمانوں کے مال کی ہوتی ہے ایسی صورت میں ان کے حقوق کا اس قدر لحاظ رکھا گیا ہے کہ کوئی مسلمان ان کی شراب یا ان کے خنزیر کو تلف کر دے تو مسلمان پر ضمان (ڈنڈ یا تاوان) لازم آئے گا جیسا کہ یضمن المسلم قیمۃ خمرہ وخنزیرہ اذا تلفہ[2] البتہ کوئی غیر مسلم اس امر کا کسی طرح مجاز نہ ہوگا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نشان میں گستاخی کرے۔

غیر مسلمین کے معاملات کے متعلق بتلایا گیا ہے کہ شریعت اسلام کبھی بھی ان کے عقائد اور ان کے معاملات میں مداخلت نہیں کرے گی ان کے تمام معاملات ان کی شریعت

---

[1] - کتاب الخراج از امام ابی یوسفؒ صفحہ ۱۰۸/۲۰۹ - [2] - درمختار جلد ۳ صفحہ ۲۷۳ -

غیر مسلمین کے معا اور ان کے قوانین کے مطابق طے کئے جائیں گے اسلامی شریعت ان پر نافذ نہیں ہو گی البتہ جن افعال کی حرمت ان کے مذہب میں ثابت ہو اس کے متعلق وہ ہر حال میں منع کئے جائیں گے البتہ جو افعال ان کے ہاں جائز اور اسلام میں ممنوع ہوں وہ اپنی آبادیوں میں آزادی سے کر سکیں گے خالص اسلامی آبادی میں حکومت اسلامی کو اختیار ہو گا کہ انھیں آزادی دے یا نہ دے[1] لیکن امصار مسلمین (ایسے مقام جہاں نماز جمعہ ادا ہو سکتی ہے وہ امصار مسلمین کہلاتے ہیں) میں انھیں علانیہ طور سے صلیبوں اور مورتیوں کے جلوس نکالنے کی قطعاً اجازت نہ ہو گی اور امصار مسلمین میں جب کہ اُن کے معابد قدیم سے موجود ہوں تو اُن کو ترمیم کی اجازت ہو گی، لیکن جدید معابد بنانے کا انھیں حق نہ ہو گا[2] البتہ جو مقامات امصار مسلمین نہ ہوں وہاں جدید معابد کی تیاری کا حکم حاصل کر سکیں گے[3]

اگر اسلامی سلطنت میں کوئی غیر مسلم ایسی عورت سے عقد کرے جو شریعت اسلام کے مطابق نہ ہو تو شریعت اسلام اس کی مانع نہ ہو گی بلکہ زوجہ کی طرف سے نان و نفقہ کا دعویٰ ہو تو عدالت کو اس کی ڈگری دینے میں کبھی تامل نہ ہو گا اگر یہی غیر مسلم بعد میں مسلمان ہو جائے تو کسی شخص کو یہ حق نہ ہو گا کہ اس کے پہلے کے طرز عمل کی وجہ سے اس پر بے عصمتی کا الزام لگائے بشرطیکہ اسلام کے بعد وہ اپنی سابقہ زوجہ سے علیحدہ ہو گیا ہو۔

غیر مسلمین اور ان کے نفقوں کا انتظام[4] :- امام ابی یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کو

---

[1] ۔ بدائع جلد ۷ صفحہ ۱۱۳ [2] ۔ بدائع جلد ۷ صفحہ ۱۱۴ الاحکام السلطانیہ از امام ابوالحسن متوفی ۴۵۰ھ

[3] ۔ اسی طرح کی ایک مثال دولت اسلامیہ آصفیہ حیدرآباد میں بھی موجود ہے جیسا کہ احکام صیغہ مذہبی مجریہ ۷ ربیع الاول ۱۳۱۷ھ م ۹ شہریور ۱۳۰۸ف میں لکھا ہوا ہے کہ بذریعہ اس اعلان کے عام طور پر اطلاع دی جاتی ہے کہ اندرون و بیرون بلدہ اور جہاں کہیں ممالک محروسہ سرکار عالی میں اہل اسلام کی زیادہ آبادی ہو وہاں دیول و گرجا جو پہلے سے قائم ہو اُن کی عمارت موجودہ میں توسیع و ترفیع نہ کی جائے بلکہ وہ (معابد) اُسی حالت میں رہیں جیسا کہ سابق میں تھے ملاحظہ ہو جریدہ اعلامیہ جز اول بابتہ ۱۳۰۸ف۔

[4] ۔ کتاب النفقات صفحہ ۳۶۔

ان مسائل میں عام طور سے حضرت امام ابو حنیفہؒ کی رائے سے اختلاف ہے ان کے نزدیک شرعاً مجوسی کی ہر وہ عورت جو اس کے محرمات سے ہو نان و نفقہ نہیں دلایا جا سکتا کیونکہ یہ ایسے زوج کی عملی تائید ہو گی ؎ مگر حضرت امام ابو حنیفہؒ کی رائے کی تائید اس بنا پر ہو سکتی ہے کہ اگر شریعت اسلام ایسی حالت میں نان و نفقہ کے دلانے سے انکار کر دے تو اس کا نتیجہ تلف جان ہونا ممکن ہے [۱]۔

غیر مسلمین کے نام نفقوں کی اجرائی

ایک شخص مسلمان اور فقیر ہو اور اس کا بیٹا جو غیر مسلم ہے مالدار ہو تو حسب رائے حضرت امام ابو حنیفہؒ بیٹا باپ کے نان و نفقے پر مجبور کیا جائے گا اس لیے کہ باپ کے نفقے کے لیے کفر کی حالت مانع نہیں باپ کے سوا دادا اور نانا کے نفقے کی ادائی بھی بیٹے کے لیے ضروری ہو گی زوج اور زوجہ کی صورت میں بھی شوہر بیوی کے نفقے کے لیے مجبور کیا جائے گا اس کے سوا کسی اور محارم کے نفقے کی ادائی باہم ایک دوسرے پر لازم نہ ہو گی۔

اہل ذمہ بھی باوجود اختلاف مذاہب سوائے والدین اور اجداد کے کسی محارم کے نفقے پر مجبور نہیں کئے جائیں گے۔

مبسوط (جو مرتبہ حضرت امام محمدؒ المتوفی ۱۸۹ھ) میں لکھا ہے کہ اہل ذمہ محارم کے ایصال نفقے پر مجبور کئے جائیں گے اس موقع پر عدم جبر کا جو ذکر ہے اس کے متعلق صاحب کتاب کی رائے ہے کہ اگر ایک محرم ایک ملک میں رہتا ہو اور دوسرا ایک ملک میں ایسی صورت میں یہ محارم باہم ایک دوسرے کے ایصال نفقہ پہ مجبور نہیں کئے جائیں گے اور اس اعتبار سے عدم جبر کا قول صحیح ہے اگر دونوں اسلامی ملک میں ہوں تو مجبور کئے جائیں گے۔

زوجہ کا نفقہ زوج پر لازم ہو گا اس لیے کہ زوج زوجہ سے متمتع ہوتا ہے بلحاظ تمتع ایصال نفقے کا حکم دیا جائے گا ذمی اگر کسی محرم سے نکاح کرے تو اس صورت میں بھی زوجہ کا نفقہ زوج پر ہو گا حضرت امام ابو یوسفؒ اور حضرت امام محمدؒ کو اس سے اختلاف ہے لیکن فتویٰ حضرت امام صاحب کی رائے پر ہے جیسا کہ اسکے اوپر بتلایا گیا۔ (شرح کتاب النفقات صفحہ ۳۶)

---

[۱] مبسوط از حضرت امام محمدؒ جس کے قلمی نسخے کتب خانہ قسطنطنیہ حرم شریف مکہ مکرمہ اور احیاء المعارف حیدرآباد دکن میں موجود ہیں۔ [۲] امام ابی بکر احمد بن عمر الخصاف الشیبانی (المتوفی ۲۶۱ھ)

اگر کسی غیر مسلم ریاست کے غیر مسلم اشخاص امن و امان کی غرض سے اسلامی سلطنت میں مقیم ہوں اور یہ ہمارے اہل ذمہ سے ہو جائیں تو ان کے جھگڑوں کا تصفیہ ہو سکے گا اور اگر یہ ہمارے اہل ذمہ سے نہ ہوں تو ان کو نان و نفقہ اور دیگر خصومتوں کا انفصال اسلامی عدالتوں کے ذریعہ نہ ہو سکیگا[1]

اسلامی اصول کے لحاظ سے تقسیم وراثت کے سلسلے میں اختلاف دین مانع ارث بتلایا گیا ہے مسلمان لڑکا غیر مسلم باپ کی میراث سے شرعاً محروم رہیگا اور اسی طرح غیر مسلم شخص مسلمان کی وراثت سے محروم ہوگا[2]

غیر قوموں کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات کس طرح رہنا چاہئے

اسلامی تعلیمات کی رو سے جب مسلمان کسی شہر کو فتح کرنے کا ارادہ کریں یا فتح کرلیں تو ان پر ضروری ہے کہ وہاں کے لوگوں کو اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دیں وہ اس کو قبول کرلیں تو پھر مسلمانوں میں اور ان میں کسی قسم کا فرق نہیں ہوگا اور اگر وہ اس دعوت کو قبول نہ کریں تو وہ بحیثیت ذمی اپنے مذہب پر باقی رہیں گے ایسی صورت میں انھیں ایک ٹیکس (جزیہ) ادا کرنا ہوگا اس ٹیکس کی ادائی[3] کے بعد جس قدر زمینیں ذمیوں کے قبضے میں تھیں اسلامی حکومتوں نے اپنے ہر عہد میں ان پر بحال رکھیں یہاں تک کہ اگر خلیفہ وقت یا بادشاہ کو مسجد یا کسی اور عمارت کی غرض سے زمین لینے کی ضرورت ہوتی تو وہ معاوضہ دے کر لیجاتی تھیں[4] کیونکہ ذمیوں کی حفاظت سے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص ارشاد اور تاکید ہے :-

من اذی ذمیاً فقد اذانی | جس شخص نے کسی ذمی کو تکلیف دی اُسنے مجھکو تکلیف دی

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے :-

من اذی ذمیاً فانا خصمه ومن کنت خصمه خصمته یوم القیامة | جو شخص کسی ذمی کو تکلیف پہونچائے گا میں اس سے جھگڑا کروں گا اور جس سے میں جھگڑا کروں گا قیامت میں میں اس پر غالب آجاؤں گا۔

---

[1] ۔ شرح کتاب النفقات صفحہ ۳۶۔ [2] ۔ حدیث میں ہے کہ قال لا یرث المسلم ولا الکافر المسلم رواہ ترمذی۔ درمختار برحاشیہ ردالمحتار جلد ۵ کتاب الفرائض وکتاب الآثار صفحہ ۱۷۱۔ [3] جزیہ ایک ٹیکس ہے جو فی کس وصول کیا جاتا ہے اور اس کی ادائی سے بچے اور عورتیں مستثنیٰ ہیں۔ از فتوح البلدان

[4] ۔ فتوح البلدان صفحہ ۳۵۱۔

خلاصہ یہ کہ اسلامی تعلیم کا یہ محمود نتیجہ تھا کہ مسلمان جس ملک میں گئے فاتح ہونے کی حیثیت سے کبھی بھی کسی دوسری قوموں پر ظلم و ستم نہیں کیا اور نہ ان پر معاشرتی معاملات میں اپنی برتری اور تفوق کو جتایا بلکہ اجتماعی اور اقتصادی امور میں ایک دوسرے کے برابر کے شریک رہے اور ان میں جو امور اچھے نظر آئے اُنھیں بلا تکلف اختیار کر لیا بشرطیکہ وہ اسلام کی کسی اصل سے متصادم نہ ہوں۔ صحیح حدیث میں ہے:-

حکمت مومن کی گم شدہ متاع ہے جہاں کہیں ملے اس کو حاصل کر لینا چاہیے۔ کیونکہ وہی اس کا زیادہ حق دار ہے۔	الحکمۃ ضالۃ المومن فحیث وجدھا فھو احق بھا۔ (رواہ الترمذی عن ابی ہریرہؓ)

مسلمانوں کے یہی وہ اخلاقِ فاضلہ تھے جن کی بدولت اُنھوں نے جہاں کہیں گئے، حکمت اور موعظت کے ذریعے[1] غیر اقوام کے دلوں کو فتح کر لیا اور ان کو اپنے اندر جذب کر لیا، اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا کہ اسلامی حکومتوں کے عہد میں مسلمان اور ذمی عموماً برابری کی حیثیت سے رہتے تھے سرکاری مناصب میں مجالس عامہ میں اور عام معاشرت میں فاتح مفتوح کی کچھ تمیز نہ تھی یہی حال ہندوستان کا بھی تھا ہندوستان میں فاتح اور مفتوح کے حقوق فوجداری معاملات میں مساوی تھے سلطان غیاث الدین بلبن کے عہد میں کئی غیر مسلم مقتولین کا قصاص مسلم قاتلین سے لیا گیا[2] غرض اسی قسم کی صدہا مثالیں تاریخ ہند میں ملیں گی[3]

حیوانات سے ہمدردی کا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک شخص راہ چلتا تھا اسے سخت پیاس لگی کنواں ملا کنویں کے اندر اُتر کر اس نے پانی پیا جب باہر نکلا تو دیکھا کہ ایک کتا زبان باہر نکالے پیاس کے مارے غمناک زمین کو چاٹ رہا ہے اس شخص نے کہا کتے کو بھی پیاس لگی ہے جیسے مجھے لگی تھی پھر وہ کنویں میں اترا اپنا موزہ پانی سے بھر کر لایا اور کتے کو پلایا خدا نے اس عمل کو قبول فرما کر اس

---

[1] اُدْعُ اِلیٰ سبیلِ ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ۔ تم اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت اور اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلاؤ۔ [2] مقالات شبلی جلد اول صفحہ ۲۱۰۔ [3] تزک جہانگیری صفحہ ۲۳۲ مطبوعہ علیگڈھ۔

شخص کو بخش دیا صحابہ نے سنکر دریافت کیا۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا حیوانات کے لیے بھی ہم کو اجر ملے گا جواب میں ارشاد فرمایا :-

ہر ایک جاندار جس کے کلیجے میں نم (جو زندہ ہے) ہے اس کے متعلق تم کو اجر ملیگا[1]

(۱) اگر مالک اپنے جانوروں کو پوری خوراک نہ دیں یا طاقت سے زیادہ کام لیں تو اُن سے مواخذہ ہوگا[2]

(۲) اگر کوئی شخص جانوروں کو اندرون یا بیرون شہر میں پائے اور مالک اصلی کے ہاں پہنچانے کی غرض سے اس پر کچھ خرچ کرے تو یہ عمل متطوع (موجب ثواب) ہوگا۔

اس قسم کے جانوروں کی حفاظت پر جو کچھ اخراجات عاید ہوں گے ان کے متعلق قاضی غور کرے گا کہ ان جانوروں کے صاحب کے لیے اس پر خرچ کرنا مفید ہے یا نہیں فائدے کی صورت میں خرچ کی اجازت دے گا اور اگر اس کی رائے میں ترک انفاق (خرچ) مناسب ہو تو اس کے فروخت کا حکم دے گا اور اس کی قیمت محفوظ رہے گی کسی حال میں بغیر اجازت عدالت جو کچھ خرچ ہوا ہو اس کی ڈگری صاحب جانوروں کے نام اجرا نہ ہو سکے گی[3]

ہبہ اور وقف کے احکام

ہبہ کی تعریف | شریعت میں ہبہ اس کو کہتے ہیں کہ آدمی اپنی جائداد کو بلا کسی عوض کے دوسرے کو مالک کر دے جو شخص ایسا عمل کرتا ہے اس کو واہب اور جس کو اس کا مالک کرتا ہے اس کو موہوب لہ کہتے ہیں اور جس چیز کو ہبہ کرتا ہے وہ موہوب (جائداد موہوبہ) کہلاتی ہے[4]

معاہدہ ہبہ کی اجرائی | ہبہ کا شمار معاہدات میں ہے اس لیے ہبہ کامل اس وقت درست ہوگا

---

[1] بخاری۔ [2] احکام السلطانیہ باب (۲) از امام ابوالحسن الماوردی متوفی ۴۵۰ھ

[3] شرح کتاب النفقات صفحہ۔ [4] قدوری۔

جب کہ واہب عاقل، بالغ ہو نیز شئ موہوبہ واہب کی ملک ہو[1]۔ تب واہب کی طرف سے ایجاب اور موہوب لہ اس کو قبول کر کے قبضہ کرلے[2]۔ قبضے کے متعلق بتلایا گیا ہے کہ قبضہ اسی وقت ہو یا بعد ہر حالت میں قبضے کا ہونا ضروری ہے[3] اگر معاہدہ ہبہ کی تکمیل کے پہلے جائداد موہوبہ موہوب لہ کے پاس ہے تو اب موہوب لہ بغیر قبضے کے مالک ہو جائے گا اور اگر باپ اپنے نابالغ بچے کو ہبہ کرے تو صرف ایجاب سے معاہدہ ہبہ کی تکمیل ہو جائے گی کیونکہ باپ کی حیثیت ولی کی بھی ہے اس لیے باپ کا ہی قبضہ صحیح متصور ہوگا[4] ہر حال میں موہوب لہ کا قبضہ ضروری ہے' موہوب لہ بذات خود قبضہ لے یا اس کا وکیل یا مختار اگر زن و شوہر میں ہبہ کا عمل ہو اور دونوں اس مکان میں رہتے ہوں تو ایسا عمل بھی جائز متصور ہوگا' اس کے برخلاف کوئی ہبہ بغیر قبضے کے مکمل نہ ہوگا[5]

ہبہ کے اقسام

ہبہ کی تعریف میں بتلایا گیا ہے کہ ہبہ بلا معاوضہ ہوتا ہے' اگر معاوضے کی صورت میں ہو تو ہبہ بالعوض بھی ہو سکے گا۔ ہبہ بالعوض کے معنے اس ہبہ کے ہیں جس کا معاوضہ دیا جائے یہ دو قسم کا ہوتا ہے۔

(۱) سادہ ہبہ (۲) ہبہ بالعوض' سادہ ہبہ میں موہوب لہ جو عوض دیتا ہے وہ اپنی خوشی اور مرضی سے دیتا ہے اس میں عوض کا کافی ہونا لازم نہیں ہے اور اس کی تمام تر نوعیت ہبہ کی ہے اس میں بیع کا کوئی شائبہ نہیں البتہ ہبہ بالعوض یا ہبہ بشرط العوض میں عوض دینے کا فریقین میں صراحت سے بیان ہوتا ہے اس شکل میں شئ موہوبہ اور عوض

---

[1] - درمختار بر حاشیہ ردمختار مصری جلد ۴ صفحہ ۵۳۱ کتاب الہبہ میں شرائط صحتہا فی الواہب العقل والبلوغ والملک بتلایا گیا ہے۔ [2] - عالمگیری جلد ۴ کتاب الہبہ صفحہ ۳۷۵ - [3] - مقدمہ محمد حسین بنام عبدالرزاق دکن لارپورٹ جلد ۲ صفحہ ۳۴۸ - [4] - عالمگیری جلد ۴ کتاب الرہن، مقدمہ محمد حسین بنام عبدالرزاق دکن لارپورٹ جلد ۲۰ صفحہ ۴۴ مقدمہ امیر النسا بیگم بنام عباد النسا بنگال لارپورٹ ۷۶، بابتہ ۱۸۷۵ء بحوالہ اصول شرح اسلام صفحہ ۲۴۵ وسکندر النسا بیگم بنام لطف النسا بیگم دکن لارپورٹ جلد ۲۳ صفحہ ۱۲ - [5] - وتتم الہبہ بالقبض الکامل از درمختار بر حاشیہ ردمختار جلد ۵ کتاب الہبہ صفحہ ۵۲۳ وفتاوی ہندیہ جلد ۴ کتاب الہبہ صفحہ ۳۷۵ - ومقدمہ بادشاہ بی بنام محمد ملتانی بانی کار از بیدر دکن لارپورٹ جلد ۱۳ صفحہ ۱۷۴ ومقدمہ خدیجہ بی بنام عبدی بی دکن لا رپورٹ جلد ۲۱ صفحہ ۷۷۴ -

دونوں پر ہبہ کے احکام اس وقت جاری ہوں گے جب کہ معاوضہ ادا ہو اور جائداد موہوبہ پر موہوب لہ کا قبضہ ہو جائے مگر موہوب کا قبضہ نہ ہو اور قبضے کے پہلے کوئی ایک مرجائے تو ہبہ باطل ہوگا جیسا کہ دُر مختار میں و اذا وقعت الھبۃ بشرط العوض المعین فھی ھبۃ ابتداً فیشترط التقابض فی العوضین بتلایا گیا ہے۔ واہب قبضہ دہی کے بعد اور عوض کے حوالہ کئے جانے کے قبل کسی وقت بھی ہبہ کو منسوخ کر دینے کا مجاز ہے مگر عوض کے حوالے ہو جانے کے بعد اس کی حیثیت مبیع کی ہو جائے گی اس لیے کسی فریق کو اس کی تنسیخ کا حق باقی نہ رہے گا۔ اور اس سے شفعہ کے احکام متعلق ہو جائیں گے۔

مشاع کی تعریف

مشاع کی اصطلاح لفظ شیوع سے نکلی ہے جس کے لفظی معنے بے ترتیبی کے ہیں شرع میں ایک شخص سے زیادہ اشخاص کے حقوق مالکانہ کو کسی شئے میں مخلوط کر دینے کو کہتے ہیں یا جائداد منقولہ یا غیر منقولہ میں غیر منقسمہ حصہ مشاع کہلاتا ہے مشاع کی دو صورتیں ہوں گی پہلی صورت میں جائداد قابل تقسیم ہوگی اور دوسری صورت میں ناقابل تقسیم ان ہر دو صورتوں میں اگر کوئی شخص اپنی جائداد ہبہ کر دے تو اس کا عمل کلیتہً غیر موثر اور کالعدم نہ ہوگا بلکہ تقسیم کے بعد اس جائداد پر قبضہ دیدیا جائے تو تکمیل ہبہ کے لیے کافی متصور ہوگا[۱]

ایسی جائداد مشاع جو فی نفسہ ناقابل تقسیم ہو مگر واہب کا حصہ معین ہو تو اس کا ہبہ جائز ہے[۲] جیسا کہ قدوری کتاب الہبہ میں وھبۃ المشاع فیما لا یقسم جائزۃ بتلایا گیا ہے اگر جائداد مشاع میں حصہ معین نہ ہو تو ہبہ کا عمل جائز نہ ہوگا[۳] جیسا کہ دُر مختار میں ہے۔

فان قسمہ وسلمہ صح و لو سلمہ شائعاً لا یملکہ فلا ینفذ تصرفہ فیہ۔

مشترکہ جائداد کی صورت میں کیا ہبہ کا عمل ہو سکے گا

کسی جائداد پر ملکیت کا حق خالص اور مشترکہ دونوں حیثیت سے ہو سکتا ہے جب کسی جائداد کے مالک دو یا اس سے زاید اشخاص ہوتے ہیں تو یہ جائداد مشترکہ کہلاتی ہے جس کی

---

[۱] در مختار کی عبارت یہ ہے الھبۃ الفاسدۃ تفید الملک بالقبض وبہ یفتی۔ اس کے علاوہ ملاحظہ ہو مقدمہ مختار احمد بنام زبیدہ جان جلد ۱۱ الہ آباد صفحہ ۴۶۰ بریوی کونسل۔ و مقدمہ خدیجہ بی بنام عبدل بی دکن لا رپورٹ حیدرآباد جلد ۱۳ صفحہ ۷۷۴۔ [۲] مقدمہ قائم حسین بنام شریفنا النساء ۱۸۸۳ء الہ آباد ۲۸۵ [۳] رد المختار جلد ۴ باب الہبہ۔ و مقدمہ منا بائی بنام اجرا بائی جلد ۳۲ بمبئی ۶۲۵

وجہ سے جائداد کے ہر حصے پر ہر مالک کو اپنے حصے کے موافق حق ہوتا ہے اور اس کی موت کے بعد اس کے حصے کے مالک اس کے ورثاء ہوتے ہیں کوئی شریک اس امر کا مجاز نہیں کہ وہ تنہا اس شئ پر قابض و متصرف ہو اس حد تک تفصیل معلوم ہونے کے بعد اگر کوئی شخص بلا تقسیم کے اپنا حصہ ہبہ کر دے تو ایسا ہبہ جائز نہ ہوگا مگر شرکا سے تقسیم کر کے اپنا حصہ معین اور علیحدہ کر لیا تو ہبہ کامل جائز ہوگا[1]

مشروط ہبہ اور اس کا عمل ہبہ کے ساتھ کوئی ایسی شرط لگائی جائے جو اس کی تکمیل میں نقص پیدا کرتی ہو تو وہ شرط کالعدم ہوگی اور ہبہ کا نفاذ اس طرح ہوگا گویا اس کے ساتھ کوئی شرط نہیں لگائی گئی تھی جیساکہ اگر ایک شخص نے مکان عمر کے لیے اس کی زندگی تک وقف کرے تو ہبہ جائز اور شرط کالعدم ہے اسی طرح زید اپنا مکان عمر کو اس شرط کے ساتھ ہبہ کرتا ہے کہ وہ اس کو فروخت نہ کرے ایسی صورت میں بھی شرط کالعدم ہوگی اور مکان موہوبہ کا تنہا مالک عمر ہوگا جیساکہ بتلایا گیا ہے۔

واعمرتک ھذا الشئ۔ لان العمریٰ تملیک للحال فتثبت الھبۃ ویبطل ما اقتضاہ من شرط الرجوع وکذالک لو شرط الرجوع صریحاً یبطل الشرط[2]

مشروط ہبہ کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ واہب اپنی جائداد بطریق ہبہ کسی کے نام پر اس شرط کے ساتھ ہبہ کرے کہ وہ اپنی زندگی تک اس کی مقررہ آمدنی سے فائدہ اٹھاتا رہے گا تو یہ ہبہ اور یہ شرط دونوں جائز ہیں ایسی شرط کالعدم نہ ہوگی کیونکہ اس سے جائداد کے کسی جزکا واپس لینا مقصود نہیں ہے[3]

چونکہ معاہدہ ہبہ کی تکمیل کے بعد جائداد موہوبہ کی فوری اور قطعی منتقلی عمل میں آتی ہے اس لیے اگر واہب موہوب لہ سے کہے کہ اگر میں پہلے مر جاؤں تو یہ جائداد تمھاری ہے اس ہبہ کا

---

[1] ۔ کنز الدقائق و قدوری کتاب الہبہ۔

[2] ۔ بحر الرائق جلد ۷ کتاب الہبہ صفحہ ۳۱۰۔ دیکھو مقدمہ عبد الغفور بنام نظام الدین ۱۸۹۲ء ۱۷ بمبئی۔ محمد شاہ بنام افیشل ٹرسٹی بنگال ۱۹۰۹ء ۳۶ کلکتہ۔ انڈین کیسز ۲۹۲۔ عبد الکریم بنام عبد القیوم ۱۹۰۶ء ۲۸ الہ آباد ۳۴۲۔

[3] ۔ المجلی صفحہ ۱۲۵۔ دمقدمہ محمد بنام فخر جہاں ۱۹۲۲ء انڈین اپیلز ۱۹۵۔ ۲۰۸۔

نام شریعت میں "رقبہ" ہے اور یہ ناجائز ہے اسی طرح کوئی ایسی شئی جو آیندہ آنے والی ہو اور وہ موجود نہ ہو یا اس کا نفاذ آیندہ وقت پر رکھی جائے تو ایسا ہبہ بھی جائز نہ ہوگا اور وہ کالعدم سمجھا جائیگا[1]

مرض الموت میں ہبہ کا عمل اگر کوئی شخص بحالت مرض موت اپنی جائداد کو ہبہ کردیا ہو اور موہوب لہ کو قبضہ بھی کرادیا ہو تو واہب کا عمل غیر معتبر ہوگا اور واہب کے مرنے کے بعد اس کا عمل ہبہ کے اصول پر نہ ہوگا بلکہ وصیت کا حکم ہوگا[2] اگر موہوب لہ کا شمار ورثاء سے ہو تو وارث کے لیے وصیت ناجائز ہوگی[3]

تنسیخ ہبہ معاہدہ ہبہ کی تکمیل اور موہوب لہ کے جائداد موہوبہ پر قبضے کے بعد واہب جائداد موہوبہ کو واپس لینا چاہے تو واپس لے سکتا ہے لیکن فقہائے اس واپسی کو مکروہ تحریمی بتلایا ہے[4] اگر مندرجہ ذیل صورتوں میں موہوب لہ سے بعد قبضہ واہب جائداد موہوبہ کو واپس لینے کا کسی طرح مجاز نہ ہوگا[5]

(۱) بعد تکمیل ہبہ موہوب لہ شئی موہوبہ پر ایسی زیادتی کرے جو بالکل متصل ہو مثلاً ہبہ کی ہوئی زمین پر مکان بنانا یا درخت لگا دینا وغیرہ۔

(۲) واہب اور موہوب لہ سے کوئی ایک فوت ہو جائے۔

(۳) اگر کوئی ہبہ بالمعاوضہ ہو تو اس میں بھی رجوع جائز نہیں[6]

لہ۔ کنزالدقایق کتاب الہبہ و فتاوی النوازل امام ابی اللیث المتوفی ۳۷۳ صفحہ ۱۴۴ مطبوعہ اشاعت العلوم دکن و مقدمہ امتہ النسا بنام میر انور الدین ۱۳۰۶ ۲۲ بمبئی صفحہ ۹۸۴ عبد القادر بنام ۱۸۸۳ ۔ ۷ بمبئی ۔ ۱ ۔

لہ۔ فتاوی عالمگیری جلد ۴ کتاب الہبہ میں ہے۔ قال فی الاصل ولا تجوز هبة المريض ولا صدقته الا مقبوضة فاذا قبضت جازت من الثلث واذا مات الواهب قبل التسليم بطلت۔ جب کسی ایسے ہبہ بالوصیت کے متعلق جو شرعی ایک تہائی سے زیادہ ہو اگر ورثاء اپنی رضامندی کا اظہار کردیں تو وہ بعد میں اس رضامندی سے پھر جانیکے مجاز نہونگے۔ ہدایہ

سلہ۔ درمختار کتاب الوصایا میں ہے لا لوارثه وقاتله۔ سلہ۔ درمختار جلد ۴ صفحہ ۸۰۵ میں صح الرجوع فيها بعد القبض اور حضرت امام شافعیؒ کے پاس ایسی واپسی ناجائز ہے (فتاوی النوازل صفحہ ۱۴۵)۔ ھہ۔ درمختار بر حاشیہ ردالمختار جلد ۴ صفحہ ۸۰۵۔ لہ۔ دیکھو مقدمہ نور النسا بیگم بنام محمد مظہر حسین دکن لا رپورٹ جلد ۳۱ صفحہ ۱۲۴۔

(۴) شئی موہوبہ کا موہوب لہ کی ملک سے خارج ہوجانا مثلاً موہوب لہ بھی کسی کو بیع یا ہبہ کردے

(۵) واہب اور موہوب لہ کا باہم ہبہ کے وقت زوج و زوجہ ہونا۔

(٦) واہب اور موہوب لہ کا باہم قرابت دار رحمی (نسبتی قرابت دار یعنے بھائی بہن یا ان کی اولادیں یا چچا یا پھوپی کا ہونا[۱] ۔ اگر باپ (جو واہب ہو) مفلس و محتاج ہوجائے اور اس کو اپنی تنگ دستی دفع کرنے کے لیے بیٹے (ذی رحم) کو دی ہوئی چیز واپس لینے کے بغیر کوئی اور صورت نہ ہو تو ایسی صورت میں باپ جائداد موہوبہ کو موہوب لہ سے واپس لینے کا مجاز ہوگا جیسا کہ بتلایا گیا ہے۔

قال فی البدائع فانہ یحل لہ اخذہ من غیر رضا الولد ولا قضاء القاضی اذا احتاج الیہ للانفاق علی نفسہ الخ وقال فی الکفایہ من شروح ھذا الکتاب فانہ لیستقل بالرجوع فیہا یھب لولدہ عند احتیاجہ الی ذالک للانفاق علی النفسہ الخ الی غیر ذالک من المعتبرات[۲] شافعی اور حنبلی مذہب کی رو سے ایسے ہبہ کی تنسیخ جائز ہے[۳]

(۷) جائداد موہوبہ کا ہلاک ہوجانا۔

(۸) اگر ہبہ خیراتی کاموں یا صدقات کے لیے ہے۔

اس کے علاوہ ہبہ سے واہب کا منشا رجعت کا ہو تو بحکم قاضی ایسا عمل ہوسکے گا، اور قاضی کے لیے ضروری ہوگا کہ عذرات رجعت میں منصلہ بالا امور کی کافی جانچ پڑتال کرے اور اگر منصلہ بالا امور میں سے کوئی امر واقع نہ ہو تو قاضی تنسیخ ہبہ کا حکم دے سکیگا البتہ مالکی مذہب کی رو سے قبضے کے بعد تنسیخ ہبہ کا عمل جائز متصور نہ ہوگا[۴]

۱۔ فتاوی النوازل صفحہ ۵۴ ا کتاب الآثار از حضرت امام ابی یوسف نمبر (۸۴۷) صفحہ ۱۶۳ عن سمرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا کانت الھبۃ لذی رحم محرم لم یرجع فیہا!

۲۔ فتح القدیر جلد (۷) صفحہ ۵۰۔

۳۔ تحفۃ المتاج بشرح المنہاج جلد ۲ صفحہ ۵۴۲ ۔ نیل المارب جلد ۲ صفحہ ۱۰۔

۴۔ فتح الجلیل صفحہ ۱۰۴ ۔ شیعی مذہب میں بعد قبضہ وہی ایسا ہبہ ناقابل تنسیخ ہے!

واہب مجاز ہوگا کہ شئے موہوبہ کا قبضہ دینے سے پہلے جس وقت چاہے ہبہ کو منسوخ کرلے کیونکہ قبضے سے پہلے ہبہ کی تکمیل نہیں ہوتی جیسا کہ اسکے اوپر بتلایا گیا ہے۔

صدقہ اور ہبہ کا فرق صدقہ وہ عطا ہے جو مذہبی ثواب کے لیے عمل میں آئے۔ ہبہ کی طرح صدقہ بھی فوری قبضہ دہی کے بغیر جائز نہیں ہوتا اور نہ وہ جائداد مشاع قابل تقسیم کے متعلق جائز ہوسکتا ہے[۱]۔ کسی شئی کو بطور صدقہ حوالے کردینے سے کامل ہوجاتا ہے ایسی صورت میں بعد قبضہ دہی منسوخ نہیں ہوسکتا

ہبہ اور صدقہ کا فرق یہ ہے کہ ہبہ میں مقصد یہ ہوتا ہے کہ موہوب لہ کے ساتھ اظہار محبت کیا جائے یا اس کی نظر میں اپنی وقعت اور عظمت بڑھائی جائے برخلاف اس کے صدقے میں مقصد خدا کی خوشنودی حاصل کرنا ہوتا ہے حصول ثواب کے لیے جائداد کا کسی خوش حال یا تنگ دست شخص کو دینا بھی صدقے میں داخل ہے[۲]۔

صدقہ اور وقف کا فرق صدقے میں اصل شئی قطعی طور سے منتقل ہوجاتی ہے اور وقف میں شئے ناقابل انتقال ہوتی ہے صرف جائداد کی آمدنی خیراتی کاموں میں صرف کی جاتی ہے[۳]۔

وقف کی تعریف لغت میں وقف کے معنے روکنے کے ہیں اور شریعت میں اس شکل کو کہتے ہیں جس کی روسے ایک جائداد منتقل کرنے والے شخص کی ملکیت سے نکل جاتی ہے مگر کسی اور انسان کی ملکیت میں نہیں آتی بلکہ اس سے صرف منفعت کا حق باقی رہتا ہے، اور اس کے ہدایات کے موجب اس کا نفع خلق کے کام آتا ہے[۴]۔

وقف کے اصطلاحات جس چیز کو وقف کرے اس کو موقوف اور وقف کرنے والے کو واقف کہتے ہیں۔

---

[۱] جیسا کہ فتاوی النوازل صفحہ ۲۴۸ میں الصدقۃ کالھبۃ لاتصح الا بالقبض ولا تجوز فی مشاع یحتمل القسمۃ۔ بتلایا گیا ہے۔ [۲] فتاوی النوازل صفحہ ۲۴۸۔ [۳] دیکھو مقدمہ عبدالشکور بنام ابوبکر ۱۹۳۰ء ۵۴ بمبئی ۲۵۸، ۲۶۹۔ [۴] کنزالدقائق کتاب الوقف و ہدایہ۔ درمختار جلد ۳ صفحہ ۴۲۲

متولی | متولی سے مراد وہ شخص ہے جس کو واقف نے باغراض انتظام جائداد و تکمیل اغراض وقف یا جس کے مقرر کئے جانے کی صراحت کی ہو یا جس کو حاکم مجاز نے مقرر کیا ہو[1]

اغراض و مقاصد وقف | شرع اسلام نے وقف کا مقصد یہ قرار دیا ہے کہ واقف کو عقبیٰ میں اجر اور دنیا میں ہبہ اور وصیت سے زیادہ تر نیک نامی حاصل کرنے کا موقع ملے۔

شریعت کا یہ ایک مسلمہ قاعدہ ہے کہ اگر وقف کی نیت اچھی نہ ہو تب بھی وقف جائز قرار پائے گا بلکہ اگر ایک غیر مسلم نیک کاموں کے لیے وقف کرنا چاہے تو وہ بھی اپنی جائداد وقف کرانے کا مجاز ہوگا۔ اور وقف کا دائمی ہونا ضروری ہوگا اگر وقف ایک معین مدت کے لیے ہو تو وہ جائز نہ ہوگا۔

وقف واقف کے خاندان بچوں اور اولاد کے حق میں بھی ہو سکے گا وہ نیز موقوفہ جائداد کی آمدنی سے واقف نہ صرف اپنے نفقے کا انتظام کرے گا بلکہ اگر وہ چاہے تو اپنی زندگی بھر جائداد کی کل آمدنی لے سکے گا اور اسی طرح اپنے قرضوں کو ادا کرنے کا انتظام کر سکے گا بہرحال جائداد کے وقف کے وقت شرائط وقف کی صراحت ضروری ہوگی لیکن کوئی وقف اسلام کے عام مصالح کے خلاف نہ ہونا چاہیے جو موجب گناہ ہوں۔ اس کے سوا مذہبی یا خیراتی اور حسناتی کاموں کے لیے بھی ہو سکے گا[2]

ہر مسلمان جو عاقل اور بالغ ہو اپنی جائداد کو وقف کرانے کا اختیار رکھے گا لیکن جو وقف وصیت کے ذریعہ سے یا مرض الموت میں کیا جائے گا وہ بغیر وارثوں کی رضامندی کے خالص جائداد کی ایک تہائی سے زیادہ پر نافذ نہ ہوگا۔[3]

---

[1] ۔ درمختار بر حاشیہ رد المحتار جلد ۳ صفحہ ۳۹۲۔ [2] ۔ فتاوی عالمگیری جلد ۲ کتاب الوقت
[3] دستور العمل وقف از مطبوعہ جریدہ اعلامیہ ۱۴ ردے ۱۳۴۹ ف صفحہ ۴۲۳۔
[4] ۔ ہدایہ و درمختار جلد ۳ صفحہ ۴۲۲۔

جائداد موقوفہ کے لیے واقف کا ملک ہونا ضروری ہے

صحت وقف کے لیے یہ بھی شرط لازمی ہے کہ جو اشیاء وقف کیے جائیں ان پر واقف کی ملک ہونی ضروری ہے [1]

جواز وقف کی صورتیں

وقف زبانی اور تحریری دونوں طریقوں سے ہو سکتا ہے وقف قائم کرنے کے لیے الفاظ خاص کا استعمال کرنا جو مثبت ہوں ضروری ہے مثلاً اس طرح کہنا کہ یہ زمین وقف ہے۔ تا وقتیکہ کوئی شخص اپنی جائداد سے متعلق ایسے الفاظ استعمال نہ کرے وہ موقوفہ متصور نہ ہو گی [2]

وقف کے بعد جائداد موقوفہ کی حیثیت

جب کوئی شخص اپنی جائداد کو وقف کر دے تو وقف کے بعد واقف کو وقف سے رجوع کرنے کا شرعاً استحقاق نہ ہوگا اور نہ کوئی متولی اس کو فروخت یا ہبہ کرنے کا مجاز ہوگا۔ البتہ واقف کو نگرانی جائداد موقوفہ کے لیے کسی کو مقرر کرنا یا اس کو معزول کرنے کا اختیار رہے گا [3] جو وقف بحالت زندگی کیا جائے وہ حسب رائے امام ابی یوسفؒ صرف مالک کے اعلان وقف سے کامل ہو جاتا ہے [4] اور حسب رائے حضرت امام محمدؒ وقف اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک کہ واقف اعلان وقف کے علاوہ کسی شخص کو متولی قرار دیکر جائداد موقوفہ اس کے حوالے نہ کر دے۔ [5]

متولی مقرر کرنے کا حق واقف کے حین حیات واقف ہی کو ہے اور خود واقف اپنے

---

[1] - فتاوی عالمگیری جلد ۳ کتاب الوقف صفحہ ۳۵۳ و نیز دیکھو مقدمہ مسیح الدین بنام بلھا داس سنہ ۱۹۱۱ء ۵۳ الہ آباد۔

[2] - فتح القدیر جلد ۵ صفحہ ۴۱۰ و عالمگیری جلد ۲۔

[3] - در مختار بر شرح رد المختار جلد ۳ کتاب الوقف صفحہ ۳۶۴ و ۳۷۸۔

[4] - ہدایہ۔ کلکتہ رنگون اور بمبئی کے عدالتوں نے اس اصول کو تسلیم کرتے ہوئے کئی فیصلے لکھے ہیں دیکھو مقدمہ جان بی بی بنام عبداللہ باویر سنہ ۱۸۹۵ء از اصول شرع اسلام فریدون ملا صفحہ ۲۸۵۔

[5] - ہدایہ الہ آباد ہائیکورٹ نے بھی اسی رائے کو اختیار کیا ہے دیکھو مقدمہ عزیز الدین بنام ہیگل پریم بریر سنہ ۱۹۱۵ء ۱۵ الہ آباد۔

آپ کو پہلا متولی قرار دے سکتا ہے۔ چونکہ واقف اور متولی دونوں ایک ہی شخص ہوتے ہیں اس لیے حقیقی قبضہ منتقل کرنا ضروری نہیں ہوتا خواہ مذکورۂ بالا دونوں نظریوں میں سے کوئی نظریہ اختیار کیا جائے اور نہ اس کی ضرورت ہوتی ہے کہ واقف کا نام بحیثیت مالک کے بدل کر بحیثیت متولی لکھوایا جائے [1]

واقف کے شرائط اور اس کی پابندی کا لزوم

چونکہ واقف کی تصریحات نصوص شارع کی طرح واجب التعمیل ہیں اور واقف نے جن امور کی وصیت کی ہو وارث کو اس کے خلاف کرنے کا حق نہ ہوگا۔ [2]

جب تک واقف کے وقف نامہ کے لحاظ سے اشخاص قابل تولیت ہوں قاضی ان کے سوا کسی اور کو متولی بنانے کا مجاز نہ ہوگا البتہ خیانت اور امین نہ ہونے کی صورت میں قاضی کو متولی بنانے کا حق رہیگا۔ اور متولی کی موجودگی میں نگراں کار متولی (سررشتہ مذہبی یا عدالت) کو کبھی بھی یہ حق نہ ہوگا کہ وہ جائداد موقوفہ سے حق نگرانی کی اجرت حاصل کرے اگر ایسا ہو تو یہ عمل خلاف شرع ہوگا [3]

سلاطین سابق کے وقف کردہ جاگیرات دیہات وغیرہ

سلاطین سابق کے وقف کردہ جاگیرات و دیہات کی اصلی حیثیت بیت المال کی ہے اسلیے سلطان وقت کو اختیار ہوگا کہ وہ شرائط واقف کے خلاف بلحاظ ضرورت ومصلحت ایک درگاہ کی آمدنی کا کچھ حصہ دوسری درگاہ کی طرف منتقل کرے اور اس کا یہ حکم شرعاً واجب العمل ہوگا [4]

ملک مشاع کا وقف

مشاع یا غیر منقسم جائداد کا حصہ حسب رائے حضرت امام ابی یوسف رحمۃ اللہ علیہ وقف ہو سکتا ہے خواہ وہ جائداد قابل تقسیم ہو یا نہ ہو البتہ حضرت امام ابی محمد کی رائے کے بموجب ایسی جائداد مشاع کا وقف جو قابل تقسیم ہو جائز نہیں کیونکہ ان کی رائے میں وقف کے جواز کے واسطے ایک لازمی شرط یہ ہے کہ واقف موقوفہ جائداد پر متولی کا قبضہ کرادے [5]

---

[1] درمختار جلد ۳ صفحہ ۴۲۲ و نیز دیکھو مقدمہ عبدالرزاق بنام جمنا بائی بمبئی لا رپورٹ صفحہ ۵۰۳ جلد ۱۳ بابت ۱۹۱۱ء۔

[2] ردالمحتار جلد ۳ کتاب الوقف صفحہ ۴۶۷۔ [3] ردالمحتار جلد ۳ صفحہ ۴۳۳۔

[4] حاشیہ ردالمحتار جلد ۳ کتاب الوقف۔ [5] فتاوی عالمگیری جلد ۲ کتاب الوقف باب

اوقافی مقدمات میں شہادت دینا جائز ہے یا نہیں

اوقافی مقدمات میں شہادت سماعی یعنے گواہوں سے سن کر گواہی دینا معتبر ہے [1]

جائداد منقولہ کا وقف جائز ہے یا نہیں

جائداد منقولہ مثلاً ہتھیار اور گھوڑے وغیرہ کا وقف جائز ہے [2]

اسلام میں غلامی کی حیثیت اور اس کے متعلقہ احکام

اسلام سے پہلے عہد کا یہ عام دستور تھا کہ اسیران جنگ غلام بنا کر رکھے جاتے تھے اور یہ دنیا کی سب سے بدتر درجہ کی مخلوق سمجھی جاتی تھی اسلام کے لیے اس دستور کو موقوف کر دینا مشکل امر تھا کبھی بھی اسلام نے دقت کی اسپرٹ سے جنگ نہیں کی بلکہ تدریجی طور پر ہر مذموم رسم کی اصلاح کی ہے اس لیے اسلام نے اسیران جنگ کو غلام بنانے کی صرف اجازت دی ہے لیکن حکم نہیں دیا ہے ایسی اجازت سے فائدہ اٹھانا یا نہ اٹھانا مسلمانوں کا اختیاری فعل ہے کسی انسان میں جب کبھی غلامی کی حالت پیدا ہو جاتی ہے تو اس کی یہ حیثیت شخصی حق اور جائداد کی ہو جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ اگرچہ ایک مسلمان غلام نہیں بن سکتا مگر ایک کافر حالت غلامی میں مسلمان ہو جائے تو وہ غلام ہی رہتا ہے کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو آقا کے حق ملکیت پر اثر پڑنے کا اندیشہ ہوگا۔

چونکہ غلام کی نوعیت تعزیری ہونے کی وجہ سے جائداد کی سی ہو جاتی ہے اس لیے اسلام نے غلام کو آزاد کرنے اور آزادی کے حصول میں اُسے مدد دینے کو بڑا ثواب قرار دیا ہے قرآن میں ہے۔

وما ادرىٰك ما العقبة فك رقبة او اطعام فى يوم ذى مسغبة يتيما ذا مقربة او مسكينا ذا متربة ـ یعنی تو کیا جانتا ہے کہ وہ نیکی کا دشوار گزار راستہ کونسا ہے وہ یہ ہے کہ ایک گردن (یعنے غلام کی گردن) آزاد کی جائے یا بھوک کے دن میں کسی قریبی یتیم یا خاکسار مسکین کو کھانا کھلایا جائے۔

---

[1] ۔ در مختار بر حاشیہ رد المحتار جلد ۳ صفحہ ۵۱۴ ۔

[2] ۔ " " " " کتاب الوقف ۔

اس قرآنی فرمان کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد ارشادات غلاموں کے آزاد کرنے اور غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کے موجود ہیں۔

ایک دفعہ ایک اعرابی حاضر ہوا اور بولا یا رسول اللہ کوئی ایسا عمل بتائیے جس سے جنت میں جاسکوں آپ نے فرمایا "غلام کو آزاد کرا اور گردنوں کو غلامی سے چھڑا"

ایک دوسری حدیث میں ہے جو کوئی کسی مسلمان غلام کو آزاد کرے گا اس کا ہر عضو اس غلام کے ہر عضو کے بدلے دوزخ سے بچ جائے گا۔

ایک اور حدیث میں ہے جو کوئی اپنی لونڈی کو اچھی طرح تعلیم و تربیت دے کر آزاد کیا اور اسے اپنے نکاح میں لے آیا تو اس کے لیے دوہرا ثواب ہوگا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات مبارک کے آخری لمحے میں اپنی امت کو جو وصیت فرمائی تھی اس میں پہلے نماز کی تاکید تھی اور اس کے بعد غلاموں سے حسن سلوک کی۔

معرور بن سوید نے ایک مرتبہ حضرت ابو ذر غفاری کو دیکھا کہ جو چادر وہ اوڑھے ہوئے ہیں ویسی ہی ان کے غلام کے بدن پر تھی پوچھا اس کا کیا سبب ہے انھوں نے جواب دیا ایک مرتبہ میں نے ایک غلام کو گالی دی تھی اس نے جا کر رسول اللہ سے شکایت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سن کر ناراض ہوئے اور مجھے بلا کر فرمایا ابو ذر تم میں سے ابھی جاہلیت کی بو نہیں گئی پھر فرمایا!

"یہ تمھارے بھائی تمھارے خادم ہیں جنھیں اللہ نے دست نگر بنایا ہے پس جس کسی کا بھائی اس کا ماتحت ہو اسے چاہیئے کہ اس کو وہی کھلائے جو خود کھاتا ہے اور وہی پہنائے جو خود پہنتا ہے تم ان پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالو اور اگر ایسی کوئی بھاری خدمت ان کے تفویض کرو تو خود ان کا ہاتھ بٹاؤ۔

قید سے رہائی، حسن و سلوک، نرمی اور ملاطفت کی ان تاکیدی احکام کے ساتھ اسلام نے غلاموں کو فوجداری اور دیوانی قوانین میں بھی مساوات کا درجہ دے رکھا ہے جو کوئی ان کا مال چرائے یا ان کو قتل کرے ان کے مقابل میں خواہ وہ آزاد مسلمان ہی کیوں نہ ہو سزا شرعی کا مستحق قرار دیا گیا ہے، اور غلام کو مالک کی اجازت سے جائداد بھی پیدا کرنے کا

حق دیا گیا ہے دنیز علم سیاست مذہب معاشرت اور زندگی کے ہر شعبے میں بھی انھیں مساوات کا درجہ دیا گیا ہے یہ کسی طرح اسلامی جماعت میں کمتری کے مستحق قرار نہیں دیئے گئے اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا کہ غلاموں کو آزاد مسلمان خواتین سے عقد نکاح کی اجازت دیگئی ہے اور اس طرح غلام خواتین کو آزاد مسلمانوں نے اپنے عقد میں لایا اس سے مقصد یہ تھا کہ غلاموں کو عزت وآرام سے رکھا جائے اور وہ خاندان کے رکن بن کر رہیں، یہ وہ طریقے ہیں جس کی وجہ سے اسلام نے غلامی کو گھٹانے کے اختیار کیے جنکی نظیر دنیا کے کسی اور مذہب یا سیاسی جماعتوں میں نہیں مل سکتی!

اوپر یہ بتلا دیا گیا ہے کہ بوجہ غلامی غلام کی حیثیت جائداد کی سی ہو جاتی ہے اس شخصی حق میں بھی غلاموں کو آزادی ملنے کے لیے مکاتب، مدبر، اور اُم ولد کی صورتیں قائم کی گئی ہیں تاکہ شخصی حق کی حفاظت کے ساتھ ساتھ غلاموں کو غلامی سے رہائی ملے۔

مکاتب مکاتب وہ غلام ہے جس سے مالک نے اس کے آزاد کرنے کے لیے کچھ روپیہ ٹھیرایا ہو۔

مدبر اگر کوئی شخص اپنے غلام کو اس طرح مدبر کرے کہ آزادی کو اپنی موت مطلق پر مشروط کرے۔

اُم ولد اگر کسی لونڈی کو اس کے مالک سے اولاد ہو جائے وہ اُم ولد کہلائے گی۔ چونکہ غلام آقا کی ملک کہلاتا ہے اس لیے وہ بلا اجازت آقا کسی جائداد کا مالک نہیں ہو سکتا مگر وہ نکاح اور طلاق کا اختیار رکھتا ہے لیکن اس صورت میں غلام کی عورت مہر یا کسی اور رقم کے لیے شوہر کو فروخت کر کے حاصل کرنے کی مجاز نہ ہوگی اس لیے کہ ایسی صورت میں آقا کے حقوق متاثر ہوتے ہیں مگر جب غلام آقا کی اجازت سے نکاح کرے تو اس کی عورت اپنے غلام شوہر کے آقا سے مہر طلب کرنے کی مجاز ہوگی۔

بتویت مالک لونڈی سے اپنی کسی قسم کی کوئی خدمت نہ لے بلکہ لونڈی کو شوہر کی خدمت کا حق دے تو ایسے طریقۂ عمل کو تبویت کہا جائے گا۔

غلاموں کے نفقے اور انکے نکاح کے متعلقہ اصول جس کو اسلام نے جاری کیا ہے ذیل میں بتلائے جاتے ہیں جس سے اس امر کی حقیقت واضح ہو جائے گی کہ اسلام میں غلام کی کیا حقیقت تھی

اور اسلام نے کس طرح انسانی حقوق کی حفاظت کی ہے۔

متوفی اشخاص کے غلاموں کا نفقہ

اسلام میں اشخاص متوفی کے غلام مستحق نفقہ قرار دیئے گئے ہیں یہاں تک کہ ان کو علیحدہ یعنی آزاد یا فروخت نا کردیا جائے اس لیے کہ یہ غلام بھی میت کا ترکہ کہلائیں گے اور ان کا شمار میت کی ملک میں ہوگا اس قاعدے کے تحت ملک کا نفقہ ملک پر ہوگا یعنے میت کے متروکہ سے ان کے نفقہ کی ادائی ہو گی۔

امہات الاولاد کا نفقہ

مالک کے فوت ہونے سے امہات الاولاد آزاد ہوجائینگی ان کا نفقہ متروکہ میت سے ادا نہیں ہوگا کیونکہ اب اُن کے لیے اولاد موجود ہے اولاد کے حصے سے ان کے نفقے کی ادائی ہو گی جیسا کہ اوپر واضح کردیا گیا ہے کہ مفلس ماں کا نفقہ مالدار بچوں کے حصوں سے ادا ہوگا خواہ وہ بچے چھوٹے ہی کیوں نہ ہوں

غلاموں اور لونڈیوں کا نفقہ

غلاموں اور لونڈیوں کا نفقہ اُن کے مالکوں پر ہوگا اگر مالک اُن کے نفقوں سے انکار کریں تو ان کو کسی کمائی پر لگایا جائیگا اور اس کمائی سے انھیں خرچ کرنے کی اجازت دی جائے گی اور اگر ان کو کوئی پیشہ نہ آتا ہو تو قاضی اسے فروخت کرانے کا حکم دے گا تاکہ وہ ہلاکت سے محفوظ رہیں۔[1]

غلام اور اس کی زوجہ کا نفقہ

شریعت میں ایصال نفقہ کا حکم اس اصول پر قائم کیا گیا ہے کہ جو شخص کسی دوسرے سے منفعت اٹھائے وہ دوسرے کے نفقہ کا ذمے دار ہوگا۔

اگر کوئی غلام مالک کی اجازت سے آزاد عورت یا مکاتبہ، اُم ولد، مدبرہ، لونڈی[2] ان میں سے کسی ایک کو اپنے نکاح میں لائے اور مالک نے ان کو علیحدہ رہنے کی جگہ دی ہو تو ایسی صورت میں زوجہ کا نفقہ شوہر پر ہوگا، لیکن ان کی اولاد کا نفقہ ان پر واجب نہ ہوگا بلکہ عورت کے آقا پر اس طرح پر ہوگا یعنی۔

---

[1] کنز الدقائق باب النفقہ [2] ایسی لونڈی جس کے مالک نے نکاح کی اجازت دی ہو۔

(۱) اگر کوئی عورت آزاد ہو تو اولاد بھی آزاد ہو گی اور بوجہ حریت ان پر غلام ماں باپ کو ولایت کا حق نہ ہو گا اور نہ یہ بچے کسی قسم کی محنت اور مشقت پر لگائے جا سکیں گے۔

(۲) اگر عورت مکاتبہ، مدبرہ، اُم ولد یا لونڈی ہو تو اُن کے بچوں کی حیثیت بھی ماں کی حیثیت کے تابع ہو گی اور ان سے پیدا شدہ بچوں کا نفقہ ان عورتوں کے آقاؤں پر ہو گا۔

غلام عورتوں سے آزاد شخص نکاح کرے تو ان کا نفقہ کس پر ہو گا

اگر آزاد شخص مکاتبہ۔ ام ولد۔ مدبرہ یا لونڈی سے نکاح کرے اور مالک نے ان کو علیحدہ رہنے کی اجازت دے دی[1] ایسی صورت میں زوجہ کا نفقہ شوہر پر ہو گا لیکن ان سے پیدا شدہ بچوں کا نفقہ اُن عورتوں کے مالکوں پر ہو گا۔

نوٹ:۔ متذکرہ صدر عورتوں کے مالکوں نے علیحدہ رہنے کی اجازت نہ دی ہو تو ایسی صورت میں زوجہ کا نفقہ شوہر پر نہ ہو گا بلکہ ان عورتوں کے مالکوں پر ہو گا۔

کوئی آزاد شخص لونڈی سے نکاح کرے اور بچے پیدا ہونے کے بعد لونڈی فوت ہو جائے اور اس کا مالک ایسا مفلس ہو جائے کہ اس میں ایصال نفقہ کی قدرت نہ ہو ایسی صورت میں بتلایا گیا ہے کہ باپ اپنے بیٹے کے نفقے پر مجبور نہیں کیا جائے گا اس لیے کہ اس کا بیٹا لونڈی کی مالک کا مملوک ہے البتہ مالک کو اس کے فروخت اور اس پر خرچ کرنے کا اختیار ہے۔ اس کے برخلاف لڑکا اُم ولد یا مدبرہ سے ہو اور ان کا مالک مفلس ہو تو باپ اُن پر خرچ کر کے مالک سے حاصل کرنے کا مجاز ہو گا اس لیے کہ ایسی صورت میں مالک کو ان کی فروخت پر مجبور کرنے کا امکان نہیں ہے۔

نفقے کی متفرق صورتیں

(۱) اگر کوئی مکاتب لونڈی سے نکاح کرے اور اس سے بچہ پیدا ہو یا نہ ہو اس عرصے میں مکاتب نے اپنی عورت کو خرید لے اور اس کے بعد اولاد ہوئی ہو تو ایسی اولاد کا نفقہ مکاتب باپ پر ہو گا کیونکہ اب اس کی زوجہ اس کی ملک ہو گئی ہے بوجہ ملک اس سے پیدا شدہ بچوں کا نفقہ مالک پر ہو گا۔

(۲) اگر مالک اپنی لڑکی کا نکاح غلام سے کرائے تو ایسی صورت میں بھی زوجہ کا نفقہ

---

[1] ایسی لونڈی جس کے مالک نے نکاح کی اجازت دی ہو۔

زوج پر ہوگا زوجہ قاضی سے نفقہ طلب کرے تو قاضی غلام شوہر پر نفقہ مقرر کرے گا البتہ بیٹی باپ
سے ہر حالت میں اپنے غلام شوہر کے نام سے قرض حاصل کرنے کی مجاز رہے گی۔

(۳) اگر کسی شخص کی لونڈی اور غلام دونوں نکاح کرلیں اور مالک ان کے لیے
گھر میں رہنے کا انتظام بھی نہ کیا ہو تو ہر حالت میں ان دونوں کا نفقہ مولی پر ہوگا کیونکہ
یہ دونوں مولی کے ملک ہیں۔

طلاق کی صورتوں میں نفقے کا اصول

کوئی شخص لونڈی کے مالک کی اجازت سے عقد کرے اور لونڈی کے مالک نے اس کے لیے علٰحدہ رہنے کا کوئی انتظام نہ کیا ہو اور شوہر نے نکاح کے بعد اپنی زوجہ اَمَت کو طلاق
رجعی دیدے تو ایام عدت کے نفقے کے متعلق بتلایا گیا ہے کہ مالک اَمَت کو ہر وقت ان ایام
کا نفقہ اَمَت کی شوہر سے حاصل کرنے کا حق رہے گا اور اسی بناء پر قاضی شوہر پر
نفقہ عدت مقرر کرنے کا مجاز ہوگا یہ اس لیے کہ طلاق رجعی میں نکاح کا عمل منقطع نہیں ہوتا شوہر
چاہا تو اندرون عدت اپنی زوجہ کے ساتھ دوبارہ تعلقات قائم رکھ سکتا ہے البتہ

طلاق بائن کی صورت میں باوجودیکہ مالک اپنی لونڈی کو علٰحدہ رہنے کا
انتظام بھی کردے شوہر پر نفقہ کی ادائی نہیں ہوگی کیونکہ طلاق بائن میں عورت کو رجوع
کرنے کا حق نہیں اور لونڈی کے مالک کو طلب نفقہ کا حق نہ ہوگا اسلیئے شوہر کے لیے یہ ضروری
ہوگا کہ زوجہ مطلقہ کو اندرون ایام عدت گھر میں رہنے سے نہ روکے اور نہ عورت
بہ زمانہ عدت سکونتی مقام کا کرایہ طلب کرے۔ جب کہ طلاق کے پہلے شوہر پر سکونتی مقام
کا لزوم اس لیے نہیں تھا کہ زوجہ کے مالک نے کوئی انتظام نہیں کیا تھا اس لیے طلاق
کی حالت میں بھی اس کا لزوم نہیں ہو سکے گا صاحب کتاب کی رائے میں سکونتی مقام کی اجرت
ضروری ہے لیکن برہان الائمہ کی رائے میں ضروری نہیں اسی پر فتوی ہے [۱]

اگر کوئی لونڈی یا مدبرہ اور مکاتبہ نکاح کے بعد آزاد ہو جائے تو ان کو
نکاح کے باقی رکھنے اور توڑ دینے کا اعتبار دیا جائے گا اگرچہ ان کا شوہر آزاد ہو اگر وہ
تنسیخ نکاح پر آمادہ ہوں تو تفریق کردی جائے گی اور ایسی تفریق کسی معصیت کی بناء پر

۱۔ شرح کتاب النفقات للخصاف ج ۱

متصور نہ ہو گی بلکہ حالت غلامی کا آزادی میں مبدل ہونے کی وجہ سمجھی جائے گی اور اس شکل میں شوہر پر نفقہ عدت واجب ہو گا مکاتبہ کی صورت میں نفقہ عدت کے ساتھ مقام (رہائشی) سکنیٰ کی اجرت بھی قابل ایصال ہو گی۔

یہ بتلایا گیا ہے کہ لونڈی اور مدبر تویب مالک کی صورت میں مستحق نفقہ ہے اور مکاتبہ ہے اور مکاتبہ کی صورت میں مالک مکاتبہ مکاتبہ سے کسی قسم کی کوئی خدمت لینے کا مجاز نہیں اس لیے یہ شوہر سے بصورت طلاق نفقہ اور مقام سکونتی کے حصول کی مستحق ہے۔

انسداد جرایم

آج دنیا کے ہر حصے میں قوانین وضوابط مرتب اور نافذ ہیں تاکہ مجرمین کی تعداد میں اضافہ نہ ہو باوجود اس کے ہر حصۂ ملک میں مجرمین کی تعداد زیادہ نظر آئے گی اور آئے دن جرائم کی کثرت رہتی ہے اس کی وجہ ضوابط اور قوانین کی کمزوری ہے جس سے لوگ فائدہ اٹھا کر جرم کے مرتکب بنتے ہی رہتے ہیں۔

دنیا نے جب سے خدائی قوانین میں ردوبدل شروع کر دی اس تاریخ سے جرائم کی کثرت رہی کیونکہ ہر قانون یا قاعدہ کے نفاذ کا مقصد یہ رہتا ہے کہ لوگ جرائم میں کم مرتکب ہوا کریں لیکن ان قوانین میں ایسی گنجائش نہیں جس سے جرائم کا وقوع مفقود ہو جائے۔

اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے دنیا سے جرائم کے مٹانے کی کوشش کی ہے تاریخ عالم اور واقعات دنیا شاہد ہیں کہ جہاں کہیں اسلامی حدود رائج رہے وہاں مجرمین کی تعداد میں بے انتہا کمی رہی اور اس کے تمام باشندگان کے لیے امن وسلامتی رہی اور جس تاریخ سے خدائی قوانین میں ردوبدل اور تغیر شروع ہوا جرائم کی کثرت رہی۔

موسیو کارستن کا قول ہے کہ

”زمین سے اگر قرآن کی حکومت جاتی رہے تو دنیا کا امن وامان کبھی قائم نہ رہ سکیگا“

سزاؤں کی کیفیت

تعزیر میں ضرب قوی لگانی چاہیے اور حد زنا میں کوڑوں کی ضرب تعزیر سے نرم ہونی چاہیے اور شراب خواری کی حد اس سے بھی نرم اور تہمت زنا لگانے کی سزا سب سے نرم ہونی چاہیے[1]

---

[1] ترجمہ کتاب الاختیار صفحہ ۲۰۔

حد یا تعزیر سے ہلاک ہو جانے کا حکم

اگر امام کسی پر حد جاری کرے یا اس کی تعزیر کرے اور وہ اس کے صدمہ سے ہلاک ہو جائے تو اس کا خون رائگاں جائے گا[۱]
جو سزا شرعاً واجب ہوتی ہے اس میں ذات کی سلامتی کی شرط نہیں ہے اور جو سزا مباح ہے اس میں ذات کی سلامتی کی شرط ہے چنانچہ قاضی اگر کسی کا عضو کاٹے یا اس کو سزا دے اور وہ اس کے صدمے سے مرجائے تو اس کا تاوان عاید نہ ہوگا[۲]

مستامن کافروں پر کونسی سزا واجب ہوتی ہے

مستامن[۳] کافر مرد اور مستامن کافرہ عورت پر حد زنا اور حد شراب نوشی عائد نہیں ہوتی البتہ تہمت زنا لگانے کی سزا عائد ہوتی ہے[۴]۔

کیا سب سے بالاتر امام پر حد جاری کی جاسکتی ہے

اگر ایسا امام جس کے اوپر کوئی دوسرا امام نہ ہو چوری کرے شراب پیئے یا تہمت زنا لگائے تو اس پر حد جاری نہوگی البتہ قتل عمد میں اس پر قصاص اور مال کے تاوان میں مال اس پر عائد نہ ہوگا[۵]

کن لوگوں کے مال کی چوری میں ہاتھ کاٹا نہیں جائے گا

اگر کوئی شخص اپنے باپ یا دادا یا ماں یا دادی یا اولاد یا دوسرے ذی محرم سگہ بھائی، بہن، پھوپی، اور خالہ اور ماموں کا مال چرائے تو اس کا ہاتھ کاٹا نہیں جائے گا کیونکہ وہ اس کے حق میں مال محفوظ نہیں ہے اگر دوسرے کے مال کو اپنے محرمات کے گھر سے چرائے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا[۶]

اگر میاں بیوی ایک دوسرے کا مال چرائیں تو ہاتھ کاٹا نہیں جائے گا کیونکہ ان میں سے کسی کا مال دوسرے کے لیے محفوظ نہیں ہے۔

اگر مہمان میزبان کا مال چرائے تو اس کا ہاتھ کاٹا نہیں جائے گا کیونکہ وہ اس کے

---

[۱] ہدایہ۔ [۲]۔[۵] ہدایہ۔
[۳]، [۴] کتاب الاخبار صفحہ ۲۸، ۲۹۔ [۶]۔ فتح القدیر۔

حق میں مال محفوظ نہیں ہے۔[1]

قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک

اسلام نے جہاں انسداد جرائم کی کوشش کی ہے وہاں قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک اور رعایات واجبی کی بھی تاکید کی ہے جس کی نظیر آج دنیا کی کوئی قوم پیش نہیں کر سکتی۔

خلیفہ ہارون رشید کے جواب میں حضرت امام ابی یوسفؒ نے لکھا کہ:۔

جو قیدی اس قدر غریب ہوں کہ ان کے پاس کھانے پینے کو کچھ نہ ہو ضروری ہے کہ ان کے اخراجات کے لیے یا تو صدقات کی رقم خرچ کی جائے یا بیت المال سے ان کی امداد کی جائے، آپ کو اختیار ہے ان دونوں صورتوں میں سے جس صورت کو چاہیں اختیار کریں لیکن میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ یہ ہے کہ ان مجرموں میں سے ہر ایک مجرم کو بیت المال سے اتنا دیا جائے کہ وہ ان کی ضروریات کو کافی ہو جائے۔

اس کے بعد لکھتے ہیں کہ:۔

جب مشرک قیدیوں کے ساتھ معاملہ اچھا کرنا اور ان کو کھانا کھلانا ضروری ہے تو پھر ظاہر ہے کہ مسلمان مجرم جس سے عمداً یا خطاءً کوئی جرم ہو گیا ہو ان کو کس طرح بھوک سے مرنے کے لیے چھوڑا جا سکتا ہے دراں حالانکہ اس بے چارے نے جو کچھ کیا ہے یا تو حکم قضا کیا ہے یا وہ اپنی جہالت کا گنہگار بنا ہے، اے امیر المومنین خلفاء کا ہمیشہ سے یہ دستور رہا ہے کہ وہ قیدیوں کے کھانے پینے اور ان کے موسم گرما و سرما کے لباس کا برابر خیال رکھتے تھے حضرت علیؓ نے عراق میں حضرت امیر معاویہؓ نے شام میں اور پھر ان کے بعد دوسرے خلفاء نے اپنے اپنے عہد میں ایسا ہی کیا۔

حضرت عمر و بن عبدالعزیزؒ نے اپنے عمال کے نام قیدیوں کے ساتھ حسن رعایت کی تاکید کی تھی؛ سلسلۂ ہدایات میں یہ بھی لکھا ہے کہ:۔

اے امیر المومنین مجرم قیدیوں کو بیت المال سے جو کچھ دیا جائے وہ روٹی کی شکل میں نہ دیا جائے کیونکہ اس میں جیل خانوں کے ملازمین کی وجہ سے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے بلکہ ان کو نقدی کی صورت میں دینا چاہیے اور اس کام پر ایسے معتبر، دیانت دار اور متقی لوگوں کو مامور کرنا چاہیے جن پر غبن یا خیانت کا کوئی شبہہ نہ ہو۔[2]

---

[1] کتاب الاخبار صفحہ ۱۰۴۔ [2] کتاب الخراج از صفحہ ۱۵۰۔

کتابیات

۱- کتاب الآثار
۲- الاشباہ والنظائر سیوطی
۳- کتاب اختلاف ابی حنیفہ وابن ابی لیلی
۴- احیاء العلوم
۵- کتاب الاختیار
۶- الاحکام السلطانیہ
۷- اصول شرع اسلام
۸- اصول فقہ اسلام
۹ بلغۃ المسالک جلد ا فقہ مالکی
۱۰- بحر الرائق
۱۱- بدائع الصنائع
۱۲- بمبئی لا رپورٹ
۱۳- توضیح
۱۴- تلویح
۱۵- ترمذی
۱۶- تحفۃ المنہاج بشرح المنہاج
۱۷- جامع کبیر
۱۸- جواہر المضیہ
۱۹- حجۃ اللہ البالغہ
۲۰- الحیلۃ الناجزہ از مولانا اشرف علی صاحب
۲۱- درمختار
۲۲- الدر المنتقی فی شرح الملتقی
۲۳- دکن لا رپورٹ، جلد ۳۰ ر ۳۱
۲۴- رد المحتار
۲۵- رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمہ مصری
۲۶- رسالہ تقلیل مہر مطبوعہ صدارت العالیہ سرکار عالی
۲۷- سراجی
۱۸- شرح کتاب النفقات
۱۹- شرح وقایہ
۲۰- شفاء العلیل
۲۱- شامی
۲۲- صحیح البخاری
۲۳- عقود رسم المفتی
۲۴- عنایہ
۲۵- فتاوی عالمگیری
۲۶- فتاوی النوازل مطبوعہ اشاعۃ العلوم حیدرآباد دکن
۲۷- فتاوی نظامیہ
۲۸- فتاوی واقعات المفتین
۲۹- فتح القدیر
۳۰- فتاوی مہدویہ
۳۱- فتاوی القرویہ
۳۲- فتاوی صدارت العالیہ
۳۳- فتوح البلدان
۳۴- فتاوی الخلاصہ
۳۵- فتح الجلیل
۳۶- فتح المعین
۳۷- قدوری
۳۸- قانون وزارت حقانیہ قاہرہ مصر
۳۹- قانون طلاق و خلع مرتبہ جمعیۃ العلماء ہند

٤٠ - قانون طلاق وخلع مجریہ حکومت بھوپال
٤١ - کنز الدقایق
٤٢ - کنز العمال
٤٣ - کشف الظنون
٤٤ - کتاب الخراج از امام ابی یوسفؒ
٤٥ - کفایہ
٤٦ - محیط سرخسی
٤٧ - مقالات شبلی جلد اول
٤٨ - المجلی
٤٩ - نیل المارب جلد ٢
٥٠ - نظائر عثمانیہ عدالت جلد ٣
٥١ - ہدایہ

اشاریہ